بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گوہرِ روحانیات

شہزادۂ فصیح البیان

مؤلف

السید محمد جعفر الزمان نقوی

www.khrooj.com

www.khrooj.com

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؑ جعفرآلزمان نقوی البخاری

کتاب : گوہرِ روحانیات

مرتب : مہتاب اذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنۂ اشاعت : 2017ء

تعداد : 500

ایڈیشن : اول

پرنٹرز : فدک پرنٹنگ پریس لاہور

پبلشرز : القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11 اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3 220537,32311979,32311482

Email-klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلی کیشنز جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

ای میل : Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-

www.khrooj.com

یا مولا کریمؑ

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو منعم ازل
حجتِ دوراں شہنشاہ امام زمانہؑ عجل اللہ فرجہ
الشریف کی پاک ذات سے منسوب کرتا ہوں

دعا گو
جعفر نقوی

www.khrooj.com

يَا مَولَا كَرِيمؑ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهٗ وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيْكَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

صدفِ عرفان

شہنشاہِ معظم، مولائے کائنات، متصرفِ کون ومکاں، لسان اللہ الصادقہ، جناب سرکار امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانِ معجز بیان ہے جسے المناقب، نہج البلاغہ، شرح نہج البلاغہ، بحار الانوار، خصائص الائمہؑ، غرر الحکم، ان تمام کتب میں نہ صرف بیان کیا گیا ہے بلکہ ہر صاحب کتاب نے اس کی توضیح وتشریح بھی کی ہے کہ

☆ اَلنَّاسُ اَعدَاءُ مَا جَهِلُوا

''لوگ دشمن ہیں، جس سے وہ جاہل ہیں''

یعنی جس بات کو یا چیز کو وہ نہیں جانتے یا نہیں سمجھتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

اِس فرمان میں علم وحکمت کے خزائین پوشیدہ ہیں اور بہت سی باتیں اِس سے مستنبط ہوسکتی ہیں مگر یہاں میں روحانیت کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ورع، اجتہاد، تزکیاتِ نفس اور ریاضاتِ روحانیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے وہ نہ صرف یہ کہ اِن کے اسرار وغوامض سے جاہل یا لاعلم رہتے ہیں بلکہ وہ اِن کی تردید اور مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔

مجھ ناچیز کو ایک مرتبہ ایسی ہی ایک محفل میں جانے کا اتفاق ہوا جس میں ایک صاحب ثروت و دولت جاگیردار سیاست دان موجود تھا (نام لینا مناسب نہیں ہے) جب اُس کے سامنے فرائض دینی اور پرہیزگاری کی بات چلی تو اُس نے بڑے دبنگ لہجے میں کہا کہ یہ تو اُن لوگوں کا کام ہے جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا ہمارے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہے کہ ہم اِن بکھیڑوں میں اپنے آپ کو اُلجھائیں، اور اِس سے زیادہ حیرت مجھے اُس وقت ہوئی کہ جب اُس کے حاشیہ نشینوں نے ایک زوردار قہقہہ لگا کر اُس کی تائید وحمایت کی۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اِنسان کا شعور اتنا کامل خلق ہی نہیں فرمایا گیا کہ وہ ہر بات کی حقیقت کو سمجھ سکے، میں اکثر اپنے دوستوں میں یہ بات کرتا ہوں کہ انسانی شعور اتنا ناقص ہے کہ وہ اپنی کیفیات یا وارداتِ قلبی کا ادراک اُس وقت تک نہیں کرسکتا جب تک وہ خود اُس کیفیت سے نہ گزرے۔

اس بات کو میں مثال سے واضح کروں کہ ایک ضعیف مستور کا جواں سال بیٹا خدا نخواستہ فوت ہو جائے تو جس دُکھ یا کرب سے وہ ضعیف مستور گزرتی ہے اِس کیفیت کا ادراک کوئی دوسرا آدمی کر ہی نہیں سکتا، ہاں فقط وہی عورت اِس کا دُکھ سمجھ سکتی ہے کہ جو اِس سے پہلے اِس حالت یا کیفیت سے گزر چکی ہو۔

اسی طرح اولاد کی محبت (جو کہ خالق کی طرف سے فطرتِ انسانی میں ودیعت فرمائی گئی ہے) کیا چیز ہے؟ اِسے کوئی بے اولاد یا غیر شادی شدہ آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا تو اسی طرح کی ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں اور ثابت کیا جاسکتا ہے

www.khrooj.com

کہ جو شخص کسی کیفیت یا حالت سے جب تک خود نہ گزرے وہ اُس کا کماحقہٗ ادراک نہیں کرسکتا۔

اب آپ خود اندازہ کریں کہ جب لوگ اپنی تمام کیفیات و احساسات کو سمجھنے پر قادر نہیں ہیں تو وہ روحانیت کو اپنائے بغیر اس کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

اگر بات یہاں ختم ہو جاتی تو پھر بھی اچھا تھا کہ جس بات سے انسان لاعلم ہے وہ اپنی کم علمی کا اقرار کر لیتا اور کہتا کہ یہ بات تو ٹھیک ہے درست ہے مگر میں اپنی جہالت کی وجہ سے اِسے نہیں جانتا۔ باعث تکلیف امر یہ ہے کہ اپنی کم مائیگی یا لاعلمی کا اعتراف کرنے کی بجائے لوگ مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ ہماری روزمرہ زندگی میں ایسی باتوں کا مشاہدہ عام ہے، اور مشاہدہ پر دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہی کچھ سرکارؐ نے فرمایا ہے کہ لوگ جس بات سے لاعلم یا جاہل ہیں وہ اُس کے دشمن ہیں

اِسی پاک فرمان کی تائید مزید کے طور پر تصدیقِ حقیقت کیلئے میں آیۃ اللہ روح اللہ آقائے خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''چہل حدیث'' سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں

وہ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''چہل حدیث'' (اُردو ترجمہ) کی حدیث نمبر 28 کی پہلی فصل میں لقاء اللہ کی توضیح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ

''افسوس یہ ہے کہ ہم لوگ بے چارے طبیعت کے حجاباتِ ظلمانی میں گرفتار ہیں، اُمیدوں اور آرزوؤں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، کھانے پینے یا نکاح

www.khrooj.com

جیسی چیزوں کے علاوہ کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔اگر کوئی صاحب نظر یا صاحب دل ان حجابوں سے پردہ اٹھانا چاہے تو ہم اس کو غلطی اور خطا پر بتانے کے کچھ نہیں کر سکتے۔ اور جب تک ہم عالم ملک کے ظلمانی کنویں میں گرفتار ہیں صاحبانِ معارف ومشاہدات کی کسی چیز کا ادراک کر ہی نہیں سکتے۔

ہمارے دلوں پر توحب دنیا کا غبار اور شہوتوں کی گرد جمی ہوئی ہے اور شہوتوں میں ڈوب جانے کی وجہ سے ہم کبھی تجلیاتِ حق کا آئینہ نہیں بن سکتے اور نہ جلوۂ محبوب کے لائق ہو سکتے ہیں،اور نہ ہی جمال وجلالِ حق کی تجلیات کو سمجھ سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ اولیاء کرام اور اہل معرفت کے کلام کو جھٹلانے لگتے ہیں اور اگر بظاہر تکذیب نہ بھی کریں تو دل سے بہر حال جھٹلاتے ہیں،اور اگر جھٹلانے کا کوئی راستہ نہ مل سکے تو پھر توجیہ وتاویل کے دروازے ضرور کھول دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ معرفت خدا کا دروازہ ہی بند کر دیتے ہیں''

آج سے تقریباً70 برس پہلے ہماری شیعہ قوم میں اپنے وقت کے پاک امام سرکار صاحب العصر والزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف کی معرفت کا عوامی سطح پر بہت ہی فقدان تھا،اُس وقت کے علماء کرام بھی صرف اتنا بتایا کرتے تھے کہ ہمارے بارہویں امام غائب ہیں اور جب خدا چاہے گا تو اُن کا ظہور ہو جائے گا لیکن عوام میں شعور نہیں تھا

اِسی دور میں آقائی وسیدی مرشدی دام ظلہ تعالیٰ نے اپنے امام زمانہ عجل اللہ

فرجہٗ الشریف کی انتظار اور دعائے تعجیل فرجِ آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کا پرچار کرنے کیلئے ایک مشن شروع فرمایا جو کہ شریعت محمدؐی اور دین اسلام کے عین مطابق تھا اور وقت کا تقاضہ بھی تھا، اور تمام قوم شیعہ کا فرضِ اولین بھی تھا

یہ بات عوامی سطح پر سب سے پہلے ہمارے پاک مرشد کریم دام ظلہ تعالیٰ نے ہی فرمائی کہ ہم اپنے امام زمانہ یا امام وقت کی رعیت ہیں اور ہماری گردنوں میں اُس پاک ذات کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی ہم پر واجب بلکہ اوجب ہے

تمام شیعہ قوم کا فرض ہے کہ وہ دورِ غیبت میں اپنے پاک امام زمانہ کا انتظار کریں اور اُن کی جلد تشریف آوری کیلئے دل کی گہرائیوں سے دعا بھی کریں۔

پھر آدابِ دعا میں یہ بات بھی تعلیم فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے

☆یَا أَیُّهَا النَّاسُ کُلُواْ مِمَّا فِیْ الأَرْضِ حَلاَلاً طَیِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (168) سورہ البقرہ

﴿ترجمہ﴾......اے لوگو جو کچھ زمین میں ہے اُس میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

☆وَکُلُواْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّهُ حَلاَلاً طَیِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ (88)

سورہ المائدہ میں اِرشادِ رب العزت ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے حلال اور پاک و پاکیزہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

☆فَكُلُواْ مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ(69)انفال

پس جو کچھ تم نے غنیمت میں پایا اُس میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

☆فَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلالاً طَيِّباً وَاشْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

پس اللہ تعالیٰ نے جو رِزق تمھیں عطا فرمایا ہے اُس میں سے حلال اور طیب کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو، اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو۔ (سورۂ نحل آیہ 114)

اِس لیئے ہمیں چاہیے کہ حکم پروردگارِ عالمین کی اِطاعت کرتے ہوئے ہم حرام خوری سے پرہیز کریں اور ہر اُس چیز کو استعمال کرنے سے اجتناب کریں جس میں حرام یا ناپاک ہونے کا شبہ ہو، تاکہ ہماری دعائیں بارگاہِ رب العزت اور مجیب الدعواۃ ذات کی بارگاہِ قدس میں شرفِ قبولیت حاصل کرسکیں اور ایسا نہ ہو کہ کھانے پینے میں حلال و پاک اشیاء کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے ہماری دعائیں رد کردی جائیں۔

غرضکہ آقائی وسیدی ومرشدی دامہ ظلہ تعالیٰ نے اپنے عقیدت مندوں کو تزکیہ نفس پہ بڑا زور دیا کہ جب تک انسان کا نفس اور باطن پاک نہیں ہوگا تو نہ کوئی اس کی عبادت قبول ہے، نہ دعا مستجاب ہوتی ہے اور نہ روحانی ترقی ممکن ہے۔

اس کی خاطر آقائی وسیدی مرشدی دام ظلہ تعالیٰ نے پچپن برس تک منتظرین امام زمانہ عجلص کی جماعت کو انتظار و دعائے تعجیل فرج کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور

زہدو پرہیزگاری کا درس دیتے رہے اور میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سرکار کے عقیدت مندوں میں جن لوگوں نے آقائی وسیدی مرشدی دام ظلہ تعالیٰ کے اس دستورِ عمل پر عمل پیرا ہوکر اپنی زندگی کو ڈھالا وہ روحانیت کے کمال تک پہنچے ہیں اور اپنے منعم ازل عجل اللہ فرجہ الشریف کی بارگاہ قدسی میں سربسجود ہوئے جن میں کچھ لوگوں نے خواب میں مشاہدے کیئے اور کچھ خوش نصیب ظاہراً زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔

آمدم برسر موضوع!

دوستو! جن احباب نے اس کتاب ''گوہر روحانیات'' کے عظیم مئولف سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے یا ان کے لٹریچر سے ان کے افکار تک پہنچے ہیں انہوں نے ضرور محسوس کیا ہوگا کہ مولف ہمیشہ اسلامی مکتبہ فکر میں روحانی اقدار کے فقدان کا شکوہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اکثر علماء وعوام الناس مادہ پرستی کی طرف مائل ہیں حالانکہ روحانیت تو ایک ایسا چشمہ ہے، ایک ایسا آبِ حیات ہے، ایسا ماءِ معین ہے کہ جو نفس انسانی کو تمام آلائشوں اور غلاظتوں سے پاک کر کے روح کی پیاس بجھا کر اُسے معرفت وحقیقت سے سیراب کرتا ہے اور وصل کی منزل تک پہنچاتا ہے مگر صرف اُس انسان کیلئے جو روح کی پیاس کو محسوس کرتا ہو، اور روح کی اِس پیاس کو بجھانے کا طلبگار ہو۔

روحانیت کا حصول ہر دین دار کیلئے وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ اس کے حصول کے بعد ہی انسان پر وہ راز منکشف ہوتے ہیں کہ اپنے دین کو قائم رکھنے

www.khrooj.com

کیلئے جن کی آج ہمیں ضرورت ہے،شہنشاہِ معظم سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ......''الفقر فخری'' ......تو وہ فقر یہی ہے کہ ہم سب سے پہلے اپنے نفس کو تمام تر نجاسات سے تزکیات کے ذریعے پاک کریں اور بعد ازاں ریاضات و مجاہدات سے روحانی ترقی کی منازل طئے کرتے ہوئے اپنی معرفت کے درجہ ءِ کمال تک پہنچیں تاکہ کوئی ہمارے دین کو خراب نہ کرسکے،کوئی ہمارا دینی نقصان نہ کرے

یہی کچھ ہمیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلانِ نبوت ورسالت سے بھی بہت پہلے غارِ حرا میں بیٹھ کر سبق عطا فرمایا ہے کہ دین کی حقیقت کا ادراک اُس وقت تک ممکن ہی نہیں ہے کہ جب تک تزکیات وریاضاتِ نفس کے مراحل سے نہ گزرا جائے۔ہم یہ تسلیم کرتے ہیں وہ پاک ذات ''اول ماخلق اللہ نوری'' کا حقیقی مصداق ہیں، ازل سے پاک و طاہر و اطہر ہیں، اور اُن کا پاک نور پروردگارِ عالم کے نور سے مشتق و ماخوذ ہے اور کسی بھی قسم کی نجاست انہیں چھو نہیں سکتی وہ نفسانی آلائشوں سے منزہ اور اعلیٰ و ارفع ہیں، تو پھر انہیں کیا ضرورت تھی غارِ حرا میں جا کر مکہ کے نواح میں خشک پہاڑوں کے شدید موسم میں تزکیات وریاضات کرنے کی۔

حقیقت یہ ہے کہ نورِ لم یزل کیلئے لباسِ بشریت میں ظاہر ہونا ہی سب سے بڑی اور شدید ترین اذیت کا باعث ہوتا ہے،مگر چونکہ وہ ہماری ہدایت کیلئے اِس دنیا میں تشریف لائے تھے اور اُنہوں نے سب کچھ عملاً کر کے دِکھانا تھا کہ کل کو کوئی

شخص یہ نہ کہہ سکے کہ یہ اعمال تو ہم خاکی انسانوں کے بس کا روگ ہی نہیں ہیں، ہم مجبور اور گناہ گار یہ سب کچھ کیسے کریں۔ اِس لیئے آپؐ نے ہر کام کر کے دِکھایا اور اپنے عمل سے ہمیں سکھایا کہ جب تک تمہارا نفس دنیاوی غلاظتوں سے پاک نہ ہو جائے اُس وقت تک تم روحانی مراتب عالیہ حاصل نہیں کر سکتے۔

آج ہمیں یہ تو معلوم ہے اور یاد بھی ہے کہ سرکارؐ کے مسواک کا سائز کیا تھا اور کس درخت کی لکڑی کا تھا، یہ بھی معلوم ہے کہ سلام کرنا سنت ہے، مگر ہمارے نفس پر گناہوں کی جو آلائش آ چکی ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے بدکرداری کے جو پردے یا حجابات حائل ہیں جن کی وجہ سے ہم دین اسلام کے اوامر و نواہی اور ادراکِ معرفت و حقیقت سے کوسوں دور ہیں اُن کا ہمیں ذرہ بھر احساس نہیں ہے۔ وقت کی اسی اہم ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں احساس دِلانے کیلیئے ہمارے پاک مرشد کریم دام ظلہٗ تعالیٰ کے لختِ جگر عالم دہر اور قلندر دوراں جناب السید محمدؐ جعفرؒ الزمان نقوی البخاری نے روحانیت کے طلب گاروں کے سامنے وہ حقائق اور راز افشاء فرمائے کہ جن کی آج ہر انسان کو اشد ضرورت ہے۔

یہاں میں تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں کہ ہمارے مرشد پاک اور اُن کے نورِ نظر لختِ جگر بیٹے بھی ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ دین اسلام کی بنیاد اور اساس شریعت محمدؐی ہے، اور ہر مسلمان کا شعار یا لباس ہے اور کوئی بھی کلمہ گو اِس کے احکامات سے ہرگز ماورئ نہیں ہے چاہے وہ کتنا ہی صاحب عرفان و معرفت

کیوں نہ ہو، اِس بات کی سب سے بڑی اور محکم دلیل یہ ہے کہ شہنشاہِ انبیاء و مرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطلع ولایت و امامت کے بارہویں پاک تاجدار تک سب نے اپنے اقوال وافعال سے ہمیں یہی درس دیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''گوہر روحانیات'' استاذی المکرّم سرکار السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری کی انہی کاوشوں کی ایک کڑی ہے جو انہوں نے اپنے روحانیات کے شاگردوں کے درمیان خطابات فرمائے تھے جن کی ویڈیوز ہمارے پاس موجود تھی جس کو لفظ بہ لفظ لکھنے میں جناب سید یحیٰ حسن رضوی آف فیصل آباد، جناب طیار مہدی خان صاحب ایڈووکیٹ آف ملتان اور علی رضا صاحب نے میری اعانت فرمائی اور اپنی محنت شاقہ سے اُستاد گرامی القدر کی تمام گفتگو کو لکھا جو کہ اُن کا ایک کارنامہ ہے اور میں اُن کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

تحریر کردہ اس مسودہ کی تلخیص وترتیب کیلئے جس شخص نے اِس ناچیز کی مدد کی ہے اُن کا میں جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے اور میں حق ادا نہیں کرسکتا جناب پرنسپل پروفیسر میاں شمیم اعجاز صاحب (آف شاہ صادق نہنگ، ضلع جھنگ) کا کہ جنہوں نے اُس تحریر کو ایک کتابی شکل میں تحریر کرتے ہوئے مجھ پر احسانِ عظیم کیا ہے، مولائے کائنات اُن کو اجرِ عظیم عطا فرمائیں اور اپنے ظہور وخروج کی ابدی خوشیوں سے نوازیں۔ میں حقیر تو صرف دعا ہی دے سکتا ہوں اِن کے علاوہ میں اس کتاب کی اشاعت کے لئے جناب سید مظہر حسینؒ موسوی صاحب کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں

www.khrooj.com

دعا ہے کہ وہ وقت فوراً سے پہلے آئے کہ محمدؐ و آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کے پاک گھر میں خزاں نا آشنا ابدی بہار آئے، ہمارے شہنشاہِ معظم حجت اللہ فی العالمین کا اِس دنیا میں اظہار و خروج ہو، اور اِن سب کو مولا پاک کی ابدی اور دائمی خوشیاں دیکھنا نصیب ہوں۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

احقر العباد......فقیر

www.khrooj.com

www.khrooj.com

یَا مولاَ کَرِیمؑ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهٗ وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَیْکَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

پہلا خطاب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ وَ عَجِّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدؐ

اَعُوذُ بِاللّٰهِ القَوِیِّ العَلِیِّ العَظِیمِ مِنَ الشَّیطٰانِ الْغَوِیِّ الشَّقیِّ الرَّجِیمُ

بِسۡمِ اللّٰهِ الوَفِّیِّ الکَریمُ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذیِ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَداً وَلَمۡ یَکُنَّ لَهُ شَریک فِی المُلكِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَهُ وَلِیّ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرهُ تکبِیراً وَالصَّلٰواةُ وَالسَّلاٰمُ عَلیٰ سَیِّدِ الاَنبِیٰاء وَالۡمُرۡسَلِینُ وَعَلیٰ آلِهِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ المَعۡصُومِینَ المَظۡلُومِینَ الَّذِینَ اَذۡهَبَ اللّٰه عَنۡهُمُ الرِّجۡسَ وَ طَهَّرَهُمۡ تَطۡهِیرًا وَ خُصُوصاً عَلیٰ حُجَّةُ اللّٰهُ فِی العَالَمِین عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجهُ الشَرِیف۔اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالی فی کِتَابِهِ المَجِید☆سُبۡحَانَ الَّذِیٰ خَلَقَ الۡأَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الۡأَرۡضُ وَمِنۡ أَنفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُونَ

ہماری آج کی نشست میں ہمارا موضوع ''روحانیت'' ہے

آج کا جو ماحول ہے اس میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے علماء اور خطیب اپنے

اپنے مسائل میں اِس قدر اُلجھے ہوئے ہیں کہ انہیں اپنے حقائق کی طرف توجہ دینے کی بھی فرصت نہیں ہے، ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دنیا بڑی برق رفتاری سے سفر کر رہی ہے ترقی کی راہ پر دوڑ رہی ہے اور مادیت کی رو میں بہتی چلی جا رہی ہے۔

دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ مساجد کی کثرت ہے جگہ جگہ مسجدیں بن رہی ہیں، امام بارگاہیں بن رہی ہیں، دینی مراکز میں اضافہ ہو رہا ہے، خطیب و علماء بڑھ رہے ہیں، مقررین اور واعظین میں اضافہ ہو رہا ہے، لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارے درمیان باہمی نفرتیں بڑھ رہی ہیں، اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر روحانیت کا فقدان ہے، اب مسئلہ جس پر ہمیں غور کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے جو جملہ فسادات ہیں یا نفرتیں ہیں تو ان کا علاج کیا ہے؟

اس کا علاج صرف یہ ہے کہ ہم روحانیت کی طرف دوبارہ توجہ دیں، ہم اولیاء کرام کے دین کو اپنائیں، کیونکہ اولیاء کرام کا دین ہی فقراء وانبیاء کرام کا دین ہے اور یہ دین روحانیت ہے، اس میں کوئی بات غیر مشاہداتی نہیں ہوتی۔ اولیاء کرام کا دین ایک طرح سے دین کی لیبارٹری ہے۔

جیسے ہم سائنس میں اگر ٹیسٹ کرنا چاہتے ہیں کہ H_2O سے پانی بنتا ہے تو لیبارٹری میں جا کر ٹیسٹ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح اپنے نظریات کو ٹیسٹ کرنے کیلئے ہمارے پاس واحد لیبارٹری اولیاء کرام کا دین ہے جو روحانیت پر مبنی ہے۔

آمدم بر سرِ مطلب

خالق کائنات نے قرآنِ کریم کی سورہ یٰسین میں ارشاد فرمایا کہ

☆سُبۡحَانَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ......(36)

یاد رہے کہ یہی وہ آیت ہے جو ہمیں روحانیت کی بنیاد فراہم کرتی ہے کہ روحانیت کیا ہے، اور اولیاء کرام کا دین کیا ہے؟

ویسے تو پورے کا پورا قرآن کریم روحانیت پر مبنی ہی ہے مگر خاص طور پر مذکورہ بالا آیت ہمیں روحانیت کی بنیاد فراہم کرتی ہے، خالق نے فرمایا کہ

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں، اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو زمین پر چلنے والے ہیں، اور کچھ جوڑے نفسی ہیں،

''و مما لا یعلمون'' اور کچھ ایسے جوڑے ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت میں جو بات بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان تین چیزوں کا مرکب ہے پہلا جسم ہے جو زمین پر چلنے والا ہے، دوسرا نفس ہے، اور تیسری چیز روح ہے اور اِسی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اِسے کوئی نہیں جانتا۔ اب اِن تینوں چیزوں کا بقدرِ ضرورت تجزیہ کرتے ہیں تاکہ بات کی حقیقت تک پہنچا جا سکے

انسان تین چیزوں سے بنا ہوا ہے، پہلی چیز جسم ہے، دوسری چیز نفس ہے، اور تیسری چیز روح ہے۔ جسم کیا ہے؟ مادیت، جماداتی ہے، جامع ہے، میٹریل کا

ہے اور چونکہ مادہ میں اپنے طور پر کوئی حرکت نہیں ہوتی چنانچہ یہ ایک مردہ محض ہے۔

اب روح کیا ہے؟ روح ایک کامل زندگی ہے، نہ مرنے والی حیات ہے، مکمل زندگی ہے، جبکہ جسم مکمل موت ہے، روح سراسر بلندی ہے، جسم سراسر پستی ہے، روح سراسر لطافت ہے، جسم سراسر کثافت ہے، ان دو متضاد چیزوں کو ملانے کیلئے ایک تیسری چیز کی ضرورت ہے

مثلاً کمرہ کی یہ چھت بلندی ہے، زمین پستی ہے، اب اس پستی کو بلندی سے ملانے کیلئے ایک چیز چاہیے جس کا ایک سرا چھت سے ملا ہو اور دوسرا سرا اس پستی یعنی زمین سے ملا ہو تو پھر وہ رابطہ پیدا ہو جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح خالق نے ایک قانون بنایا ہے جو روح ہے وہ سراسر بلندی ہے، جو جسم ہے وہ سراسر پستی ہے، ان کو ملانے کیلئے ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو بلندی سے متصل ہو تو بلندی نظر آئے، اور جب پستی سے متصل ہو تو پستی نظر آئے، تو اس کا نام ''نفس'' ہے۔

اس کو سمجھنے کیلئے ہم اپنے جسم سے ایک مثال تلاش کرتے ہیں، انسانی جسم میں گوشت بھی ہے اور ہڈیاں بھی ہیں، اب گوشت کیا ہے؟ یہ بالکل پلپلا سا اور نرم ہے، اس میں سختی نہیں ہے، دوسری طرف ہڈی ہے تو وہ سراسر کثافت ہے، اس میں کوئی نرمی یا لچک نہیں ہے، اب یہ دو چیزیں یعنی نرمی اور سختی آپس میں مل نہیں

سکتی تھیں، تو اس کیلئے خالق نے ایک نظام ایجاد کیا یعنی ایک تیسری چیز رکھ دی جس کا نام اعصاب ہے یعنی پٹھے۔ اعصاب کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ گوشت سے ملتے ہیں تو گوشت کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب وہ ہڈی سے سے ملتے ہیں تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہڈی ہے۔

یہ خالق کا نظام ہے کہ ایک سراسر بلندی ہے، ایک سراسر پستی ہے، اس بلندی اور پستی کو جوڑنے کیلئے خالق نے درمیان میں نفس رکھ دیا، جسم سراسر موت ہے، روح سراسر حیات ہے، اب ان کے درمیان میں موت اور حیات کو جوڑنے والا ایک ٹوچین ہے جس کا نام ہے نفس۔ خالق نے اپنے کلام مقدس میں کسی مقام پر نہیں فرمایا کہ ''کل جسم ذائقة الموت'' اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ ''کل روح ذائقة الموت'' بلکہ خالق نے یہی فرمایا ہے کہ ''کل نفس ذائقة الموت'' کہ ہر نفس کیلئے موت کا ذائقہ ہے، یعنی اِسی نفس نے مرنا ہے

انسان کی موت کیا ہے؟ یہ ٹوچین ٹوٹ جاتا ہے، جو پستی ہے وہ یہیں رہ جاتی ہے اور جو بلندی ہے وہ اوپر چلی جاتی ہے، تو موت کا فلسفہ یہ ہے کہ بدن اور روح کے درمیان جو ٹوچین ہے کلپ ہے اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو اِس گفتگو سے ثابت ہوا کہ انسان تین چیزوں سے بنا ہوا ہے...... ایک بدن، دوسرا نفس اور تیسری روح۔

روحانیت کو سمجھنے کیلئے اس کے تزکیات کے مراحل ہوتے ہیں یا دیگر اس کے

متعلقات ہیں ان کو سمجھنے کیلئے ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ

''مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔اس پر ہم پھر کبھی بات کریں گے

اب جس بات پر ہم آ گے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ جب کوئی روحانیت کے میدان میں نئے سرے سے وارد ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روحانیت کے مبدے کتنے ہیں، اس کے سورسز اور بنیادیں کتنی ہیں؟ روحانیت کے طالب علم کیلئے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ روحانیت کے مبدے یا مخزن کتنے ہیں

کلام اِلٰہی میں ارشادِ قدرت ہے کہ

☆کَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّيِّيْنَ ()وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ()كِتَابٌ مَّرْقُومٌ......(سورہ المطففین 20)

تمہیں معلوم ہے کتاب ابرار جو ہے وہ علیین میں ہے،کون جانتا ہے کہ علیین کیا ہے؟ یعنی کسی کو علم نہیں ہے، وہ ایک کتابِ مرقوم ہے، یہاں ابرار سے مراد اہل حق ہیں۔

اب دوسری طرف اُسی سورہ میں ارشادِ رب العزت ہے کہ

☆ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّيْنٍ()وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّيْن ()كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ......(سورہ المطففین 9)

تمہیں معلوم ہے کہ کتابِ فجار (یعنی وہ لوگ جو مومن نہیں یعنی بدکار ہیں) ان کا نوشتہ (ان کی کتاب) سجین میں ہے اور کون جانتا ہے کہ سجین کیا ہے؟ وہ ایک کتاب مرقوم ہے، ایک نوشتہ ہے، یا ایک رقم شدہ چیز ہے۔

یہاں جو لفظ استعمال ہوا ہے (مرقوم) اس سے مراد ڈاٹس (Dots) ہیں یعنی نقطے، جدید سائنس کہتی ہے کہ ہمارا کمپیوٹر نظام بھی زیرو اور ون سے بنا ہے اور وہ جو امیج بناتا ہے ڈاٹس میں بناتا ہے، اس لئے ہر وہ چیز جس میں ڈاٹس (Dots) فٹ آئیں گراف بنائے کوئی تصویر یا الفاظ بنائے تو اسے مرقوم کہا جاتا ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ صاحبانِ عرفانیات وروحانیات بخوبی یہ سمجھتے ہیں کہ علیین روحوں کیلئے ایک مادۂ تخلیق ہے۔

علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں اور بہت سے علماء نے کتب اربعہ میں تحریر کیا ہے کہ مولا امام محمدؐ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم اور جو ہمارے شیعہ ہیں ان کی طینت علیین سے تعلق رکھتی ہے، ان کا مبدہ یا ماخذ علیین میں سے ہے۔

مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو مزید واضح فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے ہمارے اجسادِ طاہرہ کو علیین سے خلق فرمایا ہے اور ہماری روحوں کا جو(Material) ہے یا مواد ہے وہ تو بہت ہی بلند ہے۔

واضح رہے کہ یہاں خاندانِ الٰہیہ قدسیہ کے جسموں کی بات ہو رہی ہے کہ

خاندان پاک کی ذوات مقدسہ کے اجسام کا(Material) علیین کا ہے، اور جو مومنین ہیں ان کی روحوں کا(Material) علیین کا ہے۔

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوا کہ مومنین کی روح جتنی لطیف ہے اتنا لطیف اُن ذوات مقدسہ کا جسم ہے، یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر ہم پھر کبھی بات کریں گے

ہم اس بات کی طرف آرہے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مومنین کی روحوں کو جو تخلیق کیا گیا تو اس تخلیق کا بنیادی مواد(Basic Material) علیین ہے

اب دوسری طرف کیا ہے؟ فرمایا جو کتابِ فجار ہے یا جو غیر مسلم ہیں ان کی روحوں کا میٹریل سجین ہے۔

یعنی روحوں کی تخلیق کے بنیادی طور پر دوقسم کے مواد یا(Material) ہیں

نمبر 1 ......علیین نمبر 2 ......سجین

جو علیین سے خلق ہوئے وہ ابرار ہیں اور جو سجین سے خلق ہوئے ہیں وہ فجار ہیں

اور آپ کی معلومات کیلئے عرض کرتا چلوں کہ روحوں کے (Material) اور بھی ہیں، ان کا تعلق ہماری روحانیت سے نہیں ہے، مثلاً روحِ ناری، ابلیس بھی روح رکھتا ہے، اور جنات بھی، ملکوت بھی اور روح القدس بھی ......تو یہ تمام روحیں مختلف(Material) کی ہیں۔

ہم یہاں صرف انسانیت کی بات کر رہے ہیں، انسان ایک نیگیٹو (Negative)

ہے اور ایک پازیٹو (Positive)......منفی انسان کے روح کی طینت سجین میں سے ہے اور پازیٹو(Positive)انسان جو ابرار ہیں ان کی روح کی طینت علیین ہے

اب جبکہ یہ پتہ چل گیا کہ عالم انسان کی ارواح کے مادۂ تخلیق دو ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ روحانیت سے تعلق رکھنے والے علم بھی دو ہیں۔

جب یہ ارواح تخلیق ہوگئیں تو ان کیلئے ایک سٹور کی ضرورت تھی جس میں انہیں رکھا جائے، تو وہ عالم امر تھا، عالم امر کے پھر دو حصے بنائے گئے، پارٹیشن (Partition) کی گئی، ایک حصے کا نام علیین قرار پایا اور دوسرے کا سجین۔

واضح رہے کہ عالم امر پر حکومت ہمیشہ صاحبانِ امر کی ہوتی ہے، یہاں میں ایک بات آپ کے سامنے عرض کروں کہ جب حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ آپ فرمائیں روح کیا ہوتی ہے؟

تو خالق نے قرآن پاک میں اس سوال کا جواب دیا فرمایا کہ روح امر ربی سے ہے یعنی عالم امر سے تعلق رکھتی ہے تمہیں اس کا بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے، تو اس کا تعلق عالم امر سے ہوگیا، اب روح نے عالم امر میں ایک دو تین چار پانچ دن نہیں رہنا بلکہ ہزاروں سال رہنا ہے، خالق نے ارشاد فرمایا کہ پاکیزہ اور نورانی روحوں کو ہم نے علیین میں رکھا ہوا ہے، اور نیگیٹو (Negative) روحوں کیلئے جو سٹور ہے وہ سجین ہے، ارواح کیلئے پورے عالم امر میں علیحدہ علیحدہ

پارٹیشن کی گئی ہے۔

ہر زمانے کا جو صاحب الامر ہے، عالم امر میں ان کا ایک قصر شاہی ہوتا ہے جب بھی کوئی سیلانی یا روحانی کسی کی روح کو باہر نکال کر عالم امر میں لے کر جاتا ہے تو جسے وہ ملنا چاہتا ہے یعنی جن کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہے تو ان کے قصر شاہی کی طرف لے کر جائے گا۔ مثلاً آپ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتے ہیں تو روحانی آپ کو اس مقام پر لے جائے گا جہاں ان کا قصر شاہی ہے

قصر شاہی کے دروازہ پر کھڑا کر دے گا کہ ہاں بیٹے اب منزل پر آ گئے ہو، اب آگے دستک دے کر خود اجازت لے لو، اجازت مل جائے تو زیارت کر لینا، نہیں تو دہلیز چوم کر واپس آ جانا۔

اسی طرح ہر زمانے کے امام کی علیحدہ رعایا (ارواح کا سٹور) اور علیحدہ ملک ہے اس کی تشریح کیلئے میں عرض کرتا ہوں کہ سن 10 ہجری سے 40 ہجری تک کا جو دور ہے اس میں شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام ظاہراً صاحب الامر رہے، تو اس زمانہ میں جتنی روحیں آئیں وہ ان ہی کے ایریا سے نازل ہوئیں اور ان ہی کے ملک میں واپس چلی گئیں، اس مخلوق کا سوال و جواب بھی ان ہی کے حوالے سے تھا

اسی طرح 40 ہجری سے 50 ہجری تک کا دور مولا امام حسن علیہ الصلواۃ والسلام

کا ہے، اس عرصہ میں جتنی روحیں آئیں وہ ان کے سٹور سے آئیں اور ان ہی کی مملکت میں واپس چلی گئیں۔

اسی طریقہ سے ہر امام کیلئے وہاں علیحدہ سلطنت ہے ان کا ایک کیپٹل (Capital) ہے اس میں ان کا ایک قصر شاہی ہے اور وہاں جا کر زیارت کی جاتی ہے۔ یہ مقام بروز ہے اور مقام بروز عالم امر میں ہوتا ہے، مقام بروز وہ مقام ہوتا ہے کہ جہاں جا کے زیارت کی جاتی ہے، اس پر ہم بعد میں روشنی ڈالیں گے۔

اب عالم امر میں دونوں دھڑوں یعنی علیین والوں اور سجین والوں کیلئے دربار عام و خاص لگتا ہے، چاہے دوست ہے، چاہے دشمن، وہاں مالک کی زیارت کرتے ہیں

علیین والوں کیلئے دربار خاص ہوتا ہے، وہاں وہ مولا کی زیارت کرتے ہیں، ان کی بزم میں بیٹھتے ہیں، ان کے قیام سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ان کے انوار کا مشاہدہ کرتے ہیں، زیارت کرتے ہیں تو وہ ایک جنت کی مثال ہوتی ہے جس میں وقت ہی وقت ہے، دیدار کی جنت ہے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ وہاں جو مومنین ہوتے ہیں ان کی آپس میں دوستیاں اور تعلقات ہوتے ہیں جو ایک محور میں ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں

اس دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں جو پہلی ہی نظر

www.khrooj.com

میں آپ کو اٹریکٹ (Attract) کرتا ہے، جانا پہچانا لگتا ہے جبکہ آپ زندگی میں پہلی مرتبہ اس کو مل رہے ہوتے ہیں

آنکھ کہتی ہے کہ دیکھا ہے تمہیں ایک نظر
دل یہ کہتا ہے کہ صدیوں سے شناسائی ہے

تو یہ ایک ایسی صورتِ حال بن جاتی ہے کہ ہمارا یہ شعور اُسے نہیں پہچان رہا ہوتا، ہمارے لاشعور میں جو روح بیٹھی ہوئی ہوتی ہے وہ اس کو پہچان رہی ہوتی ہے کہ یہ تو وہاں میرا ساتھی رہا ہے۔ سجین والوں کو بھی وہاں دیکھا ہوا ہوتا ہے، بعض اوقات ایک انجانے آدمی کو دیکھتے ہی نفرت ہو جاتی ہے۔ یہ نفرت اس دنیا کے کسی برے سلوک کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ یہ عالم امر کے کسی برے سلوک کا نتیجہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس آدمی سے نفرت ہو جاتی ہے اس کے پاس بیٹھنے کو جی نہیں کرتا تو وہاں دوستیاں بھی ہوتی ہیں اور دشمنیاں بھی۔

جیسا کہ ابن ابی عمیر کے بارے میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ وہ یمن کا رہنے والا تھا۔ جب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کوفہ میں قیام پذیر تھے تو اس زمانے میں یمن میں ابن ابی عمیر کے سامنے جناب سلمان فارسی کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ نام سن کر مجھے اچھا لگتا ہے، پھر وہ یمن سے کوفہ آئے اور مسجد کوفہ میں جناب سلمان علیہ السلام سے جونہی ملاقات ہوئی تو کہا میں پہلے بھی آپ سے ملا ہوں اور پھر ان کا عالم امر کا حافظہ لوٹ آیا تو انہیں یاد آیا کہ وہاں روز

ازل جب اقرار ولایت لیا جا رہا تھا تو دونوں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں مل کر لبیک لبیک لبیک کہہ رہے تھے۔ (خلاصہ)

تو یہ ہمارا حافظہ وہاں رہ جاتا ہے مگر کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو روحانیت میں اتر جاتے ہیں تو ان کا حافظہ بھی یہاں لوٹ آتا ہے، وہ پہچانتے ہیں کہ کون ہمارے ساتھ تھا، کون نہیں تھا، کون دوست تھا اور کون دشمن۔

جس منزل کی طرف میں بڑھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ وہاں کی دوستیاں اور دشمنیاں جو بھی ہوں، اس کے بعد مالک پاک کے آرڈر سے ہر آدمی کی روح وہاں الگ کی جاتی ہے اور اسے بائی آرڈر (By Order) اس دنیا میں بھیجا جاتا ہے، یہ ایک بڑی عجیب بات ہے کہ جب روح وہاں سے چلتی ہے تو اس کے ساتھی اسے اس دنیا تک چھوڑنے کیلئے آتے ہیں۔ جب اس روح کی واپسی ہوتی ہے تو اس کو لینے کیلئے بھی اس کے ساتھی آتے ہیں، یہ ایک کلیہ ہے اور آن دی ریکارڈ بات ہے اور مشاہدات سے بھی گزری ہوئی بات ہے

جیسا کہ عالم ربانی آغا جان زنجانی کا مشہور واقعہ ہے یہ آیت اللہ آغا حسن ابطحی کے استاد ہیں اور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں، عالم خواب کا نہیں بلکہ بیداری کا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر کے پیچھے ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا، میرے پڑوس میں کچھ لوگ رہتے تھے جن کے گھر کی پچھلی کھڑکی باغ کی طرف تھی، اندھیری رات

تھی اور رات کو میں باغیچہ میں عبادت کیلئے گیا، میں نے دیکھا پڑوسیوں کے گھر کی پچھلی کھڑکی کے ساتھ بہت سے جگنو چمک رہے تھے، وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے ہوئے یا اٹھکیلیاں کرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے، اچانک ان میں سے ایک نے کہا اچھا بھئی عابد تو جا رہا ہے اب اس کو الوداع کہنا چاہیے، میں بڑا حیران ہوا کہ یہ کون عابد ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ اس کے بعد یہ ہوا کہ اچانک ایک جگنو ان میں سے علیحدہ ہوا اور بجلی کی چمک کی طرح کھڑکی کے شیشے کو عبور کرتا ہوا گھر کے اندر چلا گیا باقی جو تھے وہ سب واپس آسمان کی طرف چلے گئے۔ تو ایک عابد نے یہاں اس دنیا میں آنا تھا۔ دوسرے اس کو یہاں پہنچانے کیلئے آئے تھے۔ وہ کہتے ہیں اگلے دن میں نے اس گھر جا کر پتہ کیا کہ کیا صورتِ حال ہے؟ پتہ چلا کہ یہاں ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا تھا اور وہ امید سے تھی وقت پورا ہوا اور بچہ پیدا ہوا۔ گھر والوں نے اس کا نام عابد رکھا تو وہ عابد کی روح تھی جسے پہنچانے کیلئے اس کی ساتھی روحیں آئی تھیں۔

دو سال گزر گئے ایک شب پھر انہوں نے اپنے باغیچہ میں دیکھا کہ جگنو اکٹھے ہیں اور آپس میں کھیل رہے ہیں، ایک جگنو نے کہا آج عابد آ رہا ہے، واپس آ رہا ہے۔ وہ بڑے حیران ہوئے پھر کیا دیکھتے ہیں کہ کھڑکی میں سے ایک جگنو باہر نکلا۔ باہر والے سب جگنو اسے مل رہے تھے، پیار کر رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر

میں وہ سب واپس چلے گئے، اتنے میں گھر کے اندر سے رونے کی آواز آئی کہ عابد فوت ہوگیا ہے وہ بیمار تھا اب فوت ہوگیا......تو روحیں پہنچانے بھی آتی ہیں اور لینے بھی۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اس دنیا میں انسانی روح کو بائی آڈر (By order) آنا ہوتا ہے، اور بظاہر اُسے ایک مادی کیپسول میں بند کر کے بھیج دیا جاتا ہے، یعنی روح پر مادیت کا ایک کیپسول جسم کی صورت میں چڑھا دیا جاتا ہے، اسے یاد نہیں ہوتا کہ وہاں اس نے کیا دیکھا ہوا ہے، اس کی میموری ریکور (Recover) نہیں ہوتی، وہ جدا ہوکر اس دنیا میں آجاتا ہے۔

اب جتنے قسم کے درد ہیں سب کی بنیاد یا وجہ جدائی ہے، جسم میں سوئی چبھونے سے درد ہوتا ہے یہ درد کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ دو سیل (cell) جو آپس میں جڑے ہوئے تھے وہ جدا ہوئے ہیں، جب جسم پر زخم لگتا ہے تو درد ہوتا ہے وجہ یہی ہوتی ہے کہ جسم کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے جدا ہوتا ہے اور پھر جسم میں درد ہوتا ہے۔

باطنی درد کی بنیاد بھی جدائی ہے، ایک انسان کا بیٹا فوت ہوتا ہے یعنی بیٹا اس سے جدا ہوکر چلا جاتا ہے تو اس کے دل میں درد پیدا ہوتا ہے، ایک آدمی کا جب مال کھو جاتا ہے تو وہ روتا ہے، بیقرار ہو جاتا ہے اس کے دل میں درد ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر درد کی بنیاد جدائی ہے، جدائی ایک ایسا پاورفل احساس ہے جو

ہزاروں سمندروں کی تہہ میں سے نکل آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ایک بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو سب سے پہلا احساس یا لاشعوری طور پر سب سے پہلے جس چیز کو وہ دریافت کرتا ہے وہ احساس جدائی ہے، اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ اُس بزم قدسی سے یا اُس جنت وصال سے یہاں آ گیا ہے ایک بڑی جنت کو کھو دیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اسے احساسِ جدائی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی رونا شروع کر دیتا ہے، جس بچے کو یہ علم ہو کہ میں نے فوری طور پر واپس جانا ہے تو وہ اس دنیا میں آ کے روتا نہیں ہے، اسے تسلی ہوتی ہے کہ میں نے جلد ہی واپس چلے جانا ہے، اسی لئے کہتے ہیں کہ پیدا ہونے پر جو بچہ نہ روئے وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے گا اور جو روئے گا سمجھو وہ کچھ وقت قید لے کر آیا ہے۔ کافی عرصہ پہلے میں نے اِسی خیال کو ایک شعر کے پیرائے میں یوں بیان کیا تھا

میں وہ مولود ہوں رونا ہی ہے جس کا جینا
مر ہی جاتا ہے وہ بچہ جو نہیں روتا ہے

اسی لئے کہا گیا ہے کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے، زندان ہے اور وہ قید کاٹنے کیلئے یہاں پہنچا ہے۔ وہاں پر تو وہ مولا پاک کی بزم میں تھا، اس ذات پاک سے شناسا تھا، لب ولہجہ، گفتگو اور رخ انور سے واقف تھا، آج بھی مومنین جب عالم خواب میں اُن ذواتِ متعالیات میں سے کسی بھی شہنشاہ علیہ الصلواۃ

والسلام کی زیارت کرتے ہیں تو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ یہ کون ذات پاک ہیں، معصومین علیہ الصلواۃ والسلام میں سے کسی شہنشاہ کی زیارت کرتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں یعنی جونہی دیکھتے ہیں تو انہیں پہچان لیتے ہیں کہ یہ میرے مالک پاک ہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

محترم سامعین! اب ذرا توجہ سے میری بات سماعت فرمائیں، ایک اہم بات کرتا ہوں جو ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور اگر کوئی اس پر عمل کر سکے تو خوش نصیبی ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ بچے کا سب سے پہلا احساس، احساسِ جدائی ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں کچھ کھو کے آیا ہوں، میں کچھ مس (Miss) کر رہا ہوں، بچپن ہی سے یہ احساس آدمی کے اندر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ کوئی چیز مس (Miss) کر رہا ہے

اس کے گھر والے اسے کہتے ہیں کہ جب بڑے ہو جاؤ گے تو بڑے ہو کر یہ کام کرو گے، وہ کام کرو گے......تو اس کی بچگانہ سوچ یہ سمجھتی ہے کہ ابھی میں چھوٹا ہوں اور شاید بڑا ہونے کو کھو رہا ہوں یعنی مجھ میں جو کمی ہے شاید وہ یہ ہے کہ میں بڑا نہیں ہوں

اس کی چھوٹی سی معصوم ذہنیت بڑا بننے کا سوچتی ہے وہ بزرگوں کی عینک پہن لیتا ہے بڑوں کے جوتے پہن کر چلنے کی کوشش کرتا ہے، وہ بزرگوں کی نقل کر کے بڑا

بننے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ وہ محسوس کر رہا ہے کہ اس میں جو کمی ہے وہ صرف یہی ہے کہ وہ بڑا نہیں ہے، آہستہ آہستہ وہ بڑا ہو جاتا ہے لیکن وہ کمی بدستور باقی رہتی ہے

وہ گھر میں پیسے کی باتیں سنتا ہے کہ گھر میں پیسہ نہیں فلاں اخراجات ہیں فلاں کا قرضہ دینا ہے اب وہ سوچتا ہے کہ جو کمی تھی وہ شاید پیسے کی تھی یعنی جسے وہ مس کر رہا تھا شاید وہ زرودولت ہے، اب وہ پیسے کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیتا ہے اور اس کے حصول کیلئے سپیڈ لگا دیتا ہے، مالک مہربان ہو گیا تو اسے پیسہ دے دیا، دولت مل گئی، دولت کے حصول کے بعد بھی وہ سوچتا ہے کہ کمی والا جو خانہ تھا وہ ابھی خالی ہے

اب وہ جوان ہے جوانی کا جوش ہے، ہوس جوان ہو رہی ہے کہ اچانک کسی دوشیزہ پر نظر پڑتی ہے، اس پر فدا ہو جاتا ہے، دل کہتا ہے کہ ہاں اسی کی کمی تھی اور اب اسی کو پانا ہی مقصد زندگی ہے، کوئی رکاوٹ ہو تو ماں باپ کو دھمکی دیتا ہے کہ خودکشی کر لوں گا کیونکہ اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا، وہ میرے لئے آکسیجن سے بھی زیادہ ضروری ہے، اس کے ساتھ میری شادی کروا دو۔ اس طرح وہ سارے گھر والوں کو پریشان کرتا ہے۔ اگر قدرت مہربان ہو جائے تو اس کے ساتھ اس کی شادی ہو جاتی ہے، کچھ عرصہ بعد وہ سوچتا ہے کہ وہ جو خانہ خالی تھا وہ تو اسی طرح خالی ہے، یہ تو بلا میرے گلے پڑ گئی ہے، جو کمی تھی وہ اس کی

تو نہیں تھی وہ تو کسی اور چیز کی تھی۔

اب کسی پر خالق مہربان ہو گیا، اس نے دنیا کی سب لذات کو چکھ کر دیکھ لیا، ان سب جھمیلوں کے بعد بھی اس کی کمی پوری نہیں ہوئی تو اس نے سوچا کہ یہ مادی محرومی کی بات نہیں ہے، شاید کوئی روحانی بات ہے، اب وہ نماز اور عبادات کی طرف چلا گیا اس کو مالک پاک کے قرب کی ہلکا سا لمس محسوس ہوتا ہے، وہ روحانی تسکین محسوس کرتا ہے، روح کہتی ہے ہاں اب تمہاری تھوڑی تھوڑی ڈائریکشن (Direction) صحیح ہو رہی ہے، جو قناعت پسند ہوتے ہیں یعنی جو تھوڑے کو بہت سمجھتے ہیں وہ تو پورے عبادات کے ہو کر رہ جاتے ہیں کہ چلو تھوڑا تھوڑا مل رہا ہے

مگر بہت سے لوگ حریص ہوتے ہیں اور اس معاملے میں حریص ہونا مستحسن اور اچھی بات ہے، وہ اکتفیٰ نہیں کرتے اور ہر وقت اسی سوچ میں مگن رہتے ہیں کہ ابھی تک حسرتی منزل کا خانہ خالی ہے۔ لذتِ وصال، دیدارِ محبوب، جلوۂ انوار اور مشاہدات کی منزل تو حاصل ہی نہیں ہوئی۔ اب وہ عبادات سے آگے سفر کرتے ہیں اور عزاداری میں آ جاتے ہیں، معصومؑ فرماتے ہیں کہ ہم مجلس پاک میں موجود ہوتے ہیں، عزادار کی روح کہتی ہے کہ ہاں اب قریب پہنچ گئے ہو، کچھ لوگ مالک پاک کے اس قرب پر مطمئن ہو جاتے ہیں مگر کچھ لوگوں کی یہاں بھی تسلی نہیں ہوتی۔

www.khrooj.com

مجلس پاک میں معصومین علیہم الصلواۃ والسلام اگرچہ تشریف فرما ہوتے ہیں لیکن تھوڑا فاصلہ ہوتا ہے، پردے میں ہوتے ہیں لیکن جب زنجیرزن خون کا ماتم کر رہا ہوتا ہے تو انتہائی قرب ہوتا ہے، اتنا قرب کہ زنجیرزنی کی وجہ سے احساس اذیت بھی نہیں ہوتا۔ کسی نے زنجیرزن ماتمی سے پوچھا تم اتنی بڑی زنجیر چلا رہے ہوتے ہو، تمہیں درد نہیں ہوتا یا اذیت نہیں ہوتی؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں ہر بار یہی کوشش کرتا ہوں کہ مجھے کچھ اذیت محسوس ہو مگر کوئی اذیت محسوس نہیں ہوتی اور میں اذیت چکھنے کیلئے بار بار زنجیرزنی کرتا ہوں مگر کسی قسم کے درد کا احساس نہیں ہوتا، دراصل معصومؑ زنجیرزن کے انتہائی قریب ہوتے ہیں اور ان کا قرب جب روح کو محسوس ہوتا ہے تو احساس اذیت ختم ہو جاتا ہے، اس قرب کے باوجود ایک پردہ تو ہوتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہاں پر بھی اکتفا نہیں کرتے۔ یہ باہمت اور جفاکش لوگ ہوتے ہیں، یہ درمیان والی کسی منزل پر نہیں رکتے، یہ کہتے ہیں کہ جب تک مشاہدہ نہ ہو بات ہی نہیں بنتی۔ مشاہدے کی طرف سفر کرنے والے یہ لوگ نفس کش اور اذیت پسند ہوتے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اس دنیا ہی میں انہیں جنت وصال مل جائے، اس مشن پر کام کرنے والے لوگ روحانی یا طالب روحانیات کہلاتے ہیں وہ متذکرہ جملہ مراحل سے آگے نکلتے ہوئے وصل محبوب کیلئے جدوجہد کر رہے ہوتے ہیں، یہاں سے تزکیاتِ نفس کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

www.khrooj.com

تو آج یہ پتہ چل گیا کہ روح کا بیسک (Basic) مٹیریل (Material) کیا ہے؟ عالم امر کیا ہے؟ اور ہماری اگلی منزل جنت وصال کی ہے کہ ہم ان جاگتی آنکھوں سے اپنے محبوب کی دوبارہ زیارت کریں تاکہ روح کو اطمینان حاصل ہو۔اور ایسا کرنے والے لوگ روحانیین یا طالب روحانیات کہلاتے ہیں۔

ایک بات عرض کرتا چلوں کہ یہ جو دیدار سے محروم لوگ ہوتے ہیں جنہیں اس دنیا میں وصال، دیدار یا مشاہدہ نہیں ہوتا تو ان لوگوں کے بارے میں عرفاء کا یہ قول ہے کہ وہ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ عذابِ الٰہی ہے تو اذیت کیوں نہیں ہوتی جبکہ اسباب اذیت موجود ہیں۔تو اس کی وضاحت کیلئے میں ایک مثال دیتا ہوں جس طرح ڈاکٹر جسم کے کسی حصے کو سن کر کے کاٹ دیتے ہیں اس مثال میں سبب اذیت یعنی کاٹا جانا موجود ہے لیکن سن ہونے کی وجہ سے اس عضو کو کاٹے جانے کی اذیت محسوس نہیں ہوتی۔انسانی جبڑے کو انجکشن لگا کر سن کر دیا جاتا ہے پھر دانت نکال لیا جائے تو کوئی درد محسوس نہیں ہوتا

اسی طرح دیدار سے محروم لوگ عضو شل یا عضو معطل کی طرح ہیں۔نفس اور ہوس نے ان کو سن کر کے رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے ان کو احساس اذیت نہیں ہوتا لیکن آخرت میں یا موت کے وقت نفس اور ہوس کا شکنجہ ٹوٹ جائے گا اور نفسانیت کا اثر ختم ہوگا تو اس وقت احساسِ عذاب یا احساسِ اذیت ہوگا۔اس وقت کفار اور مشرکین جہنم میں بیٹھ کر کہیں گے کہ اے مالک احسان فرما ہمیں موت دے

دے تاکہ ہمیں اِس مسلسل عذاب سے نجات مل جائے۔آخرت میں احساس اذیت اور بڑھ جائے گا کیونکہ وہاں پر بھی حجاب ہوگا اور ظالمین دیدار سے محروم کر دیئے جائیں گے جو اس دنیا میں دیدار سے محروم ہے وہ آخرت میں بھی محروم رہے گا، جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا ان اندھوں کو دیدار تو ہونا نہیں ہے اور وہ جوسن کرنے والا انجکشن ہے وہ بھی ختم ہوجائے گا تو باقی اذیت ہی اذیت رہ جائے گی۔

اسی لئے روحانیین سوچتے ہیں کہ اسی دنیا میں اپنے محبوب کی زیارت سے مشرف ہو جائیں، ان سے واصل ہو جائیں اور دیدار کی جنت تک پہنچ جائیں۔ عام روحانی کا یہی مقصد ہے کہ اپنی ذات کو جنت وصال میں لے جائے اور اسی مقصد کیلئے وہ تزکیاتِ نفس یا ریاضاتِ نفس کرتے ہیں۔

اب میں عرض کروں گا کہ ہماری منزل اس سے بھی آگے ہے۔ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم تزکیات و ریاضات کرتے ہوئے خود جنت وصال میں پہنچ جائیں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جنت وصال یہاں اُتر آئے۔

ہم ایک اجتماعی مشن پر کام کر رہے ہیں جس میں فرد کی ترقی نہیں بلکہ پوری انسانیت کی ترقی کی بات ہے۔ ہمارا مقصد روحانیت یہ ہے کہ ہم کوشش کریں کہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہو جائے۔ شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی حکومت قائم ہو جائے۔ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے انوار یہاں سرعام

دیکھے جاسکیں اور ساری دنیا اس سے استفادہ کرے۔ اسی مقصد کیلئے ہماری روحانیت ہے اور اسی کیلئے ہم سٹرگل (Struggle) یا کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد انفرادی ترقی نہیں بلکہ اجتماعی ترقی ہے، ہم اولین و آخرین کیلئے سٹرگل (Struggle) کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہماری ان ادنیٰ سی کوششوں سے اور مولا پاک کے کرم سے ایک ایسا نظام آ جائے جس میں کوئی محروم نہ رہے، اور وہ ایک ہی صورت ہے کہ ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا ظہور ہو جائے اور آئمہ معصومین علیہم الصلواۃ والسلام کی علیین والی حکومت اس دنیا میں قائم ہو جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مقدس میں فرمایا کہ اپنی عبادات میں یہ دعا کرنا خداوند! تیری جیسی بادشاہی آسمانوں میں قائم ہے اسی طریقے سے دنیا میں قائم ہو جائے۔ آسمانوں میں جس طریقے سے تیری مرضی پوری ہوتی ہے اسی طرح اس دنیا میں بھی تیری مرضی پوری ہو۔ تو یہ ہے ہمارا روحانیات کے حصول کا اصل مقصد اور مدعا اسی بات پر میں آج کی نشست کو اختتام پر پہنچاتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ دعا کرنا چاہیے کہ وہ وصالِ جنت ارضی ہمیں مل جائے۔ آئمہ معصومین علیہم الصلواۃ والسلام کی حکومت قائم ہو جائے۔ ان ہی کا راج ہو اور ان کا انتقام ہو۔

ہماری روحانیت کا واحد مقصد یہی ہے اور اسی کیلئے ہم سب نے مل جل کر کوشش یا

سٹرگل (Struggle) کرنا ہے ہماری آئندہ جونشستیں ہوں گی ان میں تصرفات پر بات ہو گی لیکن جو چیز بھی آپ نے حاصل کرنا ہے اس کا مقصد اپنی ذات نہیں بلکہ وہ ذوات متعالیات ہیں۔تو آئیں ہم سب مل کر ان کی جلد آبادی کی دعا کریں کہ اے ہمارے آقا و مولا پاک! جلد از جلد اِس دنیا میں تشریف لا کر اپنے پاک خاندان کے ہرفرد کو ابدی اور دائمی خوشیوں سے ہمکنار فرمائیں۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

www.khrooj.com

یَا مَولَا کَرِیمؑ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهٗ وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَیْكَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

دوسرا خطاب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ وَ عَجِّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدؐ

اَعُوذُ بِاللّٰهِ القَوِیّ العَلِیّ العَظِیمِ مِنَ الشَّیطٰانِ الْغَوِیّ الشَّقیّ الرَّجِیمُ

بِسمِ اللّٰهِ الوَفِّیِ الکَریمُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ یَکُنْ لَهُ شَرِیك فِی المُلكِ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ وَلِیّ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرہُ تَکبِیراً وَالصَّلٰواۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الَانبِیٰاء وَالْمُرسَلِینْ وَعَلیٰ آلِهِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ المَعصُومِینَ المَظْلُومِینَ الَّذِینَ اَذْهَبَ اللّٰه عَنهُمُ الرِّجسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِیرًا وَ خُصُوصاً عَلیٰ حُجَّةُ اللّٰهُ فِی العَالَمِین عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَرِیف ۔اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالی فی کِتَابِهِ المَجِید☆کَلَّا إِنَّ کِتَابَ الْأَبرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّینَ ()وَمَا أَدرَاكَ مَا عِلِّیُّونَ ()کِتَابٌ مَّرْقُومٌ

ہماری سابقہ نشست میں جس موضوع پر ہماری گفتگو ہوئی تھی وہ یہ تھا کہ روحانیت کے دو مبدے ہیں اس کرہ ارض پر جتنے انسان موجود ہیں یا اس دنیا

میں جتنے انسان رہتے ہیں ان کی روحیں جس مٹیریل (Material) سے تخلیق ہوئی ہیں ان کے مادے دو ہیں جو مومنین ہیں یا صاحب خبر ہیں ان کی ارواح کا مادہ تخلیق علیین ہے اور وہ علیین سے خلق ہوئی ہیں، جو دوسرے لوگ ہیں یعنی غیر صالحین یا غیر مومنین تو ان کی ارواح (روحوں) کا مٹیریل (Material) سجین ہے۔ میں نے اپنی گفتگو میں گذارش کی تھی کہ علیین ہے یا سجین ہے اسے خالق نے کتاب مرقوم کہا ہے، کتاب مرقوم کے معنی ہیں رقم شدہ

رقم کے معنی کیا ہیں؟ اس کا مطلب ہے جو چیز (Dots) سے بنائی جائے نقطوں سے بنائی جائے، کوئی حرف ہو یا خط وہ نقطوں کے تسلسل سے بنتا ہے جو بھی عبارت ہو وہ ڈاٹس (Dots) سے بنتی ہے یعنی چھوٹے چھوٹے نقطوں سے جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا کمپیوٹر سسٹم یا کمپیوٹر کا نظام ڈاٹس سسٹم پر قائم (Based) ہے

نقطوں سے اس کے امیجز (Images) بنتے ہیں، نقطوں سے عبارت بنتی ہے، نقطوں ہی سے Mp3 files، Images files اور Sound files بنتی ہیں، یہ جتنی قسم کی فائلیں بن رہی ہیں ان میں تصاویر یا مویز بھی ہوتی ہیں اور آواز بھی۔ یہ سب کچھ ڈاٹس سے بن رہا ہوتا ہے، ہارڈ ڈسک (Hard disk) میں ہم کوئی چیز فیڈ کرتے ہیں، اس Feeded مواد کو Data اس لیئے کہتے ہیں کہ یہ ڈاٹس سے تیار شدہ ہے

آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ عالم امر کی جو ایک بہت بڑی ہارڈ ڈسک ہے اس ہارڈ ڈسک کی مختلف پارٹیشنز (Partition) ہیں اور جس ہارڈ ڈسک میں روحوں کو فیڈ کیا ہوا ہے اُس کی دو پارٹیشنز (Partition) ہیں، نمبر 1 علیین، نمبر 2 سجین

آج کی نشست میں کچھ نئے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں سابقہ نشست کے حوالے سے میں ان کیلئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی روحیں خلق ہوئیں وہ عالم امر میں رہتی ہیں

مومنین کی روحوں کی بات کریں تو عالم امر میں جو عالم نور ہے اس میں ان کا مقام ہے، یہ دنیا میں آنے سے لاکھوں کروڑوں سال پہلے خلق ہوئیں، اس دنیا میں دو، چار، بیس یا سو سال گزارنے کے بعد پھر یہ واپس عالم نور میں علیین میں چلی جاتی ہیں۔ اب علیین کے دو حصے ہیں

نمبر 1 ...... علیین نمبر 2 ...... اعلیٰ علیین

ہماری یہ خواہش ہوتی ہے اور دنیا سے جانے والے مومن کیلئے بھی ہم یہی دعا کرتے ہیں کہ خالق اسے اعلیٰ علیین میں پہنچا دے کیونکہ یہ مقام انبیاء ہے، انبیاء کی ارواح کا مسکن ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں انبیاء کی روحیں (Feeded) ہیں یا رکھی ہوتی ہیں تو یہ روحیں کہاں سے آتی ہیں؟ علیین سے اور واپس کہاں جاتی ہیں؟ علیین میں

یہ لاکھوں کروڑوں سال کا معاملہ ہے اس دنیا میں تو ان کا ایک لمحاتی نزول یا

اظہار ہوتا ہے جس میں یہ بدن کا شکنجہ اوڑھ کر اس دنیا میں آتی ہیں، اس دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے انہیں جو احساس ہوتا ہے وہ احساس جدائی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ علیین میں یہ روحیں آئمہ معصومین علیہم الصلواۃ والسلام کی پاک محفل میں ہوتی ہیں اس بزم میں رہتی ہیں، وہاں ایک جنت وصال ہے، جہاں ہمیشہ یہ ان کے دیدار سے مشرف رہتی ہیں اور صدیوں مشرف رہنے کے بعد جب انہیں اپنے حاکم کے حکم سے یا(By Order)اس دنیا میں آنا پڑتا ہے تو سب سے زیادہ چبھنے والا احساس جو ان کو ہوتا ہے وہ احساس جدائی ہے، اس دنیا میں آنے کے بعد بچے کے لاشعور میں آتا ہے کہ میں نے کچھ کھویا ہے کچھ مس (Miss) کیا ہے اس لئے وہ روتا ہے جس بچے کو یقین ہو کہ میں نے جلدی واپس چلے جانا ہے وہ بچہ روتا نہیں، اسی لئے بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ جو بچہ رو نہیں رہا وہ زندہ نہیں رہے گا۔

میں یہ باتیں ان افراد کیلئے دہرا رہا ہوں یا (Revise) کر رہا ہوں جو ہماری سابقہ نشست میں نہیں تھے، میں عرض کر رہا تھا کہ روح کو اس دنیا میں (By Order) آنا پڑتا ہے، دنیا میں آنے کے بعد بچہ کسی چیز کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے روتا ہے پھر ماحول میں سے دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میرے پاس کس چیز کی کمی ہے؟

بچپن میں وہ محسوس کرتا ہے کہ چونکہ میں بڑا نہیں ہوں اس لئے وہ بڑا ہونا مس

(Miss) کرتا ہے، بڑوں کی نقل کرتا ہے، بڑوں کے جوتے پہنتا ہے ان کی عینک پہن لیتا ہے، بڑوں کی طرح حقے کے کش لگانے کی کوشش کرتا ہے، یا ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتا ہے، تو بچے یہ سب جو بڑوں کی نقل کر رہے ہوتے ہیں دراصل بتا رہے ہوتے ہیں کہ کوئی کمی ہے جس کو وہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

اب اگلے مرحلے میں بڑا ہونے پر اس کے سامنے دولت، عزت، شہرت، سیاست یا جائیداد وغیرہ ہوتی ہے، اسے ایک اشتباہ رہتا ہے کہ شاید ان چیزوں کی کمی ہے کوئی آدمی دولت کیلئے جان توڑ محنت کرتا ہے تو کوئی شہرت کیلئے، کوئی عزت و وقار حاصل کرنے کیلئے تو کوئی زر زمین کیلئے، کچھ لوگ عورت کے پیچھے دوڑتے ہیں کہ شاید کسی عورت کی کمی تھی اس کیلئے ماں باپ کو دھمکی بھی دے دیتے ہیں کہ اگر فلاں لڑکی سے میری شادی نہ ہوئی تو میں خودکشی کرلوں گا وہ میری زندگی ہے جس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب اگر خالق مہربان ہوگیا اور اس لڑکی سے اس کی شادی ہوگئی تو جو کمی والا خانہ ہے وہ تو ابھی تک خالی ہے، کچھ عرصہ بعد وہ کہے گا کہ یہ تو میں نے ایک عذاب پال رکھا ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح متذکرہ تمام مادی اشیاء کے حصول کے بعد بھی اِس کا کمی والا خانہ خالی ہی رہتا ہے۔

کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس دنیا کو دیکھنے اور سارے ذائقے چکھنے کے بعد

محسوس کرتے ہیں کہ یہ جو کمی ہے یہ مادی نہیں ہے بلکہ کوئی روحانی بات ہے اور وہ عبادات کی طرف چلے جاتے ہیں، عبادات میں قربتاً اِلیٰ اللہ ہوتا ہے، قرب کی ایک لمس محسوس ہوتی ہے کچھ کم حوصلہ یا تھوڑی ہمت والے لوگ قرب کی اسی لمس پر راضی ہوجاتے ہیں اور عبادات میں اٹک جاتے ہیں یا رک جاتے ہیں کہ بس یہی جو قرب کا تھوڑا سا ٹیسٹ (Taste) مل رہا ہے یہ کافی ہے، ان لوگوں میں مزید دوڑنے کی یا آگے سفر کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس پر اکتفا نہیں کرتے وہ سوچتے ہیں کہ ڈائریکشن (Direction) تو صحیح ہوگئی ہے مگر حسرتی منزل ابھی حاصل نہیں ہوئی، وہ عبادت سے آگے سفر کرتے ہوئے، جلوۂ انوار اور مشاہدات کی منزل حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ مالک کا وجود خارجی نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا خالق، ہمارا مالک، ہمارے آئمہ اطہار علیہم السلام کا وجود ہم سے خارج نہیں، ان کی ذات ہمارے اندر موجود ہے، یہ روحانیت کا ایک علیحدہ مسئلہ ہے کہ جو چیز تخلیق ہوئی ہے کیا وہ خالق سے خارج ہوکر خلق ہوئی ہے یا خالق کے اندر ہی پیدا ہوئی ہے؟

اگر وہ لامحدود ہے تو جو کچھ بنا ہے وہ اس کے اندر ہی بنا ہے اس کے خارج میں کچھ نہیں بنا، آپ دیکھیں کہ 1000 فٹ گہرا سمندر ہے اس سمندر کی 500 فٹ گہرائی میں جو قطرہ ہے کیا وہ سمندر سے خارج میں بنا ہے یا سمندر ہی کا حصہ

ہے؟ آپ سمجھ رہے ہیں ناں۔ چونکہ خالق لامحدود ہے اب لامحدود سے کسی محدود چیز کو خارج کردیں گے تو وہ لامحدود کی حد بندی ہوجائے گی۔

کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ انسان یا کائنات کی کوئی بھی چیز عین خالق میں وجود پذیر ہوئی ہے، اس لئے اگر ہم خالق کو دریافت کرنا چاہیں، ڈِسکور (Discover) کرنا چاہیں یا پانے کی کوشش کریں تو ہمیں باہر کا سفر نہیں کرنا پڑے گا۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ خالق ہمارے اندر بھی ہوتا ہے اور باہر بھی جیسے سمندر کے اندر ایک قطرہ ہے تو اس کے وجود کے اندر بھی سمندر ہے اور باہر بھی سمندر چونکہ انسان اپنے اندر جھانکنے میں تھوڑی سی دشواری محسوس کرتا ہے اس کیلئے اسے تزکیاتِ نفس اور روحانیت کے میدان میں اترنا پڑتا ہے جیسا کہ بابا بلھے شاہ نے فرمایا

جا جا وڑیوں مندر مسیتے   کدی اپنے من وچ وڑیا ہی نہیں

تو اپنے من میں اُترنا تھوڑا سا مشکل ہوتا ہے، صاحبان عرفان و معرفت فرماتے ہیں کہ ہمارا مالک ہمارے اندر بھی موجود ہے مگر اس کا ایک وجود خارجی بھی ہمارے سامنے رہتا ہے، ہمارے باہر بھی اس کا ایک وجود موجود ہے۔ ہماری صلاحیتیں کچھ ایسی ہیں کہ جب تک ہمارے سامنے کوئی چیز موجود نہ ہو ہم اس کا ادراک نہیں کرسکتے، اگر ہمارا مالک ایک علیحدہ وجود لے کر ہمارے سامنے موجود نہ ہو تو پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اس کا ادراک کرسکے، پھر کوئی ماں کا لعل

اس کا ادراک نہیں کرسکتا

صاحبانِ معرفت یا روحانیت والوں کا یہ طریقہ کار ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اندر کا سفر کرواتے ہیں، اندر کا سفر کروانے کے بعد پھر باہر کا سفر کرواتے ہیں۔

مثلاً ایک قطرہ جو گولائی میں ہوتا ہے تو اس کو ایک سفر اپنے (Nucleus) یا اپنے مرکز کی طرف کرنا پڑتا ہے اور ایک باہر والا سفر، سمندر جو لامتناہی ہے، اِس چھوٹے سے قطرے میں اس سمندر کا عکس موجود ہے۔

میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں آپ کبھی تجربہ کرلیں آپ کے سامنے ایک بہت بڑا پہاڑ ہو اور آپ اس پہاڑ کو دیکھنا چاہتے ہوں تو ایک تو اس کا ڈائریکٹ ویژن (Direct vision) ہے، آپ براہِ راست اپنے سامنے والے پہاڑ کو دیکھ سکتے ہیں دوسرا طریقہ آپ یہ بھی اختیار کرسکتے ہیں کہ ایک طرف پہاڑ کے رُخ پر ایک آئینہ رکھ کر اس آئینہ میں پہاڑ دیکھ سکتے ہیں، آپ دیکھیں کہ وہ پورے کا پورا پہاڑ اس چھوٹے سے آئینہ میں سما جاتا ہے، اب سمجھ رہے ہیں ناں آپ۔

تو یہ جو پہلا سفر ہوتا ہے اس آئینہ کی طرف ہوتا ہے جس کا رخ اس باہر والے کی طرف ہوتا ہے۔ جب کوئی اپنے من میں اترتا ہے تو وہ اس آئینے میں عکس دیکھتا ہے بلا واسطہ عالم امر کا مشاہدہ نہیں کررہا ہوتا بلکہ آئینے میں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اسی لئے صاحبانِ عرفان ابتدائی ایکسرسائزز (Excercises) میں اتارتے ہوئے پہلا راستہ یہی اختیار کرتے ہیں کہ ڈائریکٹ وِژن (Direct Vision) کروانے کی بجائے آئینہ میں عکس دکھاتے ہیں

ہماری یہ محفل روحانیات کے موضوع پر چل رہی ہے روحانیت کے حوالے سے ایک اور بات آپ سے کرنا چاہتا ہوں کہ جب ایک روحانی، ایک کامل اپنے ساتھ متصل ہونے والے سے روحانیت کا آغاز کرواتا ہے تو اس کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگرد (Student) کو مرتبہءِ مسلمانی تک پہنچائے۔ اب وہ آدمی بے شک کلمہ گو ہے، صاحب ایمان ہے، کتاب پاک پر ایمان رکھتا ہے۔ اسلام اور ایمان کے کوائف اُس میں موجود ہیں لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود ظاہری معنی میں تو ہم اس کو مسلمان کہتے ہیں، مگر روحانیت کے حوالے سے وہ مسلمان نہیں ہے

ہر کلمہ گو جو لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کا کلمہ پڑھ لیتا ہے وہ مسلمان تو ہو جاتا ہے لیکن وہ روحانیت کے مرتبہءِ مسلمانی پر نہیں پہنچتا۔

اب آپ کو یہ بھی سمجھاتا چلوں کہ مرتبہءِ مسلمانی کیا ہے؟

یہ مرشد کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ اپنے طالب علم کو مرتبہءِ مسلمانی تک

پہنچانے کیلئے سب سے پہلے اسے محفل الست میں لے کر جائے، آگے آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ سفر کس طرح کیا جاتا ہے اور یہ مراتب کس طرح طے کئے جاتے ہیں میں آپ کو پہلے تھیوری (Theory) دے رہا ہوں پہلے اسے مکمل (Complete) کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ پھر آپ کو عمل (Practical) تک لایا جا سکے

روحانیت کا یہ اصول ہے کہ اس کا سفر ''**اِقراء**'' سے شروع ہوتا ہے اور ''**قل**'' پر ختم ہوتا ہے یعنی'' اِقـرَاء بِاِسمِ رَبِّکَ '' سے بات شروع ہوتی ہے کہ تلاوت کر یا پڑھ اپنے رب کے نام سے۔ اب جس وقت وہ پڑھ چکے گا تو دوسرے سے کہے گا کہ ''قل هو الله احد'' اب تم کہو کہ اللہ ایک ہے۔

جس شخص کا ''قل'' درست نہیں ہوگا یعنی جو بات ابھی تک وہ خود نہیں سمجھ سکا یا یاد نہیں کر سکا یا نہیں کہہ سکا تو وہ دوسرے کو کیسے سِکھا یا سمجھا سکتا ہے۔

تو مرتبہءِ مسلمانی کیلئے یہ ہوتا ہے کہ ایک روحانی، ایک مرشد کامل اپنے طالب علم کو جب پہلے مراقبے میں اتارتا ہے تو مراقبے میں اُتار کر زمان و مکان سے آزاد کرتے ہوئے اُسے محفل الست میں کھڑا کر دیتا ہے، اسے وہ بزم دکھاتا ہے جہاں خالق کی طرف سے یہ آواز گونج رہی ہوتی ہے کہ ''الست بربکم''۔ کیا میں تیرا رب نہیں ہوں؟ تو یہ بھی کہتا ہے کہ بلیٰ بلیٰ، بیشک بیشک تو میرا رب ہے، اس کو اسی جگہ پر کھڑا کر کے اسی مقام پر کھڑا کر کے جہاں اس نے پہلے اقرار کیا

تھا، پھر اقرار کروایا جاتا ہے کہ تم اقرار کرو کہ اللہ جل جلالہ تمہارا رب ہے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مالک و نبی اور "Immediat God"
ہیں ۔آئمہ ہدیٰ، آئمہ پاک علیہم الصلواۃ والسلام ہمارے "Immediate God" ہیں

تو وہاں اقرارِ ولایت ہے، اس کو اس مقام پر کھڑا کر کے اقرار کروایا جاتا ہے کہ وہاں مالک فرما رہا ہے اور تو اقرار کر رہا ہے، مرشد اس کو یہاں تک جو لایا ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ وہاں سے الست کی صدائیں جو آرہی ہیں وہ بھی خود سن لے اور اپنا اقرار بھی خود کر لے، جس وقت وہ وہاں سے اقرار کر کے آتا ہے تو پھر روحانیاتی حوالے سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ مرتبۂ مسلمانی تک پہنچ چکا ہے

میں نے سابقہ نشست میں ایک بات کی تھی اب اس کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں میں نے یہ کہا تھا کہ روحوں کے دو مبدے ہیں علیین اور سجین جو روحانیت علیین سے تعلق رکھتی ہیں اس کو ہم مثبت روحانیت کہتے ہیں یا روحی روحانیت بھی کہتے ہیں اور جو سجین سے تعلق رکھتی ہے اسے منفی یا نفسی روحانیت کہتے ہیں

Positive spirituality، اور دوسری طرف ...... Negative spirituality

اب یہ روحانیت کی دو شاخیں ہو گئیں ایک کو مثبت یا روحی روحانیت کہتے ہیں اور دوسری کو منفی یا نفسی روحانیت کہا جاتا ہے ۔اب روحانیت کے حامل افراد کی بھی دو قسمیں یا دو گروہ ہوتے ہیں یعنی (Positive spirituality) میں بھی دو طرح

کے روحانی پائے جاتے ہیں اور (Negative spirituality) میں بھی دو طرح کے۔

ایک صاحبانِ روحانیت ناقصہ اور دوسرے صاحبانِ روحانیت کاملہ۔

Positive یا مثبت لوگوں میں بھی روحانیت ناقصہ ہوتی ہے اور Negative میں بھی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں۔ یعنی ادھر Positive میں کامل بھی ہوتے ہیں اور ناقص بھی۔ اسی طرح وہاں منفی روحانیت میں کامل بھی ہوتے ہیں اور ناقص بھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ناقص اور کامل میں فرق کیا ہے ان کی پہچان کیا ہے کہ کون سا روحانی کامل ہے اور کون سا ناقص؟ چاہے وہ (Negative) میں ہے یا (Positive) میں ان کی ایک ہی پہچان ہے کہ جو ناقص ہوتا ہے وہ اپنی ذات اور اپنے مفادات کیلئے کام کرتا ہے اور جو کامل ہوتا ہے وہ اپنی ذات سے ماورئ ہو کر یا بائی پاس (By pass) کر کے اپنے مرکز و مقصد کیلئے کام کرتا ہے۔

منفی روحانیت میں ہمارے پاس ایک مثال موجود ہے ایک سمبل (Symbol) یا علامت ہے وہ کون ہے؟ وہ ہے ابلیس لعن اللہ علیہ، ہمارے سامنے وہ ایک منفی آئیڈیل ہے جس نے اپنے مقصد شر کیلئے اپنی ہر چیز داؤ پر لگا دی ہے اپنی دنیا و آخرت داؤ پر لگا کر جہنم کو گلے لگا لیا ہے مگر اپنے مقصد کو ترک نہیں کیا تو جو آدمی

نیگٹیو سپر چیولٹی (Negative spirituality) کو اختیار کرتا ہے اور اس میں اپنے مفادات شامل کرتا ہے تو وہ ناقص ہے وہ تو برائی کو بھی برے طریقے سے کر رہا ہے اور ابلیس سے بھی بدتر انسان ہے، ابلیس نے تو دنیا و عقبیٰ ہر چیز کو داؤ پر لگا دیا، خالق کی ناراضگی قبول کر لی، پوری کائنات کی لعنت اپنے سر پر اٹھالی لیکن اس نے اپنے مقصد کو ترک نہیں کیا۔

وہ اپنے مقصد کے ساتھ کتنا مخلص یا (Sincere) ہے اسی لئے بعض اولیاء کرام کے کلام میں شیطان کی مدح بھی ملتی ہے کہ وہ کتنا صاحب اعتقاد ہے، وہ باطل پر ایمان لایا تو اس کی خاطر اپنی دنیا و عقبیٰ قربان کر دی۔ دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو اپنے مالک کی خاطر کچھ بھی قربان کرنے کو تیار نہیں۔ وفا سے رُخ موڑ لیتے ہیں ایسے لوگ تو ابلیس سے بھی بدتر ہیں، اسی لئے تو مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانہ میں تو گاڑو کعبہ میں برہمن کو

یعنی وفاداری ہی اصل شرطِ ایمان ہے ترکِ وفا نہیں ہونا چاہیے، وہ مردِ قلندر جو رشتہ وفا استوار رکھتا ہے ہمیشہ برقرار رکھتا ہے، وفا کی بات اس کے ذہن میں بیٹھ جاتی ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہے وہ کامل ہوتا ہے، جو وجوہات خرق، ذاتی مفادات، دولت، شہرت، عورت یا اپنی ذات کے کسی دوسرے کام کیلئے

روحانیت کو استعمال کرتا ہے تو یہ آدمی ناقص ہے، علامہ اقبال اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

زاہد کمالِ ترک سے ملتا ہے مدعا
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

ایک عارف نے بہت خوبصورت بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنت اور جہنم کے کسی اونچے مقام پر کھڑا کر دیا جائے اور وہاں مجھ سے پوچھا جائے، حکم دیا جائے کہ یہ دونوں چیزیں تمہارے سامنے ہیں۔ دائیں طرف جنت ہے، بائیں طرف جہنم ہے اب تم جس طرف چھلانگ لگا دو گے، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے وہیں رہو گے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میں جہنم میں چھلانگ لگا دوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ جہنم میں کیوں چھلانگ لگائیں گے تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ساری زندگی یہ دیکھا ہے کہ میرے مالک و خالق کی رضا میرے نفس کی مخالفت کرنے میں ہوتی ہے جب میرا نفس جنت کو قریب سے دیکھے گا تو فوراً مجھے اکسائے گا کہ کود جا جنت میں، وہاں خوشبوئیں ہیں، باغات ہیں، حوریں ہیں (وغیرہ) سب کچھ ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر جب میرا نفس مجھے وہاں جانے کیلئے اکسائے گا تو میں فوراً سمجھ جاؤں گا کہ میرے مالک کی مرضی یا رضا میرے جہنم میں جانے ہی میں ہے، اس لئے میں فوراً جہنم میں کود جاؤں گا، اب آپ سمجھ گئے ہوں گے

ایک منٹ کیلئے ہم فرض کرلیں کہ مولا پاک کی محبت کے بدلے ہمیں جنت چھوڑ نا پڑے یا جہنم میں جانا پڑے تو کیا ہمیں جہنم کے ڈر سے مولا پاک کی محبت چھوڑ دینا چاہیے؟ یا دوسری کسی سزا کی وجہ سے یہ محبت چھوڑ دیں گے؟ اگر ہم مولا پاک کی محبت والی سائیڈ بہ دل و جاں قبول کرتے ہیں پھر تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں کرتے تو پھر ناقص ہیں

خالق نے اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ جولوگ Negative روحانیت کے حامل ہوتے ہیں اور اس میں کامل ہوتے ہیں انسانی شکل وصورت میں انسانوں میں سے ہوتے ہیں، خالق نے ان کو قرآن کریم میں ایک بڑا منفرد سا نام دیا ہے۔ جو (Negative spirituality) میں ماہر ہوگا، کامل ہوگا، خالق اسے خناس کہتا ہے

☆یُوَسْوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاس مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ

خناس جنات میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ خناس عین شیطان ہوتے ہیں اس کی (Duplicate copy) ہوتے ہیں وہ اپنے منفی مقاصد کیلئے دنیا وعقبٰی کی ہر چیز داؤ پر لگا دیتے ہیں اسی طریقے سے جو مثبت روحانیت میں یہی سوچ لے کر آتا ہے یعنی وہ اپنے مولا کیلئے، اپنے پاک حبیب کیلئے، شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک آلؑ کیلئے دنیا وعقبٰی سے بے نیاز ہوکر روحانیت اختیار کرتا ہے وہ انسان پازیٹو سپرچیولزم (Positive

(spirituality) میں کامل مانا جاتا ہے، اس کو کسی چیز کا لالچ یا طمع نہیں ہوتا، چاہے جنت ہی کیوں نہ ہو یعنی اسے باغ فردوس کا بھی کوئی لالچ نہیں ہوتا۔

اب بات کو ایک مرحلہ اور آگے بڑھاتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ جو لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی پاک آل سے تولیٰ رکھتے ہیں، محبت رکھتے ہیں اور روحانیت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں یا (Advance) کرتے ہوئے ان سے روحانی اتصال حاصل کرتے ہیں تو وہ ولی اللہ ہوتے ہیں اب ولی کے لفظ پر گفتگو کی جائے تو یہ لامتناہی ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ جو ان کے ساتھ خالص ہو جائے اس کو ولی اللہ کہا جاتا ہے۔

آپ دیکھیں شب عاشور کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے سب سے عہد اقرار لے لیا۔ سب کو جانے کا کہا کہ چلے جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ مولا ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ اب سرکارؑ نے فرمایا کہ دیکھو اگر تمہیں ڈر ہو کہ ہم سے جنت چلی جائے گی تو ہم تمہاری جنت کے ضامن ہیں، نیز ہم اس بات کے بھی ضامن ہیں کہ تمہارا آخرت کا ایک حصہ بھی کم نہیں ہوگا تم یہاں سے اپنی جان بچا کر چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اگر ستر 70 مرتبہ ہمیں قتل کیا جائے اور آگ میں جلا کر اڑا دیا جائے اس کے باوجود ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ ہم ہزاروں مرتبہ مر سکتے ہیں، ہزاروں جنتیں آپ پر قربان کر سکتے ہیں لیکن آپ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ تو سرکارؑ نے ان کے جذبے کو خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا

اَلسَّلَامُ عَلَیكَ یَا اَولیَاء اللّٰه

ہم آپ کے جذبوں کو سلام کرتے ہیں اے اللہ کے ولی

تو جوان کیلئے فنا ہو جاتا ہے، اپنی دنیا و عقبیٰ کو فنا کر دیتا ہے تو پھر وہ مقام ولایت پر پہنچ جاتا ہے، ولی ہو جاتا ہے اور پھر سلسلہ وحی شروع ہو جاتا ہے۔ وحی کی چالیس 40 قسمیں بیان ہوئی ہیں جس میں صادق رویاء کو بھی وحی کا ایک جزو قرار دیا گیا ہے کہ سچا خواب وحی کے متبادل ہوتا ہے اور مومن کیلئے ایک تحفہ (Gift) ہے، یہ بھی ایک چھوٹے لیول کی وحی ہے۔ اسی طرح الہام ہے، القاء ہے، تنکیر ہے یعنی وحی کی چالیس 40 قسمیں ہیں۔ اب جس طریقے سے خالق اپنے اولیاء کو وحی کرتا ہے، الہام فرماتا ہے، تنکیر فرماتا ہے، اسی طریقے سے ابلیس بھی اپنے اولیاء شیطانی کو وحی کرتا ہے۔ خالق نے کلام مقدس کی سورۂ انعام میں فرمایا ہے

☆وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَآئِهِمْ کہ شیطان بھی اپنے اولیاء شیطانی کو وحی کرتا ہے تو یہ پتہ چلا کہ وحی کے دو مبدے ہیں، ایک پازیٹو اور ایک نیگیٹو۔ اِدھر سے بھی وحی ہوتی ہے، اور اُدھر سے بھی۔

مرزا غلام احمد نے کہا کہ مجھے بھی وحی ہوتی ہے پتہ نہیں کہاں سے ہوتی ہے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اب یہ خود دیکھنا ہے کہ وہ وحی رحمان سے آ رہی ہے یا شیطان سے؟ آ رہی ہے اس کا انکار ہم نہیں کرتے ......

میں نے بتایا کہ روحانیت کی دو قسمیں ہیں حقا، خیر یہ، جسے روحانیات روحی کہتے ہیں اور دوسری طرف روحانیاتِ باطلہ یعنی شر کی روحانیات یا منفی روحانیات جسے انگلش میں (Negative spirituality) کہتے ہیں، تو خیر اور شر یہ دو قوتیں ہیں جو ہمیشہ برسر پیکار رہتی ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اس پر ہماری نجی نشستوں میں بھی عام طور پر گفتگو ہوتی ہے کہ جب بھی (Negative spirituality) یا شر کی قوت اپنے عروج پر چلی جاتی ہے یعنی تصرفات روحانی میں شر عروج پر چلا جاتا ہے تو اس وقت کسی پازیٹو سپرچیوئل پرسنیلٹی (Positive spiritual personality) کی دنیا میں آمد ہوتی ہے۔

دنیا میں (Negative spiritualism) جب عروج پر ہوگا تو یہ اس بات کا اشارہ ہوگا کہ اب خالق کی طرف سے کوئی نہ کوئی (Positive) آنے والا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے۔

ہمارے برادران اہلسنت و اہل تشیع سب نے اس حدیث پاک پر اتفاق کیا ہے آپ سے جب پوچھا گیا کہ حضور یہ کیا مسئلہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر نبی کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے میرا جو شیطان ہے وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ آگے یہ کس طرح سے ہے؟ اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے ہم اپنے مقصد کی

طرف آگے چل رہے ہیں کہ جب بھی منفی روحانیت اپنے عروج یا نقطہ کمال پر پہنچ جاتی ہے تو اس وقت کوئی پازیٹو سپرچیولسٹ (Positive spiritualist) اس دنیا میں آنے والا ہوتا ہے۔اب ہم اس بات کو ذرا ہسٹری (History) کے حوالے سے دیکھتے ہیں

یہ جو فرعون تھا، نمرود تھا، ہامان، شداد وغیرہ تو یہ جو لوگ تھے ان کے بارے میں کیا خیال ہے کہ یہ صرف ڈکٹیٹر تھے؟ کیا یہ تلوار کے زور پر خدا بنے ہوئے تھے؟ بھئی تلوار کے زور پر کون خدا بن سکتا ہے؟ کوئی آدمی کسی کے اعتقاد کو تلوار کے زور پر نہیں بدل سکتا۔کنپٹی پر ریوالور رکھ کر آپ کسی کے حاکم تو بن سکتے ہیں، بادشاہ تو بن سکتے ہیں، سردار بن سکتے ہیں مگر پیر بھی نہیں بن سکتے، خدا تو خدا رہا۔ اعتقاد کا حصہ بننے کیلئے ضروری ہے کہ آدمی کچھ نہ کچھ مشاہدات و تصرفات کا اظہار کرے، کرامات یا چمتکار دکھائے۔ جب تک ما بعد الطبیعات (Meta physics) میں کام کر کے نہ دکھائے گا تو پیر بھی نہیں بن سکتا خدا و نبی تو دور کی بات ہے، کسی کے اعتقاد میں داخل ہونے کیلئے تصرف ضروری ہوتا ہے، اور وہ بھی روحانی تصرف

آپ کو میں بتاؤں کہ فرعون کی بیٹی کو اس کی ایک مشاطہ کنگھی کیا کرتی تھی ایک دفعہ اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی تو اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس کنگھی کو اٹھا لیا فرعون کی بیٹی نے پوچھا تو نے کس کا نام لیا ہے؟ مشاطہ نے کہا تو نے

پوچھ ہی لیا ہے تو بتانا پڑے گا، میں نے خدائے واحد کا نام لیا ہے۔فرعون کی بیٹی نے کہا کہ تو میرے باپ کو خدا نہیں مانتی ؟ مشاطہ نے کہا نہیں مانتی۔

بتانے کا مطلب یہ ہے کہ فرعون کی بیٹی بھی فرعون کو خدا مان رہی ہے اور اس لئے مان رہی کہ اس نے بھی تصرفات دیکھے ہوئے ہیں۔تلوار کے زور پر نہیں یعنی اگر وہ خدا مان رہی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس نے فرعون کے (Miracles)، کرامات،شعبدہ بازیاں یا جو نام بھی اس کو دے دیں تو ان کو دیکھ کر اس نے خدا مان لیا۔کشف وکرامات دکھائے بغیر تو آدمی پیر نہیں بن سکتا ہمارے ہاں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ فرعون، نمرود، ہامان وغیرہ بس ڈکٹیٹر تھے۔حقیقت یہ ہے کہ ان کو (Justify) جسٹی فائی نہیں کیا گیا ان کے کردار یا ان کی روحانیت کو اُجاگر نہیں کیا گیا اور ان کو ان کا اصل مقام نہیں دیا گیا، وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے اور ماہر ترین منفی روحانی (Spiritualist) تھے اور ان کی کابینہ میں جو لوگ تھے وہ بھی (Top spiritualist) تھے (مگر Negative میں)۔

آپ دیکھیں جناب ابراہیم علیہ السلام کا ابھی ظہور نہیں ہوا تھا، اس دنیا میں ان کی تشریف آوری ابھی نہیں ہوئی تھی، نمرود کی (Spiritual Team) کا لیڈر آذر تھا

یہ ٹیم اُس وقت کے منفی روحانیین کا نچوڑ تھی جسے بابل کہتے تھے، انہوں نے نمرود سے کہا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ علیین سے ایک شخصیت (Personality) آنے

والی ہے انہوں نے قبل از وقت (Before Time) جناب ابراہیم علیہ السلام کی روح کو آتے ہوئے دیکھ کر بتا دیا کہ آنے والا آ رہا ہے جو حفاظتی انتظامات کرنا ہیں کرلو۔نمرود نے بچے قتل کروانا شروع کر دیئے۔

پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے، ان کی آمد سے قبل فرعون کا دربار لگا ہوا ہے، پورے طریقے سے سجے ہوئے دربار میں اس کی کیبنٹ کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، مختلف امور پر گفتگو ہو رہی ہے، سائید میں بیٹھا ہوا اس کا ایک (spiritualist) اپنی میڈی ٹیشن (Meditation) کرتا ہے اور دوران گفتگو سب سے کہتا ہے کہ ایک منٹ رکو۔فرعون نے پوچھا کہ کیوں کیا ہوا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ علیین میں ایک روح متحرک ہوئی ہے۔اب یہاں ایک بات ذہن میں رہے کہ علیین کے دو حصے ہیں ایک کو آپ سادہ علیین کہہ سکتے ہیں اور دوسرا ہے اعلیٰ علیین۔ اعلیٰ علیین جو ہے وہ پروردگار عالم کا ٹاپ سیکرٹ ایریا (Top Secret Area) ہے جس میں انوار انبیاء ہیں بزم انبیاء ہے، انبیاء کی روحیں رہتی ہیں۔سجین میں سے کسی کا وہاں تک رسائی حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے آپ اندازہ کریں کہ وہ کتنا بڑا روحانی یا (spiritualist) ہوگا کہ جو یہاں بیٹھ کر اعلیٰ علیین میں متحرک ہونے والی روح کو دیکھ رہا ہے، کہتا ہے کہ بڑی (superior) روح ہے۔فرعون چونک جاتا ہے فوراً اس سے کہتا ہے کہ دیکھو وہ کس طرف جاتی ہے، شاید وہ کسی اور طرف جا رہی ہو

اس کے ساتھ ہی اس کی ساری ٹیم کنسنٹریشن (concentration) کرتی ہے، اور پھر (Meditation) کرتی ہے، اوراس کے بعد کہتے ہیں کہ سدھر جاؤ کیونکہ اس روح کا رخ اس زمین کی طرف ہے، فرعون بہت پریشان ہوجاتا ہےاور کہتا ہے کہ یہ زمین تو کافی بڑی ہے آپ دو چار یوم کچھ اور محنت کریں اور مجھے بتائیں کہ وہ روح زمین کے کس حصہ کو (Hit) کررہی ہے

اب یہاں پر ایک بات میں آف دی ریکارڈ کرنا چاہتا ہوں آپ کو معلوم ہے کہ روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار 186000 میل فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کرتی ہے، روشنی اس رفتار سے سفر کرتے ہوئے اربوں سال میں بھی اس (Universe) کو عبور نہیں کرسکتی، لیکن روح کی رفتار کا آپ تجربہ کریں گے کہ روح پانچ منٹ میں اس پوری کائنات یا (Universe) کو عبور کرجائے گی۔

اس فاصلے کو سمجھنے کیلیئے آپ یہ دیکھیں کہ ایک روایت ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی روح کو زمین تک آنے میں دو سے تین سال لگ گئے، اب آپ انداز کریں کہ وہ کتنے بڑے (Spiritualist) ہوں گے جو اتنی دور سے آتی ہوئی روح کو دیکھتے ہیں اور یہ ہیں بھی (Negative) والے لوگ، (Positive) والے نہیں ہیں

بہرحال وہ سب جمع ہوئے اورانہوں نے دو چار دن میں فرعون کو آ کر بتایا کہ وہ روح زمین کے اسی حصے یعنی مصر کو Hit کررہی ہے، اس نے کہا یہ معاملہ تو بڑا

خطرناک ہے تاہم آپ مجھے یہ بتائیں کہ وہ روح مصر کے کون سے شہر کو Hit کر رہی ہے کیونکہ مصر میں بہت سے شہر ہیں وہ لوگ پھر (Meditation) میں بیٹھ گئے، مراقبے میں اترے اور فرعون کو بتایا کہ وہ جو تم نے دو شہر بنائے ہیں رامیسز اور پتھون تو وہ ان دو شہروں ہی کو Hit کر رہی ہے۔

اب اس نے کہا کہ رامیسز ایک علیحدہ شہر ہے اور پتھون علیحدہ۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ وہ روح ان دو میں سے کس شہر میں آ رہی ہے۔ انہوں نے جا کر پھر مراقبہ کیا یا (Meditation) کی اور ایک دو دنوں میں آ کر بتایا کہ وہ روح فرعون کے capital رامیسز کو Hit کر رہی ہے، اب اس نے کہا کہ رامیسز ایک بڑا شہر ہے اور دو حصوں میں منقسم ہے ایک حصے میں ہم رہتے ہیں دوسرے حصے میں بنی اسرائیل، تم تھوڑی سی محنت اور کرو اور مجھے بتاؤ کہ وہ روح بنی اسرائیل کی طرف جاتی ہے یا قبطیوں میں آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے ایک دو دنوں میں بتایا کہ بنی اسرائیل میں جا رہی ہے تو وہ سوچنے لگا کہ بنی اسرائیل تو اپوزیشن (Opposition) ہے اور اللہ کے جلال کا خدائی پاور کا نزول اپوزیشن (Opposition) میں ہو رہا ہے، وہ جانتا تھا کہ میرا واسطہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ذات سے پڑا ہوا ہے وہ ذات پاک قادر ہے کہ اتنا لمبا سفر ایک سیکنڈ کے حصے (Nino second) میں طے کروا دے، یعنی وہ ذات پاک نینو سیکنڈ (Nino Second) میں اس روح کو یہاں تک پہنچا سکتی ہے تو اس نے فوراً حکم دیا کہ ابھی سے بچے

www.khrooj.com

قتل کرنا شروع کر دو، دو تین سال کا انتظار مت کرو، اس طرح اس نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام شروع کرا دیا۔ انہوں نے یہاں تک بتا دیا کہ وہ روح جناب عمران کے خاندان میں آ رہی ہے جب انہوں نے جناب عمران تک کو (Detect) کر لیا تو فرعون نے کہا کہ یہ تو میرے محل کے (Guards) میں شامل ہیں ان کو تو (Cover) کر سکتے ہیں کوئی مسئلہ نہیں

اس طرح ان پر پابندی لگا دی گئی۔ آگے ایک تاریخ کا کھیل ہے ان کو وہ راز تک معلوم ہو گیا کہ کس رات اس جبین سے اُس جبین میں وہ نور جانا ہے، اس رات اس نے اپنے تین ہزار فوجی پہرے پر لگائے کہ جناب عمران پر نگاہ رکھیں اور وہ وقت معین جس کا ان کو پتہ چل چکا تھا کہ فلاں وقت یہ نور منتقل ہوگا تو اس وقت فرعون کو بھی اور اس کے گارڈز کو بھی نیند آ گئی۔

ساری تفصیل بتانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ کتنے پاورفل لوگ تھے اور ان کی اپروچ یا رسائی کتنی پاورفل تھی کہ اتنے نوری سالوں کے فاصلے کو لمحوں میں طے کرتے تھے

اب کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ جی یہ لوگ روحانی نہیں بلکہ یہ تو نجومی تھے، اس زمانے میں لوگ (spiritualism) کو نہیں مانتے تھے تو ان کو نجومی بنا دیا گیا۔ حالانکہ علم نجوم کا تعلق نظام شمسی (solar system) سے ہے، یہ کائنات کا ایک چھوٹا سا نظام ہے چھوٹا سا نظام شمسی ہے، اس کے گرد گھومنے والے چھوٹے

چھوٹے سیارے ہیں، یہ علیین کی خبر کیسے دے سکتے ہیں اوران کی اپروچ اعلیٰ علیین تک کیسے ہوسکتی ہے؟

علم نجوم میں تو نظریات بناتے ہیں، پھر نظریات سے ترکیب بنتی ہے، سیاروں کا مقابلہ ہورہا ہے، یہ بن رہا ہے، وہ بن رہا ہے، رکاوٹ آگئی پھر اندازے لگا کر کچھ ثمرات حاصل کئے جاتے ہیں، تو علم نجوم کوئی (universal) پیمانہ نہیں ہے، اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ لوگ Top کے Spiritualist تھے۔

ہماری کتب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تین لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ ایک وہ شخص تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے تھوڑا پہلے اعلان کیا، دوسرا شخص وہ تھا جس نے اسلام کے زمانہ عروج میں اعلان نبوت کیا، تیسرا وہ ہے جس نے شہنشاہ انبیاء کے آخری زمانہ یعنی 10 ہجری کے قریب اعلان نبوت کیا۔ جس نے عروج کے زمانے میں اعلان نبوت کیا اس کا نام ابن صیاد ہے اور جس نے آخری زمانے میں کیا اس کا نام نصیر بن کذاب ہے۔

آخری زمانے میں اعلان نبوت کرنے والے کے قتل کیلئے ایک اسلامی فوج تیار کی گئی جس کی کمان شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک معروف صحابی جناب صماق بن خوریش ابودجانہ کے سپرد کی گئی، میں ان کا اکثر ذکر کرتا ہوں اور ہماری مفاتیح الجنان میں ابودجانہ کے نام سے ایک حرز ابودجانہ بھی موجود

ہے، حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارے شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے زمانہ خروج میں ان کو بھی سرکار کے ناصرین میں کھڑا کیا جائے گا تو انہوں نے جا کر نصیر بن کذاب کی گردن کاٹی۔

ابن صیاد نے شہنشاہ نبوت کے زمانہ عروج میں اعلان نبوت کیا تھا۔

آپ نے قاصد بھیج کر اسے بلا لیا کہ دیکھیں وہ کیسا نبی ہے! وہ پہنچ گیا تو آمنے سامنے گفتگو ہوئی۔ آپ نے فرمایا کیا تم نبی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں میں نبی ہوں آپ نے فرمایا کیسے نبی ہو؟ اس نے کہا جیسے آپ ہیں تو آپ نے فرمایا نبی تو وہ ہوتا ہے جو دلوں کے راز جانتا ہے تو کیا تو بھی جانتا ہے؟ (کچھ لوگ یہ کہتے کہ دلوں کے راز اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نبی کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ دلوں کا حال جاننے والا ہو۔ یہ بات تو ان لوگوں کو بتائی جا رہی ہے جبکہ ہماری روحانیت تو یہ کہتی ہے کہ وہ فقیر ہی نہیں ہوتا جو دلوں کے راز نہیں جانتا)

اس نے عرض کیا میں دلوں کا حال جانتا ہوں تجربہ شرط ہے، آپ نے فرمایا اچھا میں نے دل میں جو چیز رکھی ہے وہ بتاؤ یعنی ہمارے دل میں کیا ہے؟

میں وضاحت کرتا چلوں کہ اس وقت تازہ تازہ سورہ الدخان نازل ہوئی تھی۔

الدخان کے چھ حروف ہیں (ا، ل، د، خ، ا، ن) ۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ

شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قلب اللہ کا (Top Secret Area) ہے۔ آپ نے اپنے دل میں لفظ ''الدخان'' رکھا اور فرمایا کہ اب بتاؤ ہمارے دل میں کیا ہے؟

اس نے بیٹھے بیٹھے (Meditation) کیا، مراقبے میں اتر گیا اور کچھ دیر کے بعد اس نے جواب دیا ''الدخ''۔ ا، ل، د، خ۔ چھ میں سے اس نے چار حروف بتا دیئے۔

اس نے 66٪ صحیح بتایا، دو حروف مس کئے اور نہ بتا سکا، اب جس دل پر قرآن نازل ہوتا ہے، اس نزول قرآن والے مقام پر جو شخص 66٪ اتر سکتا ہے وہ کتنا بڑا (Spiritualist) ہے۔ یہ شخص ساحرانِ موسیٰ سے بھی بڑا ساحر ہے۔

شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ''الدخ'' کے معنی ہیں جلا دو تو اس کو جلا دو۔ اب یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے کہ اس کو جلا دیا گیا یا نہیں۔

لیکن اس کا یہ کمال ماننا پڑے گا کہ سابقہ جتنے بھی (Negative Spiritualist) تھے وہ ان سب سے بڑا (Spiritualist) تھا۔ ساحران موسیٰ سے بھی آگے بڑھ گیا۔

اب ہمارے سامنے ایک مسلمہ قانون آ گیا کہ جب بھی Negative Spiritualism اپنے عروج پر ہوتا ہے تو اس وقت (Positive Spiritual

(Personality) یا کوئی نہ کوئی مثبت روحانی شخصیت آنے والی ہوتی ہے، یعنی کوئی الوالعزم صاحب شریعت نازل ہونے والا ہوتا ہے۔

آپ دیکھیں آج کے زمانے میں (Negative Spiritualism) اپنے عروج کی طرف جا رہا ہے۔ Negative روحانیت کے بہت سے ٹی۔وی چینل چل رہے ہیں 3ATM اور TBN چینل ہیں اسی طریقے سے ہندوؤں کے تین چار چینل ہیں، مہاشی وغیرہ اس کے علاوہ بدھسٹ کے چینل چل رہے ہیں، ہر مذہب والا اپنے چینل پر روحانی (Spiritual) مظاہرے دکھا رہا ہے، کچھ میں نے ریکارڈ بھی کئے ہیں اور ویڈیو کیسٹس میرے پاس موجود ہیں۔ ڈاکٹر بینہم اور ڈاکٹر پرسلے کے مظاہرے کمال کے ہیں دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے یعنی (Back Bone Fracture) ہے۔ گیارہ سال سے اپاہج پڑا ہوا ہے۔ ڈاکٹر بینہم اپاہج کے سامنے آ کر کچھ پڑھتا ہے اور پھر کہتا ہے

By the Name of Jesus christ اور پھونک مار کر اس اپاہج کو ایک منٹ میں کھڑا کر دیتا ہے، پھر اس سے جوگنگ (Jogging) کرواتا ہے، دوڑ لگواتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ ہاں اب تم ٹھیک ہو ناں۔

خداوند یسوع مسیح کے نام سے میں نے تمہیں ٹھیک کر دیا۔ وہ آدمی بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ کئی لوگوں کو ٹھیک کر چکے ہیں، کسی کو گردہ (Kidney) کا

www.khrooj.com

مسئلہ ہے تو کسی کو Back Bone کا، کسی کو Spinal card کا تو کسی کو Brain Tumer کا، کچھ مریض ویل چیئرز پر آئے ہوتے ہیں۔ وہ پڑھ کر ان پر پھونک مارتا ہے اور ان کے سامنے ہاتھ ہلاتا ہے، سب مریض اپنی اپنی مرض سے شفایاب ہوجاتے ہیں۔ مزے کی بات ہے کہ جو مریض ویل چیئرز پر آئے ہوتے ہیں، شفایاب ہونے کے بعد وہ اپنی ویل چیئرز اٹھا کر بھاگ رہے ہوتے ہیں۔

پرسلے نے Latest مظاہرہ چلی میں کیا ہے۔اس نے بھی اتنا بڑا مظاہرہ کیا ہے جتنا ڈاکٹر بینہم کا اٹلی میں تھا۔اس میں لاکھوں لوگ آئے ہوئے تھے وہ آدمی ان سے Pray کرواتا ہے، عبادات کرواتا ہے، ایک یا دو Pray وہاں Songs میں کرواتا ہے، ہر ملک کے لوگ مثلاً Korean اور Japanes کو علیحدہ علیحدہ قطار میں کھڑا کر دیتا ہے پھر وہیں سے کھڑا کھڑا بار بار Glory of God کہتا ہے اور اپنا ہاتھ ہلاتا ہے تو آدمیوں کی پوری پوری لائن پیچھے کی طرف گر کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔اس کی ویڈیو بھی میرے پاس موجود ہے

(سامعین سے پوچھتے ہوئے، آپ میں سے کسی نے یہ مظاہرے دیکھے ہیں؟ تو جواباً کئی سامعین بشمول پروفیسر شمیم اعجاز ہاں کہتے ہوئے اثبات میں جواب دیتے ہیں)

تو وہ آدمی ایک ہاتھ کے اشارے سے اتنے لوگوں کو بے ہوش کر رہا ہے اور وہ

گرتے جارہے ہیں وہ کیسے Spiritual fire کر رہا ہے اور لوگوں پر Spirituality کا سپرے کر رہا ہے۔

آپ نے اخبار میں گورو راجنیش کے بارے پڑھا ہوگا، وہ ایک ہندو نوجوان تھا اس نے ایک نشست میں 40 ہزار مریضوں کو ٹھیک کر دیا تھا۔

اب تو روحوں کو سامنے کھڑا کر کے ان سے باتیں کروائی جا رہی ہیں Spiritual club بنے ہوئے ہیں، کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کے لواحقین میں سے کسی کو کوئی مسئلہ ہو اور وہ اپنے متوفی باپ یا دادا کی روح سے کوئی بات کرنا یا پوچھنا چاہتا ہو تو ایسے ہی کلب میں مقررہ فیس ادا کر کے خود بات کر سکتا ہے۔ کلب میں یہ چھ روحانی ایک راؤنڈ ٹیبل کے گرد بیٹھ کر Meditation کرتے ہیں اور مطلوبہ روح کو حاضر کر کے سامنے کھڑا کر کے بات کروا دیتے ہیں تو یہ لوگ اتنا آگے جا چکے ہیں۔

اس کے بعد (Disappearance) کا مسئلہ ہے ہماری بدقسمتی ہے کہ اس کو ایک ہندو جو کہ گورو راجنیش کا چیلہ ہے اس نے ثابت (Proove) کیا۔ وہ ہندو انڈیا میں آیا اس نے آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے تاج محل کے سامنے مظاہرہ کیا

Print Media اور Electronic Media کو بلایا گیا تھا، اس ہندو نے ہزاروں لاکھوں لوگوں کے سامنے پورے کا پورا تاج محل غائب کر دیا، اس طرح غائب

کیا کہ دوسری طرف کے مضافات نظر آ رہے تھے دریا کا دوسرا کنارا تک نظر آنے لگا۔اس نے ایسے مظاہرہ کا چیلنج کر دیا،اس کے چیلنج کو سب سے پہلے ایک عیسائی نے قبول کیا،اس نے انگلینڈ میں ایک چھ منزلہ ہوٹل کو غائب کر دیا۔اس وقت ہوٹل کے اندر لوگ موجود تھے اس عیسائی نے انسانوں سمیت پورا کا پورا ہوٹل 10 تا 15 منٹ کیلئے غائب کر دیا،اس کے ایک ہفتہ بعد امریکہ میں ایک یہودی نے مجسمہ آزادی کو غائب کر دیا

اس نے ثابت کیا کہ یہ کوئی فریب نظر یا نظر کا دھوکہ نہیں۔اس مقصد کیلئے اس نے ایک ہوائی جہاز Hire کیا اور پائلٹ سے کہا کہ میں Statue of Liberty مجسمہ آزادی غائب کرتا ہوں تم نیچی پرواز کر کے جہاز کو مجسمہ آزادی کے حصہ سے گزارو۔مجسمہ کی اونچائی مجھے ٹھیک طور سے معلوم نہیں، غالباً 55 میٹر ہے اس نے کہا کہ اگر نظر کا دھوکا ہوا تو ہوائی جہاز مجسمہ سے ٹکرا جائے گا،نہیں تو گزر جائے گا اور پھر سب نے دیکھا کہ مجسمہ غائب ہے اور جہاز اس جگہ سے گزر گیا اور بالکل نہیں ٹکرایا۔

ایک عیسائی نے دعویٰ کیا کہ وہ ہر انسان کی روح کو بلا سکتا ہے۔کئی انسانوں کی ارواح کو وہ اب تک بلا چکا ہے،اس نے بتایا کہ وہ ہر انسان کی روح کو بلا سکتا ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اقدس کو نہیں بلا سکتا، یہ شخص اقرار کرتا ہے کہ وہ آپ کی روح مقدس کو نہیں بلا سکا۔

ان باتوں سے آپ اندازہ لگائیں کہ اس وقت روحانیت کتنے بڑے مقام یاعروج پر جارہی ہے اور وہی مسلمہ ہے کہ جب بھی روحانیت اپنے نقطہ کمال کو پہنچتی ہے تو اس وقت کوئی نہ کوئی (Positive Spiritual Personality) آنے والی ہوتی ہے، آج کا دورہمیں آگاہ کر رہا ہے کہ دیکھو (Negative Spiritualism) اپنے عروج پر جارہی ہے تو تمہارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف آنے والے ہیں، Negative کے جادو کو ان مکاشفات وتصرفات کو ان سب چیزوں کو آکر جس ذات پاک نے توڑنا ہے وہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف ہیں، انہوں نے ہی آکر اس نظام باطلہ کو توڑنا ہے، ہمیں (Indicate) کیا جارہا ہے کہ تم فوری طور پر تیار ہو جاؤ جس نے آنا ہے وہ آنے والا ہے

اب اسی جملے پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اور یہ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم مل کر شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی آمد کی دعا کریں تاکہ دنیا پر پروردگار عالم کی حکومت کا قیام ہو جائے، شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے راج کا دور ہو، حق کا دور دورہ ہو اور اللہ کی مرضی جیسے آسمانوں پر پوری ہوتی ہے اسی طریقے سے زمین پر پوری ہو جائے۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

يَا مَولَا كَرِيمؑ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيْكَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تیسرا خطاب

اَللَّهُمَ صَلّے عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ وَ عَجّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدؐ

اَعُوذُ بِاللّٰهِ القَوِیّ العَلِیّ العَظِیمِ مِنَ الشَّیطٰانِ الغَوِیّ الشَّقِیّ الرَّجِیمُ

بِسۡمِ اللَّهِ الوَفِّیّ الکَرِیمُ

اَلحَمۡدُ لِلّهِ الَّذی لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَداً وَلَمۡ یَکُنَّ لَهُ شَرِیك فِی المُلكِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَهُ وَلِیّ مِنَ الذُّلّ وَکَبّرہُ تَکبِیراً وَالصَّلٰواةُ وَالسَّلاَمُ عَلیٰ سَیّدِ الاَنبِیٰاء وَالمُرسَلِینَ وَعَلیٰ آلِهِ الطَّیّبِینَ الطَّاهِرِینَ المَعصُومِینَ المَظۡلُومِینَ الَّذِینَ اَذهَبَ اللّٰه عَنهُمُ الرّجسَ وَ طَهَّرَهُمۡ تَطۡهِیرَا وَ خُصُوصاً عَلیٰ حُجَّةُ اللّٰهُ فِی العَالَمِین عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَرِیف ۔اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالی فی کِتَابِهِ المَجِید☆قُلۡ فَلِلّهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ فَلَوۡ شَاء لَهَدَاکُمۡ أَجۡمَعِیۡن

ہماری یہ نشستیں روحانیت کے حوالے سے چل رہی ہیں اس دور میں روحانیات کو دوبارہ لانے کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے خلاف، عالم اسلام کے خلاف ایک

روحانی محاذ تیار ہے، دنیا کے تمام مذاہب اپنی اپنی روحانیت کو دوبارہ واپس لا چکے ہیں، تزکیات و ریاضات کر رہے ہیں، (Spiritual Power) حاصل کر چکے ہیں

جبکہ ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ ہم متنازعہ مسائل میں، فروعات میں الجھے ہوئے ہیں اور امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو قومیں فروعات میں الجھ جاتی ہیں وہ صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں، آج ہمارا ماحول یہ ہے کہ کوئی شیعہ ہے، کوئی سنی، کوئی کچھ ہے اور کوئی کچھ، جبکہ ہمیں ایک کاز (Cause) پر اکٹھا ہونا چاہیے

میں بار بار یہی کہہ رہا ہوں کہ ہمیں روحانیت کو (Develop) کرنا چاہیے، مشاہداتی دین کی طرف جانا چاہیے۔ مشاہداتی نہ ہوتو وہ دین سچا نہیں ہوسکتا۔

روحانیت کو سمجھنے کیلئے اللہ جل جلالہ کے تین نظاموں کو سمجھنا ہوگا اللہ جل جلالہ نے کائنات کو تخلیق فرمایا ہے تو اس کائنات کو تین نظام مل کر چلا رہے ہیں

وہ تین نظام اوپر نیچے مسلسل اور متوازی چل رہے ہیں، جو سب سے اوپر والا نظام ہے اسے نظام تجبر کہا جاتا ہے، نظام تجبر کیا ہے؟ یہ اللہ جل جلالہ کا ذاتی نظام ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ اللہ کا ذاتی یا سیکرٹ ایریا (Secret Area) ہے جس میں اس کی اپنی (Privacy) قائم ہے، اس میں کسی کی سوچ کو داخلے کی اجازت نہیں۔ بڑے بڑے روحانیین، اولیاء، فقراء یا انبیاء میں سے

کوئی بھی وہاں رسوخ نہیں رکھتا، جس طرح اللہ غائب ہے اسی طرح اس کا یہ نظام بھی غائب ہے، یہ سراسر باطنی ہے اور اس کا ادراک کوئی بھی نہیں کر سکتا، نہ کوئی نبی نہ رسول۔ تو سب سے اوپر والا نظام، نظامِ تجبر ہے

اس کے نیچے دو اور نظام قائم ہیں، نظامِ تجبر سے نیچے والے نظام کو نظامِ تصرف کہتے ہیں، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام ہے

اور تیسرے نظام کا تعلق پبلک ریلیشن (Public Relation) سے ہے، یہ ولی زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا نظام ہے...... اسے نظامِ ترشد کہتے ہیں۔

یہ تین نظام اوپر نیچے چل رہے ہیں، نظامِ تجبر اللہ جل جلالہ کا نظام ہے، یہ نظام اس کی ذات سے وقف ہے۔ لیکن مخلوق کو چلانے والے نظام دو ہیں مخلوق خاک، مخلوق نور یا جو بھی خلق ہوا ہے اس کو چلانے والے نظام دو ہیں۔

ایک نظامِ تصرف، اس نظام کا تعلق بھی عوام سے ہے جیسے ایک ملک میں منصب دار، اہلکار یا ملازمین تو حکومت کے ہوتے ہیں لیکن وہ کام عوام کے کرتے ہیں، دوسرے کی وضاحت میں کچھ آگے چل کر کروں گا۔

یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے، تو کوئی بھی چیز جب تخلیق ہوتی ہے تو اسے ایک پیڈسٹل چاہیے یا اِسے ایک میڈیم (Medium) کی ضرورت ہوتی ہے جس پر وہ قائم ہو پھول کھلتا ہے تو ایک ٹہنی پر کھلتا ہے۔ آواز نے فضا میں سفر کرنا ہوتا ہے تو یہ ہوا کے میڈیم (Medium) پر ٹریول (Travel) کرتی ہے، اسی طرح کائنات کو

اپنے قیام کیلئے ایک پیڈسٹل (Pedestal) کی ضرورت ہے، ایک میڈیم(Medium) کی ضرورت ہے۔ اب یہ اصول ہے کہ جب تک یہ میڈیم (Medium)نہیں ہوگا بننے والی چیز بن نہیں سکتی، بنے تو کس مقام پر بنے، جب مقام ہی نہیں تو کہاں بنے گی، کہاں خلق ہوگی؟

اب میں ایک حدیث قدسی کی طرف جاؤں گا اور اُسی سے اپنی بات کا نتیجہ آپ کے سامنے لاؤں گا، حقیقت یہ ہے کہ یہ جتنی کائنات تخلیق ہوئی ہے اس کیلئے نور ایک میڈیم (Medium) ہے،نور کے میڈیم (Medium) میں ہی اس کا قیام ہوا ہے ورنہ یہ قائم ہی نہ ہوسکتی، اس لئے اللہ جل جلالہٗ نے اپنے پاک حبیبؐ سے فرمایا

☆لولاك لما خلقت الافلاك کہ اگرآپ کی ذاتِ اقدس نہ ہوتی تو مجھے یہ افلاک خلق کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، ثابت ہوا کہ تخلیق کائنات کی وجہ اس پاک ذات کا نور ہے یعنی حضوؐر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اقدس ہے جو اس کائنات کا میڈیم(Medium) ہے،جس پر یہ کائنات کھڑی ہے، قائم ہے۔ اس نور اقدس کی لاکھوں کروڑوں پہچانیں ہیں جیسے ایک آدمی کی بہت سی پہچانیں ہوتی ہیں، ہمارے سامنے منور صاحب بیٹھے ہیں، جو ان کے شاگرد ہیں ان کیلئے ان کی پہچان استاد کی ہے، جو ان کے اساتذہ ہیں ان کیلئے ان کی پہچان ایک شاگرد کی ہے،ان کے بچوں کے سامنے ان کی پہچان والد کی ہے،ان کے

والدین کے سامنے بیٹے کی، تو ایک ہی شخصیت بہت سے ڈائی مینشن (Dimensions) رکھتی ہے، بہت سی پہچانیں رکھتی ہے۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نوراقدس کائنات کے ذرے ذرے سے لے کر پورے آفاق تک کوئی نہ کوئی کونہ ری لیٹ (Relate) کرتا ہے اور ہر ڈائی مینشن (Dimension) سے ان کی ایک نئی پہچان ہے، اس لئے ان کی اربوں کھربوں پہچانیں ہیں، ایک وسیع میدان ہے ان کی پہچانوں کا، ان کو کما حقہٗ کوئی پہچان ہی نہیں سکتا، اس کی دلیل یہ ہے کہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں اِس پاک ذات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام ڈائی مینشنز (Dimensions) یا جہتوں سے کلی طور پر واقف ہوں

المختصر اس کائنات کا میڈیم (Medium) ان ہی کا نور ہے۔

اس کائنات کی ہر چیز کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو نظام جاری کئے ہیں ایک نظام ظاہر اور دوسرا نظام باطن۔ جو ظاہری نظام ہے اس کو نظام ترشد کہتے ہیں اور جو باطنی نظام ہے اس کو نظام تصرف کہتے ہیں

کائنات کی تخلیق کے بارے میں یورپی سائنس دان اپنے طور پر ایک نظریہ یا ایک کنسپٹ (Concept) دیتے ہیں کہ ایک بڑا دھماکہ ہوا تھا جسے وہ (Big Bang) بِگ بینگ کا نام دیتے ہیں، اِس کے نتیجہ میں یہ ساری کائنات تخلیق ہوگئی

لیکن ہماری روحانی دنیا (Spiritual world) کا تخلیق کائنات کے بارے میں جو نظریہ یا قانون ہے اس میں کہا گیا ہے کہ ایک (Big Spiritual Movement) بِگ سپر چوئل موومنٹ یا یوں سمجھ لیں کہ ایک عظیم روحانی تحرک پیدا ہوا، یا آپ کو سمجھانے کیلیئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نورِ ذات کا اظہار ہوا جس نے اپنے مدار یا آربٹ (Orbit) میں یہ کائنات تخلیق کر دی اور پھر کائنات بنتی چلی گئی۔

لا تعداد کہکشائیں ہیں، اور ان کے اندر پھر سولر سسٹم (Solar Systems) تو اربوں کھربوں سولر سسٹم (Solar Systems) ہیں۔ ہر (Solar Systems) کے کچھ سیارے یا پلانٹس (Planets) ہوتے ہیں، چلتے پھرتے سیارے۔

کچھ خوش نصیب سیارے ایسے ہیں جن پر زندگی عطا کی گئی ہے، یعنی ان سیاروں پر زندگی موجود ہے، انسان نما کوئی مخلوق موجود ہے۔ نباتات، حیوانات موجود ہیں تو یہ جو حیات کا پورا نظام ہے، یہ یونیورسل (Universal) نظام ایک ہی مدار ہے، ایک ہی نظام ہے، نظام تصرف کو نظام مدار بھی کہتے ہیں

نظام تصرف یونیورسل (Universal) ہے، آفاقی ہے، پوری کائنات میں صرف ایک ہی نظام ہے اور اس کے جو حاکم ہیں وہ بھی ایک ہیں۔ اس کائنات میں جتنے سیاروں پر مخلوق موجود ہے ان سب کا نظام تصرف ایک ہے، اس نظام

تصرف کے مالک آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام ہوتے ہیں۔
ایک شخص نے مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام سے سوال کیا تھا کہ آقا یہ فرمائیں کہ اس زمین جیسی اور بھی کوئی زمین ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بہت سی زمینیں ہیں اس کائنات میں۔ ان کے بھی شہر ہیں، آبادیاں ہیں جیسے آپ کی۔ تو اس نے عرض کیا وہاں حجت خدا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا ☆نحن حجة الله عليهم۔ ان کی حجت ہم ہیں، ہمارے علاوہ کون حجت ہو سکتا ہے؟
اس کا مقصد یہ ہے کہ نظام تصرف ایک ہی ہے ایک ہی حجتؑ ایک ہی امامؑ پوری کائنات کی امامت فرما رہے ہیں، ان کا باطنی منصب کائنات کو Operate کرنا ہے کیونکہ وہ نظام تصرف کے مالک ہیں۔ باقی سیاروں کی بات چھوڑ دیں، اسی زمین پر ایک روایت کے مطابق 80 ہزار آدم آئے، ایک روایت ہے کہ ایک لاکھ 80 ہزار آدم اس دنیا میں آئے اور وہ اپنی پوری نسلیں ختم کر کے اپنے مرحلہ آخرت میں پہنچ گئے، اپنے اپنے منصب و منزل پر پہنچ گئے اور یہ جو ہمارے آدم ہیں یہ آخری آدم ہیں۔ اس میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ ایک شخص نے مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام سے پوچھا کہ اس آدم سے پہلے کون تھا؟ آپ نے فرمایا آدم، اس نے عرض کیا اُس آدم سے پہلے کون تھا؟ آپ نے فرمایا آدم، اس سے پہلے کون تھا؟ فرمایا آدم۔ وہ آدمی خاموش ہو گیا پوچھا

کیوں خاموش ہوگئے اس نے عرض کیا مولا آپ ایک ہی نام لے رہے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم ہم سے اسی 80 ہزار مرتبہ بھی پوچھتے تو ہم یہی نام لیتے کہ آدم تھا۔

اب صورت یہ ہے کہ پوری کائنات کا ایک نظام تصرف ہے اور ایک نظام ترشد ہے جو ہر سیارے کا اپنا علیحدہ نظام ہوتا ہے نظام ترشد کے اندر ایک دوسرا نظام ہوتا ہے جسے نظام انتصار کہتے ہیں، جتنے بھی آدم آئے سب میں حجتیں آئیں، نبی مبعوث ہوئے، نبوت کا ایک سلسلہ، وصایت کا ایک سلسلہ، ولایت کا ایک سلسلہ، یہ سب جاری رہا۔ یہ ہدایت فرماتے رہے اور ہدایت فرما کر واپس چلے گئے، یہ ایک نظام ترشد یا نظام ہدایت تھا، ہر سیارے کا ایک منفرد نظام ترشد ہوتا ہے۔

تو یہ تین نظام میں نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں، اب آپ کو سمجھانے کیلئے ملک میں رائج نظاموں کی مثال دیتا ہوں کہ () نظام تجبر، جس طرح ایک ملک کا فوج کا نظام ہوتا ہے () نظام تصرف، جیسے عدلیہ کا نظام ہوتا ہے () نظام ترشد، جیسے کسی ملک کا سیاسی یا (Politics) کا نظام ہوتا ہے، عوامی اداروں کا نظام ہوتا ہے

آپ نے کبھی غور کیا کہ قرآن کریم میں جو آیات ہیں نظام کے بارے میں، اختیار کے بارے میں، وہ تین طرح کی ہیں۔ کچھ آیات ایسی ہیں جن سے پتہ

چلتا ہے کہ مخلوق کو کوئی اختیار نہیں، جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے اور جبر ہی جبر ہے، تفویض نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے، اسی حوالے سے ایک فرقہ بھی وجود میں آیا جسے مجبرہ یا جبریہ کہتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ نیکی ہے یا بدی، خیر ہے یا شر سب اللہ ہی کرواتا ہے۔

کچھ لوگ یہ ثابت کرتے ہیں اور ایسی آیات پیش کرتے ہیں جو بتاتی ہیں کہ تفویض ہی تفویض ہے، اختیار ہی اختیار ہے اور تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کچھ اختیار ہے اور کچھ جبر ہے۔ انسان نہ کلی طور پر بااختیار ہے اور نہ کلی طور پر مجبور۔

اسی حوالے سے ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور آپ فرمائیں کہ جبر صحیح ہے یا تفویض؟ آپ نے فرمایا دونوں کا درمیانی راستہ یہ ہے کہ انسان کچھ حد تک بااختیار ہے اور کچھ مجبور، اس نے عرض کیا مولا یہ کیسے؟

تو آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اچھا ایک ٹانگ اوپر اُٹھا لو، اس نے اُٹھا لی، فرمایا اب دوسری ٹانگ بھی اوپر اُٹھا لو، اس نے عرض کیا سرکار یہ تو میں نہیں اُٹھا سکتا، فرمایا دیکھو ایک ٹانگ کے بارے آپ با اختیار ہیں اور دوسری کے بارے میں مجبور ہیں، فرمایا اتنا ہی تمہارا اختیار ہے اور اتنا ہی تم پر جبر ہے۔ تو کچھ آیات بتاتی ہیں کہ جبر ہی جبر ہے اور کچھ آیات

کے معنی ہیں کہ تفویض ہی تفویض ہے اور بیـن ذالك سبیـلا یعنی ایک درمیانی راستہ اختیار کرو۔

اپنے اپنے مقام پر یہ ساری آیات درست ہیں نظام تجبر میں دیکھیں تو جبر ہی جبر ہوگا یہ اللہ کا ذاتی نظام ہے، اس میں آرڈر از آرڈر (Order is order) وہاں کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ نظام تجبر کے بعد دوسرا مرحلہ نظام تصرف کا ہے اس میں آدھا اختیار ہے اور آدھا جبر ہے، تیسرا نظام ترشد ہے اس میں اختیار ہی اختیار ہے جبر نام کی کوئی چیز نہیں۔

بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں مثلاً ایک جابر بادشاہ ہے، جابر بادشاہ کا کیا قانون ہوتا ہے؟ غلاموں کو آرڈر ہی آرڈر کرتا ہے جبر ہی جبر ہے، وہ غلام اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے، جو آرڈر ہو انہوں نے وہی کرنا ہوتا ہے، تو یہ جبر ہی جبر ہے۔ وہی بادشاہ جو اپنے غلاموں پر جابر حاکم ہوتا ہے وہ اپنے وزراء اور عمالِ سلطنت کے ساتھ اپنے اختیارات کو شیئر (Share) کرتا ہے ان کو اپنے ساتھ ملا کر چلتا ہے اور ان کے ساتھ ایک دوست کی حیثیت سے ہوتا ہے وہی بادشاہ جب اپنے گھر میں جاتا ہے تو اس کے اہل خانہ خصوصاً اس کے بیٹے یا بیٹیاں تو ان کیلئے تفویض ہی تفویض ہوتی ہے، اب آپ سمجھے ناں! اپنوں کیلئے تفویض ہی تفویض ہے اور غیروں کیلئے جبر ہی جبر ہے۔

www.khrooj.com

ایک اور بات میں آپ کو سمجھا تا چلوں کے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ان کی چار حقیقی (Actual) قسمیں مانی جاتی ہیں، تین یا چار، یعنی کچھ کہتے ہیں تین، کچھ کہتے ہیں چار۔

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وجود میں محتاجِ غیر ہوتی ہیں اور استکمال میں محتاج غیرنہیں ہوتی ہیں، کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وجود اور استکمال دونوں میں محتاج غیر ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وجود اور استکمال دونوں میں محتاج اِلٰہی ہوتی ہیں وہ محتاج غیر بالکل نہیں ہوتی ہیں۔ اس کیلیئے میں انسان کی مثال دیتا ہوں کہ انسان تین بنیادی ارکان کا مرکب ہے، بدن، نفس، اور روح، بدن وجود میں آنے کیلیئے کسی غیر کا محتاج ہے، یعنی غیر اللہ کا محتاج ہے (اللہ کے علاوہ کو ہم غیر کہتے ہیں) بدن ماں باپ کا محتاج ہے، اصلاب و ارحام کا محتاج ہے، وجود میں آنے کے بعد چھوٹا سا بچہ ہے اس کو پروان چڑھانا ہے تو اس کیلیئے وہ غذا کا محتاج ہے، کھانا پینا وغیرہ ملے گا تو جسم کو خوراک ملے گی، اسباب حیات ملیں گے تو یہ پروان چڑھے گا اب اسے جوان کرنا ہے صحت مند بنانا ہے، پاورفل بنانا ہے اور نقطہ کمال کی طرف لے کر جانا ہے اس کیلیئے بھی وہ محتاج ہے، اپنے کامل ہونے کیلیئے غیر اللہ کا محتاج ہے نباتات کا محتاج ہے، جمادات کا محتاج ہے، حیوانات کا ہے یعنی سبزیاں، ترکاریاں، گوشت کھا کھا کر پروان چڑھتا ہے تو وجود میں آنے کیلیئے ماں باپ کا محتاج ہے اور پروان چڑھنے کیلیئے آب وہوا اور

غذا کا محتاج ہے۔ دوسرا رکن نفس ہے، نفس وجود میں آنے کیلئے ماں باپ کا محتاج نہیں ہے جب بھی انسان کا جسم پیدا ہوتا ہے تو نفس خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ پیدا ہونے کیلئے وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن نفس کو کامل کرنے کیلئے تہذیب و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے جس کا وہ محتاج ہے، اس کو تزکیات کی بھی ضرورت ہوتی ہے یعنی استکمال کیلئے وہ محتاج ہوتا چلا جاتا ہے۔

تیسرا رکن روح ہے روح جب سے پیدا ہوئی جب سے خلق ہوئی تب سے اپنے نقطہ کمال پر خلق ہوئی ہے، یہ غیر اللہ کی محتاج ہے ہی نہیں، اس کی محتاجی اللہ جل جلالہ تک محدود ہے اور جس دن پیدا ہوئی اپنے نقطہ کمال پر پیدا ہوئی تھی۔

اب کئی باتیں اور ہیں یہ انسان جو ہے تو اس کی زندگیاں دو ہیں

ایک دنیاوی زندگی اور ایک اُخروی زندگی (Life here after) اس حیات ظاہری کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ فراہم کرتا ہے زندہ رہنے کیلئے انسان کو پروان چڑھانے کیلئے اسباب و وسائل اسی کی ذات مہیا فرماتی ہے، حیاتِ اُخروی کی فلاح کیلئے بھی نظام وہی دیتا ہے، یہ نظام بھی وہی فراہم کرتا ہے، حصول رضا و رضوان کیلئے ہدایت ضروری ہے جب تک ہدایت نہ ہو آخرت کی زندگی سدھر نہیں سکتی، تو یہ ہدایت کا انتظام بھی خالق نے عطا فرمایا ہے۔

آپ دیکھیں کہ بچہ ابھی پیدا نہیں ہوتا لیکن ماں کا دودھ اُتر آتا ہے، ابھی آنے والا آیا ہی نہیں لیکن دودھ پہلے عطا فرما دیا گیا ہے، یہی تو اس کا قانون ہے کہ

مخلوق ابھی پیدا نہیں ہوئی اس نے ہادی کو پہلے ہی کھڑا کر دیا ہے۔
''اوّل ما خلق اللہ نوری'' ہدایت کا نظام بھی پہلے فرما دیا۔ اب یہ جو نظام ہدایت ہے یہی نظام ترشد ہے، یہ انسان کی اُخروی حیات سنوارنے کا نظام ہے، لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ جو نظام ظاہر کو سنبھالے ہوئے ہے وہ نظام تصرف ہے اور جو آخرت کی زندگی اور فلاح کیلئے کام کر رہا ہے وہ نظام ترشد ہے۔ نظام ترشد، ہدایاتی نظام ہے۔ نظام ترشد یا ارشاد ایک ہی چیز ہے اور یہ نظام کلی کا کلی ہدایاتی ہے، اب یہاں پہنچ کر میں یہ وضاحت کر سکتا ہوں کہ بعثت انبیاء کا تعلق کس نظام سے ہوتا ہے؟ یا انبیاء کس نظام کے تحت مبعوث ہوتے ہیں؟ انبیاء کو نظام ترشد میں مبعوث کیا جاتا ہے، وہ نظام تصرف سے تعلق نہیں رکھتے وہ ہدایت کیلئے آتے ہیں۔
ایک اور بات یاد رکھیں کہ نظام تصرف میں بھی بعثت ہوتی ہے لیکن نظام تصرف میں صرف اولیاء ہوتے ہیں، نبی نہیں ہوتے۔ وہاں ولی مطلق ہوتا ہے۔ ولایت حقیقی ہوتی ہے، ولایت تصرفیہ ہوتی ہے، ولایت تکوینی ہوتی ہے اور وہاں ولایت تشریعی ہوتی ہے، اس پر میں پھر کبھی بات کروں گا کہ تشریعی کیا ہے اور تکوینی کیا ہے؟
تو نظام تصرف میں ولایت کے عہدے ہوتے ہیں نبی و رسول نہیں ہوتے، صاحبان شریعت نہیں ہوتے، وہ تو تصرف کے مالک ہوتے ہیں۔ انہیں یہ نظام

کائنات چلانا ہے جن کا کام نظام چلانا ہے انہیں پیغمبر بنانے یا رسول کا عہدہ دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، وہ تو ولی ہی ولی ہوتے ہیں، سرپرست ہی سرپرست ہوتے ہیں۔ نظام تصرف پر ان کی حاکمیت کاملہ ہوتی ہے۔ اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

ان کا نور ہی نظام تصرف پر حاکم ہوتا ہے ان ہی کا نور ہوتا ہے چاہے وہ واحد کی شکل میں ہو یا چودہ کی شکل میں وہی حاکم ہوتے ہیں، اس کی آپ چودہ شکلیں سمجھ لیں یا ایک۔

ایک بات میں آپ کو عرض کرتا چلوں کہ ہر سیارے کا نظام ترشد جدا جدا ہوتا ہے لیکن نظام تصرف ایک ہی ہوتا ہے، ایک کرے کا ترشد ایک بھی ہوسکتا ہے اور متعدد بھی۔ اب نظام ترشد میں ہی انبیاء مبعوث ہوتے ہیں، ہدایت ہوتی ہے اور اس کے بعد ایک نظام انتصار کری ایٹ (Create) ہوتا ہے۔ نظام ترشد پورا کا پورا ہدایاتی نظام ہے یہاں ایک سابقہ نشست والی بات دہراتا ہوں کہ انبیاء نے بعض اوقات معجزات دکھائے ہیں۔

انبیاء کا معجزات دکھانا تصرف کا کام ہے جو جناب موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا اس سے پہلے یہ تھا کہ جہاں بھی کسی معجزہ کی ضرورت ہوتی تھی وہ اوپر سے آجاتا تھا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصرف بالذات آگیا۔ میں نے اپنی سابقہ

نشست میں وضاحت سے بتایا تھا کہ ابلیس نے تصرف والی ایک ٹیم بنائی ہوئی تھی تو مالک نے بھی اپنے انصار کو تصرف عطا فرمایا۔اب میں بات کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ نظام تصرف کے مظاہر اولیاء ہوتے ہیں، انہیں عباد الصالحین بھی کہا جاتا ہے اور نظام ترشد کے جو اولیاء ہوتے ہیں انہیں عبادِ مخلصین کہا جاتا ہے۔ وہ صالحین یہ مخلصین۔ خالق کائنات نے سورہ انبیاء میں فرمایا☆

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ......(105)

ترجمہ...... ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ اس کائنات کے وارث ہمیشہ صالحین ہی ہوں گے، میرے عباد الصالحین ہی اس زمین کے وارث ہوں گے

لیکن اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ صالحین وارث تو ہمیں نظر ہی نہیں آتے۔ اس وقت جو وارث بنے ہوئے ہیں وہ جو کچھ بھی ہیں کم از کم صالحین نہیں ہیں بلکہ اکثر خراب ہی ہیں، کچھ اچھے لوگ بھی ہیں لیکن زیادہ تر وہی ہیں جو نا ن مسلم ہیں، یہودی ہیں، عیسائی ہیں، دیگر لوگ ہیں۔ زیادہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو زمین کے وارث بنے ہوئے ہیں اور اسلام پر ان کا آرڈر چل رہا ہے۔ مسلمان ممالک، جیسے سعودی عرب آزاد ہے مگر ان کے کنٹرول میں چل رہا ہے، حکومت ان ہی لوگوں کی نظر آتی ہے، صالحین کی نہیں۔

واضح رہے کہ ہم اس مقام پر جن کا ذکر کر رہے ہیں وہ عباد الصالحین یہ ظاہری صالحین نہیں ہوتے، وہ نظام تصرف کے اولیاء کا نام ہے، دراصل وہی عباد الصالحین ہوتے ہیں انہیں ہم نماز میں سلام پیش کرتے ہیں کہ

☆اَلسَّلَامُ عَلَینَا وَعَلیٰ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِینَ

لفظ "عَلَینَا" میں ہم اپنے سامنے نظام ارشاد کے اولیاء کو سلام کرتے ہیں، جو ہماری ہدایت فرمانے والے ہیں۔وَعَلیٰ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِینَ

اوران کے اوپر جو کائنات کو آپریٹ (Operate) کر رہے ہیں ان اولیاء کو بھی ہمارا سلام پہنچے۔ عام طور پر یہ بتایا نہیں جاتا کہ نماز میں ہم یہ سلام کس کو کرتے ہیں؟

دراصل یہ دو نظام ہیں جنہیں سلام کرنا ہم پر واجب ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے واجب قرار دیا ہے، عمومی طور پر سلام کو مستحب مانا جاتا ہے۔

مسند ہدایت جب خالی ہو جاتی ہے، ظاہری طور پر ہادی غائب ہو جاتا ہے، یا وہ زمانہ جو حجت سے خالی ہو، اسے عربی میں فترت یا فترۃ کہتے ہیں۔ یہ فترت ہمیشہ نظام ترشد میں ہوسکتی ہے، نظام تصرف میں فترت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس کائنات سے حجت کا وجود اگر ہٹ جائے، تھوڑا سا اِدھر اُدھر ہو جائے تو یہ کائنات بھسم ہو جائے گی، جب سے یہ کائنات بنی ہے وجود حجت اس پر قائم ہے۔سلسلہ ہدایت میں جو انبیاء مبعوث ہوئے تو کبھی کبھی یہ سلسلہ ٹوٹ بھی

جا تا رہا ہے۔

اب یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کروں گا میں چاہتا ہوں کہ جب میں روحانیت کی بات کر رہا ہوں تو تھوڑے تھوڑے عرفانیات کے (Touch) بھی دیتا چلوں۔ روحانیت ایک علیحدہ علم ہے اور عرفانیات علیحدہ، مگر ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے

تین نظام ہیں 1......تجبر 2......تصرف 3......ترشد

یہ جو درمیان والا نظام ہے اس پر چہاردہ معصومین علیہم السلام حاکم ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بطور نسب ہم سیادت کو کہاں سے شروع کریں؟ یہ جو سید کہلانے والے ہیں، نسبتاً ہم ان کو کہاں سے سید کہہ سکتے ہیں؟ یہ ایک بہت بڑا سوال ہے، میرے خیال میں علم النساب والے بھی اس کا درست جواب نہیں دے سکتے، اس کا جواب عرفانیات نے دیا ہے۔

ناصر شاہ صاحب آپ سید ہیں تو آپ کب سے سید بنے ہیں؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سید بنے ہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جناب مخدومہ کائنات صلواۃ اللہ علیہا کی اولاد سید ہے، اگر سید کی یہ تعریف تسلیم کر لی جائے تو شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام سادات سے خارج ہو جاتے ہیں۔ نعوذ بالله من ذالك الكفر

اگر ان دونوں کی اولاد کو سید سمجھ لیں تو پھر سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ

والسلام کی وہ اولادِ طاہرہ جو جناب سیدہ پاک صلواۃ اللہ علیہا کے علاوہ ہے مثلاً جناب سرکار شہنشاہ وفا علیہ الصلواۃ والسلام جیسی مقدس ذات پاک جو ہمارے اور پوری کائنات کے محسن ہیں وہ بھی نعوذ باللہ سیادت سے خارج ہو جاتے ہیں، تو پھر کچھ کہتے ہیں جناب ابو طالب علیہ السلام سے، کچھ کہتے جناب عبدالمطلب علیہ السلام سے، کچھ جناب عبدالمناف سے کہ ان سے سیادت شروع ہوتی ہے۔ اب جہاں سے بھی شروع کریں گے تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں سے سید بنا دیا۔

اس سے پہلے سید نہیں تھا بعد میں بن رہا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جو بعد میں بنے وہ تو لعنت والا ہے، وہ تو سید ہوتا ہی نہیں۔ سید وہ ہے جو بنیادی طور پر حسبی نسبی سید ہے جو بارڈر کراس کر کے برہمن سے بنے اور اب تو دیوداس کی اولاد بھی سید بن گئی تو ان لوگوں کو ہم کیا کہیں گے؟ بہرحال سید بننا لعنت ہے اور ہونا سعادت ہے

دراصل بات یہ ہے کہ نورِ اول اپنی اولین اکائی کے ساتھ، اولین وحدت کے ساتھ اور اپنے شبوبِ نورانیہ کے ساتھ نظام تصرف میں حاکم ہے۔ نظام ترشد کے اوپر والے نظام میں، جب سے یہ نظام بنا ہے موجود ہیں۔

اب ہوتا یہ رہا ہے کہ نظام ترشد میں جب بھی کسی کو مشکل درپیش آئی جب بھی کسی نبی کو ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے کہا خالق میری مدد فرما۔ تو اس وقت یہ نور

اس کی جبین میں اتر آیا۔ مشکل حل کی ، مدد کی ، حفاظت کی اور پھر واپس چلا گیا۔
نبی نے عرض کیا خالق میری نصرت فرما، اس نے آواز رب کو دی ہے مگر نصرت کیلئے کون آ تا رہا ہے؟ شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام۔

جب بھی نظام ترشد کو کوئی Set Back ملنے والا ہوتا ہے، کوئی بڑا سانحہ ہونے والا ہوتا ہے تو عین اس وقت نور امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام ظہور فرماتا ہے، تصرف سے ترشد پر اُتر آتا ہے، نبی کی نصرت کرتا ہے، مدد کرتا ہے اور اس کی حفاظت کر کے واپس چلا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کا ایک وجود کامل وہاں موجود ہے ان کی ذات وہاں موجود ہے جو یہاں ہزاروں، لاکھوں صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہم تو ہر زمانے میں ظاہر ہوتے رہے ہیں جیسا ہمارا رحمان پسند کرتا ہے ویسی صورت میں۔ یہ نور جب وہاں سے نازل ہوا تو نورِ الٰہی تھا اس کی عین ذات میں تھا۔ عین ذات سے جب یہ صادر ہوتا ہے بصورت آہوتی، لاہوتی، ملکوتی، ناسوتی۔ یہ مختلف صورتوں میں اترتا رہا ہے، جب ملکوت کی ہدایت فرمارہا تھا تو جامہ ملکوتی میں تھا۔ جب عالم جبروت کی ہدایت فرمارہا تھا تو جامہ جبروتی میں تھا، جامہ ءِ بشری میں نہیں تھا۔ یہ جامہ انہوں نے یہاں آکر پہنا۔ جب چاہا اتار کر واپس چلے گئے، جی تو وہاں سے آئے اور وہاں چلے گئے۔

نسب لکھنے والے جتنے بھی اصحاب ہیں یا محدث ہیں مثلاً ابن جریر ہیں، علامہ مجلسی

ہیں یا جو بھی ہیں، سب ایک بات مشترکہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا نسب جب جناب عدنان علیہ السلام تک شمار کرلو تو آگے خاموش ہو جاؤ۔ سمجھ گئے، تو جو لوگ نسب میں جناب آدم علیہ السلام تک ملا دیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ کسی سید کو اپنا نسب جناب عدنان علیہ السلام سے آگے نہیں لکھنا چاہیے جو لکھتا ہے وہ سراسر نافرمانی کرتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما جو دیا کہ جب جناب عدنان علیہ السلام تک ہمارا نسب شمار کرلو تو وہاں خاموش ہو جاؤ۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جناب عدنان علیہ السلام سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور جبینوں میں مسلسل نہیں آیا۔ جناب آدم علیہ السلام کی جبین میں آیا، واپس چلا گیا، پھر کسی جبین میں آیا واپس چلا گیا۔ جناب نوح علیہ السلام کی کشتی ڈگمگانے لگی۔ نوح علیہ السلام کی جبین میں اُترا، کشتی پار لگا کر واپس چلا گیا۔ تو یہ تسلسل نہیں ہے ہم ہر پشت کو نہیں ملا سکتے۔ دو دو تین تین پشتیں چھوڑ کر چوتھی پشت، جس کو اعزاز بخشا، ان کی جبینوں میں آئے، پھر واپس چلے گئے۔ اسی طرح مختلف ادوار میں جبینوں کو شرف بخشتے رہے، تحفظ فرمایا اور واپس جاتے رہے۔ پھر جناب عدنان علیہ السلام پر یہ نور اس وقت اُترا جب وہ شام میں تھے، تاریخ کے حوالے سے ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ جناب عدنان باضابطہ سیادت کی بنیاد ہیں۔

www.khrooj.com

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ شام میں جناب عدنان علیہ السلام اپنے خیمہ میں موجود تھے وہاں مصر کی طرف سے کچھ لوگوں نے آ کر آپ پر حملہ کیا۔ وہاں ان کے بچنے کا کوئی چانس نہیں تھا۔ آپ فوراً کوہ طور پر چلے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر آپ نے بڑی گریہ وزاری اور رقت کے ساتھ دعا کی تو یہ نور ان کی جبین میں اُترا۔ اس کی وجہ سے بچ گئے، حفاظت ہو گئی۔

جب حفاظت ہو گئی تو انہوں نے پھر گریہ وزاری سے یہ دعا کی کہ میرا خالق اب یہ نور آیا ہے تو اس کو واپس مت جانے دے۔ اس نور کو میری اولاد میں آگے جانے دے

سمجھے، تو اس دعا کا یہ نتیجہ نکلا کہ پھر یہ نور مسلسل جبینوں میں منتقل ہوتا چلا گیا اور خالق نے فرمایا کہ میرے پاک حبیب صلی اللہ علیک وسلم! میں نے تمہیں سجدہ کرنے والی جبینوں میں منتقل ہوتا ہوا دیکھا ہے، ٹھیک ہے، تو یہ ایک بات آپ کی سمجھ میں آ گئی۔

اب اگلی بات یہ دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام جب کسی کی حفاظت کیلئے تشریف لاتے تھے تو کیسے آتے تھے؟ کیا ظاہراً جنم لیتے تھے؟ پہلے ایک اور بات سن لیں، ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یمن کی رہنے والی ایک کائدہ یا کاہنہ مکہ میں آتی ہے، خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف ہے، وہاں جناب عبداللہ علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کرتی ہے، اس وقت

آپ بالکل نوجوان ہیں اور جبین مبارک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے، یہ جبین کا مشاہدہ کرتی ہے تو اس کے من میں آتا ہے کہ یہ نور جو اِن کی جبین مبارک میں ہے اس کو میری جھولی میں آنا چاہیے، اس نے عرض کیا کہ آقا کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ فرمایا نہیں جب مالک پاک نے چاہا ہو جائے گی کہنے لگی آپ خود نہیں کر سکتے؟ فرمانے لگے میں تو اس امانت کا امین ہوں جس کو امانت دینا ہے یہ تو وہی جانتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر آپ میرے ساتھ شادی کیلئے رضا مند ہو جائیں تو میں آپ کو سرخ رنگ کی سیاہ آنکھوں اور سفید پیٹ والی سو اونٹنی پیش کروں گی۔ فرمایا نہیں

عرض کیا ایک ہزار اونٹنی لے لیں اور بھی بہت کچھ لے لیں، لیکن آپ کا جواب منفی رہا، اب وہ بڑی پریشان ہوئی، اس کائدہ کا نام ذولقا تھا، کئی سال کے بعد وہی کاہنہ ایک مرتبہ پھر حج کیلئے مکہ آئی، اس وقت وہ نور والدہ ماجدہ کی جبین مبین میں منتقل ہو چکا تھا۔ جناب عبداللہ علیہ الصلواۃ والسلام نے اسے دیکھ کر فرمایا کیا خیال ہے اب میرے ساتھ نکاح کرو گی؟ تو کہنے لگی کہ اب اگر آپ ایک ہزار اونٹنی دے دیں تب بھی نہیں کروں گی جس چیز کا مجھے لالچ تھا وہ تو اب آپ کے پاس نہیں رہی وہ امانت تھی چلی گئی ...... وہ رقابت میں جل گئی۔

اس وقت عرب میں مشاطائیں ہوتی تھیں جو آکر رئیس زادیوں کی کنگھی چوٹی وغیرہ کیا کرتی تھیں۔ اس کائدہ نے تکنہ نامی ایک مشاطہ کو Hire کیا اسے لالچ

دیا اور اس کو ایک خنجر دے کر کہا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کی مشاطگیری کرنے لگو تو ان پر حملہ کر دینا، تمہارے اوپر جو ہرجانہ یا جرمانہ پڑے گا وہ میں ادا کر دوں گی۔ وہ لالچ میں پھنس گئی جب وہ مشاطگی کیلئے آپ صلواۃ اللہ علیہا کے پاس پہنچی تو اس نے خنجر چھپایا ہوا تھا اور پیچھے کھڑے ہو کر کنگھی کرنے لگی۔ کنگھی کرتے ہوئے جوں ہی اس نے خنجر باہر نکالا تو سامنے مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام تشریف لے آئے۔ آپ سامنے تشریف لائے اور اُس ملعونہ کو قتل کر کے واصل جہنم فرما دیا۔

آپ کا فرمان ہے کہ میں نے باقی نبیوں کی چھپ کر مدد کی ہے مگر حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامنے آ کر مدد کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جہاں بھی نصرت کرنا پڑی، مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام سامنے تشریف لائے۔

جب جناب عبداللہ علیہ الصلواۃ والسلام شام تشریف لے گئے تو وہاں کا ہتانیوں نے کہا کہ آپ علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کر دینا چاہیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نانا جناب وہب علیہ السلام بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب ان لوگوں نے آ کر گھیراؤ ڈالا تو جناب وہب گھبرا گئے اور بڑے پریشان ہوئے کہ کہیں ان کو کچھ ہو نہ جائے، لیکن جناب عبداللہ بڑے مطمئن تھے، انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا ایک سفید گھوڑا سوار نقاب پوش تشریف لائے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہودیوں کو قتل کر دیا اور ان کو بہ حفاظت واپس مکہ

روانہ کیا۔

کتب میں تحریر ہے کہ مولا امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ اپنی والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا سے یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ کون بڑا ہے؟ آپ بڑی ہیں یا میں بڑا ہوں؟ تو بی بی صلواۃ اللہ علیہا کہنے لگیں کہ تو میرا بیٹا ہے، بھلا بیٹے بھی ماں سے بڑے ہوتے ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں جی ہو سکتے ہیں۔

فرمانے لگیں کہ وہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ فرمایا آپ کو وہ واقعہ تو یاد ہوگا کہ جب آپ غسل فرمانے گئی تھیں اور وہاں شیر آ گیا تھا، کہا ہاں بیٹا مگر آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا آپ کی مدد کو وہاں ایک نقاب پوش گھوڑا سوار آئے تھے اور آپ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں ایک گلدستہ پیش کیا تھا، پوچھا یہ باتیں آپ کو کس نے بتائی ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آستین میں ہاتھ ڈال کر گلدستہ نکالا اور پوچھا کیا یہ وہی گلدستہ نہیں ہے؟ اتنا عرصہ گزر گیا مگر وہ گلدستہ بالکل تروتازہ اور ٹھیک تھا۔ تو کیا خیال ہے جو اپنی والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کی حفاظت کیلئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو انہیں دوسری مرتبہ ظاہراً آنے کیلئے ماں کی ضرورت ہے؟

بات صرف اتنی ہے کہ یہ نظام تجبر و نظام تصرف میں پہلے ہی سے موجود ہیں، وہاں سے صرف نزول ہی تو فرمانا ہے، اب جسے ہم ولادت کہتے ہیں تو وہ بعینہٖ

اسی طریقہ سے ہوتی ہے کہ جیسے کسی نبی نے مدد کیلئے پکارا تو ان کے دائیں پہلو میں نمودار ہو گئے کسی دوسرے نبی کی نصرت کیلئے بالکل سامنے یا پس پشت ظاہر ہو گئے، تو جب والدہ کو زینت بخشتے ہیں تو وہاں بھی یہی طریقہ ہوتا ہے کہ یہ پاک نور جبین سے پہلو میں اُتر آتا ہے اور مقام اظہار پر جلوہ گر ہوتا ہے، دونوں مقام پر طریقہ ایک ہی ہے ہماری طرح نہیں۔

روحانیات کے ساتھ ساتھ عرفانیات کی باتیں بھی ہو رہی ہیں آپ کو میں ایک چھوٹی سی بات بتاؤں، اس واقعہ کو ہماری بہت سی کتب میں لکھا گیا ہے واقعہ یہ ہے کہ مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کا جب وصال ہوا، شہید ہوئے تو آپ کا تابوت آپ ہی کے حکم کے مطابق نجف اشرف کی طرف لے جایا گیا، ایک نقاب پوش آیا اور مولا امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلواۃ والسلام نے تابوت ان کو دے دیا اور خود واپس تشریف لے آئے، یہ طویل واقعہ ہے جسے میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور آپ نے سنا ہوا ہے اب ہوتا یہ ہے کہ مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک شہزادی صلواۃ اللہ علیہا اپنے بھائی سے عرض کرتی ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے بابا پاک کی زیارت کرنے جائیں، ان کی مزار اقدس پر جانے کا ارادہ ہے، امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلواۃ والسلام نے پردے کا حکم دے دیا، جب معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا مزار پر پہنچیں تو دیکھا کہ وہاں چادر بچھی ہوئی ہے چادر کا ایک کونہ اٹھا کر دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں

اور آپ کو جملہ انبیاء تعزیت پیش کر رہے ہیں۔
اب دوسرا کونہ اٹھا کر دیکھتی ہیں تو مخدومہ سیدۃ النساء صلواۃ اللہ علیہا تشریف فرما ہیں حوران جنت ہیں، عزاداری ہو رہی ہے۔ اب تیسرا کونہ اٹھا کر دیکھتی ہیں تو خود مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام تشریف فرما ہیں اب یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔
نظاموں کے بارے ہماری گفتگو چل رہی تھی، اور میں نے آپ کو بتایا ہے کہ تین نظام ہیں، ایک اعلیٰ سطح حکومت اِلٰہیہ کا نظام یعنی نظام تجبر، دوسرا نیم حکومتی نظام یعنی نظام تصرف اور تیسرا پبلک / عوام کا نظام یعنی نظام ترشد۔ میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ پہلے دو نظاموں میں اپوزیشن (Opposition) کا کوئی رول نہیں ہے، حکومت کی مثال لے لیں تو مرکز میں فوج ہے اور فوج میں کوئی اپوزیشن (Opposition) نہیں ہوتی، اسی طرح پولیس، عدلیہ اور انتظامیہ میں بھی اپوزیشن (Opposition) نہیں ہوتی۔ اپوزیشن (Opposition) کا کردار ہمیشہ عوامی سطح پر ہوتا ہے مرکز میں اگر صدر ہے تو وہ عادل کی طرح بیٹھا ہے۔ عوامی سطح پر جو جیت جائیں ان کو مبارکباد بھی دی جاتی ہے، وہی برسر اقتدار آتے ہیں اور انہی کی پالیساں چلتی ہیں۔ یہ اقتدار میں آنے والے کہلاتے ہیں لیڈر، اور ایک عوام ہوتی ہے، ان دونوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے ورکرز کا۔ لیڈر اپنے مقام پر بیٹھا ہوتا ہے، ورکرز کام کر رہے ہوتے ہیں، عوام میں یہ

جنگ نہیں ہوتی، لیڈرز میں بھی جنگ نہیں ہوتی، یہ جنگ ورکرز میں ہوتی ہے۔ ایک طرف رحمان کے ورکرز ہیں، دوسری طرف منفی (Negative) قوتوں کے یا یوں سمجھ لیں کہ شیطان کے ورکرز ہیں، دونوں طرف نظام انتصار قائم ہے، مثبت روحانیین رحمان کی پالیسیاں یا قوانین چلانے کیلئے کام کر رہے ہیں، دوسری طرف شیطانی قوتیں (Negative) کوشش کر رہی ہیں کہ ہم شیطان کو پوری دنیا پر، انسانیت پر تصرف دیں۔ یہی جو ورکرز (Workers) کام کرتے ہیں نصرت کرتے ہیں اسی کا نام نظام انتصار ہے۔ رحمان کی قوتوں کا جو نظام انتصار ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم یزدان اول ہی کو حاکم بنا دیں جبکہ یزدان اپنے مقام پر خاموش ہے۔ اہل باطل کا لیڈر اپنے مقام پر خاموش ہے۔ ورکرز میں جنگ ہو رہی ہے اور جنگ ہمیشہ ورکرز ہی کرتے ہیں۔ لیڈرز کبھی آپس میں باکسنگ نہیں کرتے، جو جیت گیا سو جیت گیا۔ اب اگر باطل کا نظام انتصار مضبوط ہو گیا تو باطل کی پالیسیاں عوام پر لاگو ہوں گی اور اگر حق کا نظام انتصار مضبوط ہو گیا تو پالیسیاں بھی حق کی لاگو ہو جائیں گے، وہ نظام تصرت کے جو مالک ہیں وہ تو پوری کائنات کے مالک ہیں، پوری کائنات کے مقابلے میں ہماری زمین کا جو نظام ہے وہ تو ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ، اب جو سمندر پر تصرف رکھنے والی ذوات مقدسہ ہیں انہیں ایک قطرے کے اندرونی معاملے میں مداخلت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو فرماتے ہیں کہ ہماری آئیڈیالوجی

www.khrooj.com

(Idealogy) اختیار کر لیں ہمارے نظام پر چلیں تو اس کی ذمہ داری ہماری ہو گی، اور اگر تم باطل کی آئیڈیالوجی (Idealogy) اختیار کروگے اس کی پالیسیوں پر عمل کروگے تو رزلٹ کے ذمہ دار تم خود ہوگے جو فساد تمہارا کمایا ہوا ہے یہ تمہارا ہی ہے، ہمارا تو پیدا کردہ نہیں ہے۔

اب اگر کہیں کوئی متعصب اپوزیشن (Opposition) اقتدار میں آ جاتی ہے تو وہ عوام کے خلاف پالیسیاں بناتی ہے، عوام کو نقصان پہنچانے کا پروگرام بناتی ہے، بعینہٖ منفی قوتیں برسر اقتدار آ کر عوام کو جہنم میں لے جانے کی پالیساں ہی بنائیں گی، اگر مثبت برسر اقتدار آئے گا تو وہ عوام کو جنت کے راستے پر حق کے راستے پر لے کر جائے گا اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے نظام انتصار کو مضبوط کریں۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اپوزیشن (Opposition) کا کوئی لیڈر کتنا ہی پاپولر کیوں نہ ہو، حکومت کے مقابلے میں اس کی کوئی اوقات ہی نہیں ہوتی۔ جیسے ایک لیڈر (Clean sweep) کلین سویپ کر کے کسی ملک کا وزیراعظم بن جاتا ہے اور مکمل اقتدار حاصل کر لیتا ہے، لیکن ایک ایسا وقت آتا ہے کہ کوئی طاقتور فوجی جرنل ایمرجنسی نافذ کر کے اسمبلیاں تحلیل کر دیتا ہے، وزارتیں ختم ہو جاتی ہیں، وزیراعظم چاہے کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو فوجی جرنل کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اسی طرح نظام تصرف کے سامنے نظام ابلیسی کی حیثیت ہی کیا

ہے؟ نظام تصرف کو نظام ابلیسی ختم کرنے میں کیا دیر لگ سکتی ہے؟ لیکن نظام تصرف کیلئے جو تکلیف دہ امر ہے وہ یہ ہے کہ ابلیس کو ختم کرنا اس کی توہین ہے، جو لیڈر یہ جانتا ہے کہ میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں سے فیلڈ میں فتح حاصل کرسکتا ہوں وہ اپنے مخالف لیڈر کو کبھی قتل کروانے کا نہیں سوچتا، اس طرح قتل کرنا تو ذہنی طور پر شکست کا اظہار ہے، اور اللہ جل جلالہ کے مقابلے میں ابلیس کی حیثیت کیا ہے؟

ایک پہلوان اگر باکسنگ یا لڑنے کیلئے مکھی کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے تو مکھی تو مرے گی ہی مگر اس میں پہلوان کی توہین و تذلیل یا اِنسلٹ (Insult) ضرور ہے۔

کائنات کے نظام کے جو مالک ہیں جو صاحبان تصرف ہیں وہ انوار معصومین علیہم السلام ہیں، تصرف کے پورے عالمی نظام (Universal Syestem) پر حاکم ہیں

کم و بیش قریباً دس ارب انسانی آبادی والی زمین ایک چھوٹا سا سیارہ ہے، اس کے معاملات میں ان کو مداخلت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ فرماتے ہیں تم اپنا نظام انتصار مضبوط کرلو ہماری پالیسیاں لاگو ہو جائیں گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اتنے بڑے ادارے ہماری پشت پر ہیں تو ہمارے نظام انتصار کی کمزوری کیا معنی رکھتی ہے؟ یہ نصرت کا نظام کمزور کس طرح ہو جاتا ہے؟

www.khrooj.com

بات وہی ہے کہ وہ صاحبان تصرف اس میں مداخلت کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جیسے کسی ملک کی حکومت اپنے لیول سے گر کر کسی معاملے میں کوئی مداخلت کرتی ہے تو دھاندلی کہلاتی ہے، بدنامی ہوتی ہے اور حکومت کی توہین ہوتی ہے۔ اور خالق تو عادل ہے، اپنی عدالت پر حرف نہیں آنے دیتا، وہ کہتا ہے مجھ سے قوتیں لے لو مگر میدان میں خود لڑو یہ نہ کہو کہ اس پہلوان کو تم نیچے گرا دو اور مجھے پکڑ کر اس کے اوپر بٹھا دو۔ یہ تو دھوکہ یا چیٹنگ (Cheating) ہو جائے گی۔ خالق ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہمارا نظام انتصار ہم سے قوت لے لے، طاقت لے لے مگر شیطانی غلاظتوں کے خلاف جنگ خود کرے، زمانے میں یزدان سے بڑا طاقتور کوئی نہیں۔ شر کی جتنی بھی طاقتیں ہوں بڑی کمزور ہوتی ہیں۔ کہیں کہیں ہم دیکھتے ہیں کہ بظاہر حق کو شکست ہوئی ہے مثلاً جنگ احد یا کربلا میں ہمیں نظر آتا ہے کہ شکست ہوئی ہے۔ تو یہ شکست دراصل نظام انتصار کی ہوتی ہے، اصل ذات کی نہیں ہوتی۔ اصل ذات تو بہت طاقتور ہے، بہت پاورفل (Powerful) ہے۔ یہ جو مقابلہ ہے جیسے علامہ اقبال نے کہا تھا شرار مصطفویؐ سے چراغ بولہبی۔ تو اصل جنگ شرار مصطفوی یا چراغ بولہبی کی آپس میں نہیں ہے۔ ہاں چراغ بولہبی کا چراغ بوذری، چراغ قنبری یا چراغ سلیمانی سے تو مقابلہ ہوسکتا ہے لیکن سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقابلہ بے جوڑ لگتا ہے۔ ایک طرف ابوجہل، دوسری طرف شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ بڑی بے جوڑ اور انسلٹ (Insult) والی بات ہے۔

دیکھیں ہم اپنے بارے میں ایک بات کرتے ہیں کہ ہم سب مولا پاک علیہ الصلواۃ والسلام کے کتے ہیں۔ شیطان ہم پر جو خنزیر چھوڑتا ہے تو اس کے دفاع کیلئے مولا علیہ السلام کے کتوں کو جانا چاہیے نہ کہ مولا علیہ السلام کو۔ یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ خنزیر کا مقابلہ کتا کرے تو ٹھیک ہے، لیکن کوئی تک نہیں بنتا کہ مالک جا کر خنزیر کا مقابلہ کرے، یہ انسان کی توہین ہے، اِنسلٹ (Insult) ہے اس لئے ہمیں نظام انتصار کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، مرکز تو ہمارا مضبوط ہی ہے۔

اب میں ایک اور بات آپ سے عرض کروں کہ جتنے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلواۃ والسلام سے یہ سوال ہوا کہ آپ خروج کیوں نہیں فرماتے؟ حکومت اِلٰہیہ کو قائم کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ علیہ الصلواۃ والسلام نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ اس کی وجہ قلت انصار ہے۔ مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ شامی فوج میں سے مجھے دس کے بدلے ایک لینا پڑے تو میں اپنے دس دے دوں گا اور وہاں سے ایک لےلوں گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شامی باطل کے ساتھ مخلص تھے، خلوص سے کھڑے تھے اور یہ حق کے ساتھ مخلص نہیں تھے، تو وجہ وہی قلت انصار ہی ہے۔ اسی طرح جب امام حسن مجتبٰی علیہ الصلواۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے صلح کیوں کر لی؟ آپ امیر المومنین ہیں، آپ جہاد کیوں

نہیں کرتے ؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ چالیس مخلص ہوتے تو ہم جہاد سے انکار نہ کرتے۔ حالانکہ بظاہر تو آپ کے ساتھ لگ بھگ ساٹھ ہزار لوگوں کا لشکر تھا جبکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ صرف چالیس مخلص چاہییں، یعنی اُس دورِ امامت میں نظام انتصار کے چالیس مخلص روحانی میسر آ جاتے تو پوری دنیا میں اللہ کا کلمہ جاری ہو جاتا۔

ابو بصیر سے روایت ہے کہ جب امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا گیا کہ مولا آپ خروج کیوں نہیں فرماتے تو سرکار علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ وہ سامنے بکریوں کے کچھ بچے، میمنے چر رہے ہیں اگر اتنے انصار بھی ہمیں مل جاتے تو ہم ایک لمحے کیلئے گھر میں نہیں بیٹھتے اور ساری دنیا میں اللہ کی حکومت قائم ہو جاتی۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے جا کر وہ میمنے گنے تو ان کی تعداد سولہ تھی۔ یعنی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سولہ ناصرین بھی میسر نہیں تھے۔

یاد رہے کہ وہاں ایسے ناصرین کی ضرورت نہیں ہے جیسے ہم اپنے تئیں مولا کے ناصر بنے ہوئے ہیں۔ وہاں (Positive Spiritual Power) والے ناصرین کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو جن انصار کی ضرورت ہے اُن کی تعداد صرف تین سو تیرہ ہے، 313 اصحاب کی ضرورت ہے، اس دنیا نے جو پیدا کرنا ہیں یا پروڈیوس (Produce) کرنا

ہیں، بنانا ہیں ان کی تعداد ڈھائی سو250 ہے، باقی تریسٹھ ماضی سے آنا ہیں، کچھ لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور وہ دوبارہ زندہ ہو کر نصرت کریں گے، آپ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے جو انصار ہیں جنہیں ہم اصحاب کہتے ہیں یہ کمانڈرز ہیں اور ان کی تعداد 313 ہے اور وہ جو اس سے نیچے والے انصار ہیں ان کی تعداد دس ہزار ہے، یہ دس ہزار وہ ہیں جن کی مولا علیہ السلام کو ضرورت ہے اور اصل بات یہ ہے کہ اگر یہ دس ہزار فوجی میسر آ جائیں تو کمانڈرز تو کن فیکون کی طرح آ جائیں گے، یعنی 313 تو پیدا ہو جائیں گے، اب ضرورت ایسے دس ہزار فوجی فراہم کرنے کی ہے جو روحانی (Spiritual) ہوں۔

بندوق چلانے والے نہیں چاہییں۔ ایسے چاہییں جو (Spiritual War) روحانی جنگ کرنا جانتے ہوں۔ اِس وقت پاک ذات کو زیادہ سے زیادہ انصار اور زیادہ سے زیادہ روحانی قوت (Spiritual Power) والوں کی ضرورت ہے۔

اب میں بات ختم کرنے سے پہلے آپ کو یہ بتا دوں کہ یہ جو روحانی مشقیں بچوں کو دی جا رہی ہیں تو ان کے تربیتی کورسز کے دوران ان سے یہ کروایا جاتا ہے کہ تم حشرات کو زندہ کرو۔ مردہ حشرات مثلاً بھڑ، شہد کی مکھی، کیڑے مکوڑے، ان چیزوں کو کہیں بھی مردہ حالت میں دیکھو تو پھر ان کو زندہ کرو۔ اس کے بعد اس سے زیادہ صحت کے جانوروں کو زندہ کرو اس طرح اپنی روحانی طاقت

بڑھاتے چلے جاؤ۔

روحانی لوگ یہ مشقیں (Exercise) کیوں دیتے ہیں؟ یہ تجربات کیوں کرواتے ہیں؟ کبھی آپ نے رجعت کے بارے میں پڑھا ہے کہ رجعت کیا ہے؟

مولا پاک تو موجود ہیں ان کی رجعت تو نہیں ہوتی۔ رجعت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ جو اس دنیا سے گزر گئے ہیں دس سال پہلے، سو سال پہلے، ہزار سال پہلے ان کو واپس لانا۔ اب ان کو واپس لانے کا عمل کس نے کرنا ہے؟ یہ کام انصار نے کرنا ہے۔ ایک ایک قبر پر مولا پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو جانے کی ضرورت نہ ہو سرکار علیہ السلام اپنے ناصرین کو حکم دیں کہ وہاں سے فلاں کو اٹھا لو، یہاں سے فلاں کو اٹھا لو۔ یہ ڈیوٹی مولا علیہ السلام نے اپنے انصار سے لینا ہے۔ اسی کی تربیت کروائی جا رہی ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کی مشق کرو، Exercise کرو ایک آف دی ریکارڈ (Off the Record) بات ہے ہمارے ایک بھائی ہیں سید یحییٰ حسن رضوی تو وہ جب اپنی (Exercise) میں اپنے ٹیسٹ کے مرحلے میں تھے تو انہوں نے ایک بھڑ کو خود مار دیا بلکہ کچھ کچل بھی دیا جبکہ بتایا ہوا ہے کہ کچلنا نہیں ہوتا۔ بہرحال انہوں نے کچل دیا پھر اس پر مولا علیہ السلام کا نام لیا تو وہ زندہ ہو گیا، اب دوبارہ اسے مار دیا پھر دوبارہ زندہ کر دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اس کو مار دیا اور پھر جب زندہ کیا تو خود ہی ڈر کر بھاگ گئے (مسکراہٹیں) کہ یہ

تو بڑی عجیب بات ہے

کوئی طاقتور روحانی چیز ہے کہ میرا تھوڑا سا پڑھنے سے وہ زندہ ہو جاتی ہے یا کوئی خطرناک کھیل ہے اور وہ ڈر کر بھاگ گئے۔ بہرحال ایسی سوچ نہیں آنا چاہیے۔ ایسے ہی موقع پر خالق کو خود کہنا پڑتا ہے جب جناب موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا پھینک کر بھاگ گئے تھے کہ اے موسیٰ ڈرو مت

تو بات یہ ہے کہ نظام انتصار میں اتنے پاورفل (Powerful) لوگوں کو آنا چاہیے کہ جب مولا علیہ السلام تشریف لائیں تو انہیں کوئی کام نہ کرنا پڑے۔ سرکار آ کر تخت کو زینت بخشیں ان کو ہر چیز اپنے مقام پر مل جائے۔ اب اگر آپ مجھے بلائیں اور یہ کہیں کہ جناب ضرور تشریف لائیں۔ مکان میرے پاس نہیں ہے اور جناب کھانے کا انتظام بھی آپ کو خود کرنا ہے۔ مناسب سمجھیں تو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں تو کیا آپ یہ مجھے بلا رہے ہیں یا روک رہے ہیں؟

ہم مولا پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو بلا رہے ہیں اگر وہ پاک ذات تشریف لائیں اور فرمائیں کہ ہمیں پانی کا ایک گلاس دے دو اور ہمارے پاس ایک پاکیزہ گلاس بھی نہ ہو کہ دو گھونٹ پانی پیش کر سکیں تو ان کو بلانے کا کوئی فائدہ ہے؟

تو ناصرین کو بہت پاورفل (Powerful) ہونا چاہیے تزکیات نفس سے وہ اپنی غلاظتوں کو دور کر لیں کہ کل مجرموں کی لسٹ میں کھڑے نہ ہوں، وہاں اپنے

جرائم کی معافی مانگیں گے یا مولا پاک عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کریں گے؟

ناصر کو ایسا ہونا چاہیے کہ اس نے کوئی جرم نہ کیا ہو، ناصرین اتنے پاورفل ہوں کہ سارا انتظام خود کریں۔ اور مولا پاک عجل اللہ فرجہ الشریف سے عرض کریں کہ حضور تخت کو زینت بخشیں، تشریف رکھیں، جو کام ہے وہ ہم کر چکے ہیں۔ آپ دیدار کی جنت عطا فرمائیں۔

اچھا نوکر تو وہی ہوتا ہے جو مالک کی ہر بات کو سمجھتا ہے کہ میرا مالک کس چیز کو کہاں پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اس کی مالک کے ساتھ (Understanding) اور ہم آہنگی ہوتی ہے۔ ہم اگر مولا پاک کے ناصر ہیں تو ہمیں اپنی غلطیاں دور کرنا ہوں گی، غلطیاں نہ ہوں۔

آپ دیکھیں کہ یہ بات تو یقینی ہے کہ جن لوگوں نے فدک غصب کیا تھا، ان کو مولا پاک عجل اللہ فرجہ الشریف نہیں چھوڑیں گے اور اگر ہم نے خمس پاک کھایا ہوا ہے، حق سادات کھایا ہوا ہے، معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا کا حق کھایا ہوا ہے اور ہم مولا پاک عجل اللہ فرجہ الشریف سے یہ کہیں کہ سرکار ہمیں آپ معاف فرمادیں اور پھر ہمیں تلوار دیں، ہم دشمنوں کی گردنیں کیسے اڑاتے ہیں! تو مولا پاک یہی فرمائیں گے کہ نہیں تم بھی انہیں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔

تو بات یہ ہے کہ پہلے ہمیں اپنے آپ کو درست کرنا چاہیے اپنی سمت

(Direction) کو درست کرنا چاہیے اور اس کے بعد مولا پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو بلانا چاہیے۔ عملی طور پر ہم جبھی بلائیں گے۔

اب اگر انتظار ہے تو ہمارا ہو رہا ہے۔ ہم مولا پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا انتظار نہیں کر رہے، مولا پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف ہمارا انتظار کر رہے ہیں کہ کب سدھر جاؤ گے؟ کب میری نصرت کرو گے؟ اب تو جتنے بھی برادران اہلسنت، اہل تشیع مولا پاک سے واصل ہو رہے ہیں سب سے یہی فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کر سکتے ہو تو ہماری نصرت کرو، ادھر ہم ہیں کہ سوچ ہی نہیں رہے کہ نصرت کریں تو نصرت کیسے کریں؟ کیوں کر کریں؟

اب میں چاہتا ہوں کہ ہم سب مل کر دعا کریں کہ مومنین کو اور ہم سب کو مولا پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف اپنی نصرت کی توفیق عطا فرمائیں اور ان کے جد اطہر کا انتقام ابھی ابھی ہو جائے۔ ملکہ عالمین صلواۃ اللہ علیہا کا پاک گھر جلدی آباد ہو جائے۔ ہمارا مقصد و مدعا بھی یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

يَا مَولاَ كَرِيمؐ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهٗ وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيْكَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

چوتھا خطاب

اَللَّهُمَ صَلِّے عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ وَ عَجِّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدؐ

اَعُـوذُ بِـالـلّٰهِ القَوِیّ العَلِیّ العَظِیمِ مِنَ الشَّیطٰانِ الْغَوِیّ الشَّقِیّ الرَّجِیمُ
بِسمِ اللَّهِ الوَفِّیّ الکَریمُ

اَلْحَمدُ لِلّٰهِ الَّذی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ یَکُنّ لَهُ شَریك فِی المُلكِ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ وَلِیّ مِنَ الـذُّلِّ وَکَبِّـرهُ تَکبِیراً وَالصَّلٰواةُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الاَنبِیٰاء وَالْـمُـرْسَـلِیـنُ وَعَلیٰ آلِهِ الطَّیّبِینَ الطَّاهِرِینَ المَعْصُومِینَ المَظْلُومِینَ الَّـذِیـنَ اَذْهَـبَ الـلّٰه عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِیرًا وَ خُصُوصَاً عَلیٰ حُـجَّةُ الـلّٰهُ فِی العَالَمِین ۔اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبارَكَ وَتَعالیٰ وَقَد قَالَ رَسُـولُ الـلّٰهِ صَـلَّـی الـلّٰهُ عَلَیهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِی یَومِ الغَدیرِ فِی دُعَائِهٖ

☆اَلـلّٰهُـمَّ وَالِ مَـن وَالَاهُ وَ عَــادِ مَــن عَــادَاهُ وَاخْـذُلْ خَــاذِلِیــهِ وَانْصُرْنَاصِرِیهِ

آج ہمارے سامنے کچھ ایسے احباب بھی تشریف فرما ہیں جو ہماری سابقہ نشستوں

میں موجود نہیں تھے اور ان کیلئے یہ مسئلہ ہوگا کہ وہ شاید ہمارے اس سلسلہءِ کلام کو کما حقہٗ نہ سمجھ سکیں، کوشش کرتا ہوں کہ جو عرض کروں وہ بھی کچھ نہ کچھ سمجھ لیں۔

ہمارا گفتگو کا یہ سلسلہ روحانیات کے بارے میں ہے، ہم (Spiritualism) پر بحث کررہے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ روحانیات کی دو قسمیں ہیں۔

پازیٹو (Positive) روحانیات اور نیگیٹو (Negative) روحیت یا روحانیات۔

ماضی میں جب بھی کسی بڑی (Positive Spiritual Personality) پازیٹو سپر چیول پرسنیلٹی کا دنیا میں ظہور ہوتا تو ان کے ظہور سے پہلے منفی روحانیت یا (Negative Spiritualism) اپنے عروج پر ہوتی تھی۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب بھی پازیٹو سپر چیول پرسنیلٹی اس دنیا پر آئے گی تو اس سے پہلے لازماً نیگیٹو سپر چیول اِزم کا عروج ہوگا، اسی بات کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک قانونِ قدرت ہے جو ازل سے آج تک جاری و ساری ہے کہ جب بھی اس دنیا میں منفی یا شیطانی روحانیت اپنے نقطہءِ عروج پر پہنچتی ہے تو اُس وقت اسے ختم کرنے کیلئے مثبت روحانیت کا کوئی عظیم لیڈر اس دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے۔

اپنے اپنے وقت میں جناب ابراہیم علیہ السلام، جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام جب اس دنیا میں آئے تو ان کی آمد سے پہلے آپ کو بچوں کا ایک قتل عام نظر آتا ہے۔اب نمرود وغیرہ کے پاس کیا سورس (Source) تھا

جس کی وجہ سے نوزائیدہ بچوں کا قتل عام ہورہا تھا تو وہ سورس (Source) نیگیٹو سپر چیول ازم تھا۔ وہ اتنا پاورفل تھا اور اس قدر رسوخ حاصل کر چکا تھا کہ مقام علیین میں جب بھی کوئی روح متحرک ہوتی تو وہ اسے فوراً ڈیٹکٹ (Detect) کر لیتے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ مقام علیین پر انبیاء علیہم السلام کی روحیں محفوظ ہوتی ہیں۔ ادھر علیین میں کوئی روح متحرک ہوئی ادھر یہ فوری طور پر آگاہ ہو گئے۔ فرعون کی کیبنٹ (cabinet) میں ٹاپ موسٹ سپر چیولسٹ (Top Most Spiritualist) تھے۔ انہوں نے بتا دیا تھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہونے والا ہے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی بچوں کا قتل عام شروع کروا دیا گیا۔ یہ باتیں بڑی ڈیٹیل (Detail) کے ساتھ میں اپنی سابقہ نشستوں میں عرض کر چکا ہوں۔

علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا اِمروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ شرار بولہبی کی جنگ ہے زرتشت کہتے ہیں کہ یزدان اور اہرمن کی جنگ ہے، عمومی طور پر یہ خیر وشر کی جنگ سمجھی جاتی ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خیر وشر کی جنگ ایسے نہیں ہے۔ چراغ مصطفوی کے ساتھ ابلیس کا مقابلہ، اللہ کے ساتھ اہرمن کا مقابلہ تو یہ میل

نہیں کھاتا

ابلیس بہت لائٹ ویٹ (Light weight) ہے، اور یزدان انتہائی ہیوی ویٹ (Heavy weight) ہے، ہیوی ویٹ کا لائٹ ویٹ کے ساتھ مقابلہ تو اولمپک (Olympic) والے بھی نہیں کرواتے، خالق جیسی عادل ذات کیسے کرواسکتی ہے۔

اب ایک اور اعتراض سامنے آسکتا ہے کہ کیا آئمہ معصومین علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ ابلیسیت کا مقابلہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان کے سجدے کیلئے بھی تیار ہے۔ جب اُس سے پوچھا گیا کہ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ...... (75)ص

تو نے جو تکبر کیا ہے، غرور کیا ہے، کیا تو عالین میں سے تھا؟ تو جتنا بدبخت کیوں نہ تھا اس نے یہ نہیں کہا کہ میں عالین جیسا ہوں یا اُنہی میں سے ہوں، ابلیس نے کہا میں عالین جیسا نہیں، میرا مقابلہ تو تمہارے اس لاڈلے کے ساتھ ہے جس کے سجدے کا تو نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِس سے بہتر ہوں

ہم اپنی سابقہ نشست میں نظام انتصار پر بات کر چکے ہیں اور اس سے پہلے نظام تجبر، نظام تصرف اور نظام ترشد پر بات ہو چکی ہے۔

سوال ......نظام تصرف اور نظام ترشد کیا ہے؟

جواب ...... میں نے عرض کیا تھا کہ تین نظام ہیں جو متوازی (Parallel) چل

رہے ہیں، اللہ جل جلالہ کا جو نظام ہے وہ نظام تجبر ہے، اس کے نیچے جو دوسرا نظام چل رہا ہے وہ نظام تصرف ہے اور اس کے نیچے جو نظام ہے اسے نظام ترشد کہتے ہیں

میں نے ایک ملک کی گورنمنٹ کی مثال دی تھی کہ فوج یا سیکرٹ ادارے یہ خالصتاً حکومت کے ادارے ہیں اور سب سے زیادہ پاورفل ہوتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر عدلیہ یا انتظامیہ ہے۔ یہ ادارے تنخواہ حکومت سے لیتے ہیں لیکن عوام کیلئے کام کرتے ہیں، تیسرے نمبر پر سیاسی ادارے ہیں جو خالصتاً عوام کے ہوتے ہیں عوام جن نمائندوں کو کامیاب بناتی ہے حکومت انہیں قبول کر لیتی ہے۔ پھر میں نے یہ بھی کہا تھا کہ فوج میں اپوزیشن (Opposition) نہیں ہوتی، انتظامیہ اور عدلیہ میں بھی اپوزیشن (Opposition) نہیں ہوتی۔ اپوزیشن (Opposition) کا کردار یا (Role) ہمیشہ عوامی نمائندوں یا ورکرز کے درمیان ہوتا ہے۔

نظام تجبر سب سے اوپر والا نظام ہے اللہ جل جلالہ کا سیکرٹ نظام ہے جو بہت زیادہ پاورفل ہے اور اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ دوسرے نمبر پر نظام تصرف ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام ہے اس میں بھی اپوزیشن (Opposition) کا کوئی دخل یا کوئی (Role) نہیں ہے لیکن جو نظام ترشد ہے وہ ایسے ہے جیسے ہمارے سیاسی ادارے یا عوامی ادارے تو عوامی اداروں میں ہی

ابلیس کردار ادا کرسکتا ہے اوپر والے کسی نظام میں یہ مداخلت نہیں کرسکتا۔

سوال ...... نظام تجبر اللہ جل جلالہ کا نظام ہے کیا نظام تصرف خاندان پاک علیہم الصلواۃ والسلام کا نظام ہے؟

جواب ...... دیکھیں میں نے سابقہ نشست میں کہا تھا کہ نظام تجبر خالصتاً اللہ جل جلالہ کا نظام ہے، نظام تصرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام ہے، اور نظام ترشد جو ہے وہ مرشد کامل اور اولیائے کرام کا نظام ہے، اسی نظام میں انبیاء مبعوث ہوتے ہیں اور انبیاء کی بعثت نظام تصرف میں نہیں ہوتی۔ نظام تصرف ہو یا نظام ترشد ان نظاموں پہ حاکم معصومین علیہم الصلواۃ والسلام ہی ہیں۔

فترت کے بارے بھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ فترت اس گیپ (Gap) کو کہتے ہیں جس میں حجت ظاہراً موجود نہ ہو، یہ فترت کا نظریہ (Concept) ترشد میں ہوتا ہے

نظام تصرف میں دورِ فترت واقع ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ ولی العصر علیہ الصلواۃ والسلام اگر ایک لمحے کیلئے بھی اس دنیا سے اپنی نظر کرم ہٹالیں تو یہ دنیا نیست و نابود ہوجائے۔آدم ابھی بین الماء والطین تھا یعنی ابھی آدم کی تخلیق نہیں ہوئی تھی مگر ان کا نور تھا، اول ما خلق اللہ نوری ...... میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ کائنات کے وہ تمام (Planets) تمام سیارے جن کی آغوش میں زندگی

ڈالی گئی ہے ان کا اپنا اپنا علیحدہ نظام ترشد ہے مگر نظام تصرف تمام سیاروں کیلئے پوری کائنات کیلئے ایک ہی ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ آقا کیا کسی اور سیارے پر مخلوق موجود ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہزاروں سیاروں پر مخلوق موجود ہے جو تمہاری طرح رہتی بستی ہے ان کے شہر ایسے ہیں جیسے تمہارے شہر ہیں تو اس شخص نے عرض کیا کہ سرکار وہاں حجت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''نحن حجت الله علیهم '' وہاں حجت ہم ہی ہیں

سب کے آدم جدا ہیں، سلسلۂ انبیاء جدا ہے، مگر نظام تصرف سب کا ایک ہی ہے اور ہر جگہ حجت یہی ہیں۔آپ کے سوالوں کی وجہ سے بات پیچھے چلی گئی جبکہ آج کیلئے میں یہ عرض کرر ہا تھا کہ یہ خیر وشر کی جو جنگ ہے یہ یزدان اور اہرمن کی جنگ نہیں ہے، سچی بات یہ ہے کہ یہ جنگ ابلیس اور معصومین علیہم السلام کی نہیں ہے، ابلیس اور اللہ تعالی کی نہیں ہے، یہ جنگ ابلیس اور معصومین علیہم السلام کے نظام انصار کے مابین ہے یعنی ناصرین اور ابلیسی قوتوں کے درمیان مقابلہ ہے۔

نظام انصار دراصل نظام ترشد کا ایک حصہ ہوتا ہے، ایک سیاسی پارٹی کی مثال میں نے دی تھی کہ جیسے جنگ سیاسی پارٹیوں کے ورکرز کے درمیان ہوتی ہے، لیڈرز میں نہیں ہوتی، ورکرز لڑتے ہیں اور اپنے لیڈرز کو اقتدار دلاتے

ہیں، اسی طرح ہر نبی کا، ہر ولی کا ایک نظام انتصار ہوتا ہے جو ان کو ظاہراً اقتدار میں لاتا ہے، تجبر میں یا تصرف میں تو ان کا اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔

جب نظام انتصار کمزور ہوتا ہے، قوتِ نصرت کمزور ہوتی ہے تو مرکز کو کچھ زخم کھانا پڑتے ہیں، آپ دیکھیں کہ جنگ احد میں نظام انتصار کمزور ہوا تو مرکز خیر کو جناب حمزہ علیہ السلام جیسی ذات کی شہادت کا زخم کھانا پڑا، یہی نظام انتصار جب کربلا میں کمزور ہوتا ہے تو پھر بہت سے زخم کھانا پڑتے ہیں، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی اس دنیا پر ظاہراً حکومت ہو تو حق کے ظہور اور غلبے کیلئے ہمیں قوتِ نصرت کو بڑھانا ہوگا ان کی ظاہری حکومت کیلئے نظام انتصار کو پاورفل بنانا لازم ہے۔ باطناً تو وہ موجود ہیں، اوپر والے دونوں نظاموں پہ انہی کی حکومت ہے، وہی حاکم ہیں، لیکن یہ جو نیچے والا نظام ہے اس میں پالیسی اسی کی چلے گی جس کا نظام انتصار مضبوط ہوگا، اگر انسان حق کے قانون کا نفاذ چاہتا ہے تو حق کا نظام انتصار مضبوط کرنا ہوگا، اور اگر کوئی کرپٹ حکومت چاہتا ہے تو پھر اللہ عادل ہے وہ مداخلت نہیں کرتا، اس نے خیر اور حق کی ایک آئیڈیالوجی دے دی ہے کہ اگر یہ (Adaopt) کرو گے تو رزلٹ کے ذمہ دار ہم ہیں اور اگر کوئی منفی آئیڈیالوجی اختیار کرو گے تو پھر رزلٹ کے ذمہ دار تم خود ہو گے اور اپنے انجام کو پہنچو گے۔ اگر خالق اپنی آئیڈیالوجی مسلط کرنا چاہتا تو ابلیس کو زندہ ہی نہ چھوڑتا۔ خالق نے اس پر جبر نہیں کیا، عدل کیا

ہے،اس کو آزاد رکھا ہے۔

آپ دیکھیں میدان کربلا میں ناصرین کا امتحان ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر مداخلت کرنے کی اجازت ہوتی تو بنی ہاشم علیہ السلام کے سب نوجوانوں کو میدان میں آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ،خاندانِ اِلٰہیہ کا صرف ایک معصوم فوج اشقیاء کو فقط نفرت وغیظ کی نگاہ سے ہی دیکھ لیتا تو یہ دنیا ان کیلئے جہنم بن سکتی تھی مگر یہ عدل کے خلاف تھا اِس لیئے ایسا نہیں کیا گیا۔

بات آئیڈیالوجی کی ہورہی تھی اور میں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ ہمیں اپنا نظام انتصار خود ہی مضبوط کانا چاہیے۔کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے جب یہ آوز دی کہ

''ھل من ناصر ینصرنا '' تو وہاں روحانی یا سپر چیول مدد (Help) مانگی گئی تھی، یزیدی لشکر کو مارنے کیلئے تو ملکوت کے دستے پہنچ چکے تھے، جنات حاضر بارگاہ تھے لیکن کسی کی مدد قبول نہیں کی گئی تھی، زعفر جن کا بیان ہے کہ جب میں کربلا پہنچا تو جس جگہ شہنشاہ مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام تشریف فرما تھے وہاں سے سولہ میل کے ایریے تک ملکوت ہی ملکوت کھڑے ہوئے تھے، ان کے لشکر تھے۔ان کے آگے انبیاء کی اور مومنین کی ارواح تھیں۔ زعفر کہتا ہے کہ جب میں پہنچا تو مجھے سولہ میل دور جا کے جگہ ملی، وہاں سے میں نے لبیک لبیک یابن رسول اللہ کہا،عرض کیا کہ مولا میں آپ کی نصرت کیلئے حاضر ہوں، اتنے

بڑے بڑے ملکوت نصرت کیلئے آئے ہوئے تھے مگر سرکاؑر سب کو فرما رہے تھے کہ ہمیں تمہاری نصرت کی ضرورت نہیں ہے

یعنی وہاں جو نصرت درکار تھی وہ یہ نہیں کر سکتے تھے، اگر صرف یزیدی ہی مارنے ہوتے تو ایک خادم تو آپ کے پاس ہی موجود تھا، دروازے کا خام عزرائیل، صرف اسی کو اجازت دے دی جاتی تو ایک منٹ میں یزیدی لشکر کا سارا سلسلہ ختم ہو جاتا۔لیکن وہاں ملکوت یا جناب کی نصرت درکار نہیں تھی، وہاں ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو سپر چیول پاور کو ڈِویلپ (Develop) کر کے سرکار کے نظام انتصار کا حصہ بنیں، اور تاریخ شاہد ہے کہ جہاں سب کی مدد کو ٹھکرا دیا گیا وہاں ایک انتہائی معصوم شہزادہ پاک علیؑ اصغر علیہ السلام کی نصرت کو قبول کیا گیا۔

کل میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جب بھی معصومین علیہم السلام سے عرض کیا گیا کہ آقا آپ خروج کیوں نہیں فرماتے تو آپ نے ایک ہی جواب دیا، ''قلت انصار'' کہ ہمارے ناصرین بہت کم ہیں، ناصر سے مراد کوئی جنگجو نہیں ہے بلکہ سپر چیول پاور رکھنے والے انصار درکار ہیں جو تصرف کرنا جانتے ہوں اور جہاد بالتصرف کر سکتے ہوں، آپ دیکھیں امام حسن مجتبٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب عرض کیا گیا کہ آقا آپ خروج کیوں نہیں فرماتے تو آپ نے فرمایا اگر میرے پاس چالیس 40 ناصر ہوتے تو میں ایک لمحہ کیلئے بھی گھر میں نہ بیٹھتا اور میدان میں آجاتا، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہراً آپ کے لشکر میں ایک لاکھ کے

لگ بھگ لوگ شامل تھے۔

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ساتھ دینے والے جو لوگ سامنے کھڑے ہیں ان کی تعداد ہزاروں میں ہے مگر آپ طلب کر رہے ہیں صرف چالیس۔

اب یہ زمانہ ذرا آگے جاتا ہے اور امام صادق علیہ الصلواۃ والسلام کا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ ہماری تبلیغ کا بڑا دور ہے اس دور میں دراصل ہمارے مشن اور مقصد کی باضابطہ طور پر تبلیغ ہوئی ہے، کیونکہ بنی امیہ زوال پذیر تھے اور بنی عباس اپنی جڑیں ابھی مضبوط نہ کر سکے تھے، ان دونوں کی کشمکش میں کھل کر بات کرنے کا ایک موقع ملا تھا اور سرکار کے ایک ایک درس میں چالیس چالیس ہزار تک افراد شامل رہے، اس وقت شیعوں کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں تھی، ایک دن حضور تشریف لے جا رہے تھے جناب ابو بصیر نے عرض کیا کہ آقا اب تو آپ کے ماننے والے، مؤدت رکھنے والے، عزاداری کرنے والے بہت زیادہ لوگ ہیں۔ مخالفین آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو چکے ہیں آپ خروج کیوں نہیں فرماتے؟ اب وقت ہے آپ خروج فرمائیں تو پوری دنیا پر آپ ہی کی حکومت قائم ہوسکتی ہے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ سامنے بھیڑوں کے بچے، یہ میمنے جو چر رہے ہیں، ان کے برابر بھی اگر ہمیں انصار مل جاتے تو ہم خروج فرمانے میں ایک لمحہ بھی توقف نہ کرتے۔ ابو بصیر فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر میمنے گنے تو ان کی تعداد سولہ تھی، یعنی ماننے والوں، مؤدت رکھنے والوں کی

تعداد تو لاکھوں میں تھی مگر ان میں ناصر کوئی نہیں تھا کیونکہ ناصرین کا جو میرٹ ہے وہ عام والا نہیں ہے، وہ تو سپر چیول پاور والا میرٹ ہے۔

اب آپ دیکھیں کہ جب ضامن غربا شہنشاہِ خراسان والی ءِمشہد سرکار امام رضاؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا زمانہ آتا ہے تو اس زمانہ میں ایران شیعوں سے بھرا ہوا تھا، اس دور میں آپ کے ساتھ بھی وہی مطالبہ ہوا کہ حضور آپ اپنے اقتدار کو اپنے ہاتھ میں کیوں نہیں لیتے حکومت اِلٰہیہ کا قیام کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ نے سوال کرنے والے سے فرمایا کہ یہ سامنے ایک تندور آگ سے دہک رہا ہے اس میں کود جاؤ وہ آدمی کہنے لگا کہ سرکار آپ تو مجھے زندہ جلا رہے ہیں جبکہ میں نے تو آپ کو اپنی حکومت قائم کرنے کی گزارش کی تھی۔ اسی دوران آپ کا غلام ہارون مکی حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ ہارون اس تندور میں کود جاؤ اس نے فوراً تندور میں چھلانگ لگا دی آپ نے فرمایا کہ اس تندور کے اوپر ڈھکنا دے دو۔ ڈھکنا دے دیا گیا اور آپ باتوں میں مصروف ہو گئے مگر وہ گزارش کرنے والا جو کہ خراسانی تھا وہ پریشان تھا کہ وہ غلام تو بھون کر یا جل کر راکھ ہو چکا ہوگا۔ کافی دیر کے بعد فرمایا کہ اب ڈھکنا ہٹا کے دیکھو۔ تندور کا ڈھکنا ہٹایا گیا تو دیکھا وہ آگ گلزار بن چکی تھی اور غلام ہنس رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں اب بتاؤ اس جیسے کتنے ہیں؟ تو اس نے عرض کیا کہ آقا ایک بھی نہیں۔ اب یہ مت سمجھیں کہ مولا نے اس تندور کو گلزار کیا۔ مولا کا غلام ہارون مکی وقت کا اتنا

سپیریئر پرسن (Superior person) تھا اور اس کی روحانی قوت یا سپر چیول پاور اِتنی مضبوط تھی کہ اس نے تندور کی آگ کو گلزار کر دیا۔

آپ جانتے ہوں گے کہ اپنے زمانے میں انبیاء نے جو معجزے دکھائے، مولا کے غلاموں نے بھی ویسے معجزے دکھائے ہیں، جو اختیارات انبیاء ماسلف کو حاصل تھے وہ اختیارات مولا پاک کے چاہنے والے سپر چیول لوگوں کو حاصل ہیں، ہمارے آئمہ علیہم السلام کے ناصرین کو وہ تصرف حاصل ہے لیکن ایسے ناصرین کی تعداد ہمیشہ بہت کم رہی ہے۔

اسی طرح جب ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو دعوت خروج دیتے ہیں ان کو بلاتے ہیں کہ مولا اب خروج فرمائیں تو جواب میں یہی قلت انصار کا فرمایا جاتا ہے، کہنے کو تو ہم سب کہتے ہیں کہ ہم مولا پاک کے ناصر ہیں لیکن ناصر کا میرٹ بہت اونچا ہے۔ اس کیلئے صرف نمازی، پرہیز گار اور تہجد گزار ہونا کافی نہیں ہے بلکہ یہاں ناصر کیلئے روحانی قوتوں کا حامل ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ آپ کو سپر چیول پاور رکھنے والوں کی ضرورت ہے، ایسا مرد مومن چاہیے جو تصرف جانتا ہو۔ سرکار کے جو اصحاب ہیں وہ 313 ہیں اور ناصرین جن کی ضرورت ہے وہ دس ہزار ہیں، جناب موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی اشارہ دیا تھا، انہوں نے بائبل میں کہا ہے، میں دیکھ رہا ہوں خداوند رب الافواج دس ہزار قدسیوں کے ساتھ کوہ فار پر کھڑا ہے، وہ دس ہزار ناصرین ہیں جن کو بزبان

جناب موسیٰ علیہ السلام قدسی کہا گیا ہے، ان کے علاوہ سرکار کو 313 اصحاب کی ضرورت ہے جن میں سے 250 اس دور کے ہیں، اور باقی 63 اصحاب جن کو نصرت کیلئے مخصوص فرمایا گیا ہے وہ سابقہ ادوار کے ہیں، ان میں یہ شخصیات بھی شامل ہیں جناب مالک اشتر، جناب زرارہ بن اعین، جناب مفضل، جناب یونس بن عبدالرحمٰن، جناب سلیمان پاک، جناب ابودجانہ سلام اللہ علیہم .... ان کے علاوہ اصحاب کہف نے بھی آنا ہے۔ سرکار نے اصحاب کا میرٹ بہت اونچا رکھا ہوا ہے۔

اب ایک بات ذہن میں رکھیں کہ اس دنیا میں ہر چیز ارتقاء پذیر ہے اور یہ ارتقائی عمل (Evolution Process) جو بغیر کسی رُکاوٹ کے ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے، جس طرح یہاں خیر میں ارتقاء ہو رہا ہے تو اسی طرح شر میں بھی ارتقاء ہو رہا ہے، خیر کی پاور (Develop) ہو رہی ہے، ترقی ہو رہی ہے، ہر چیز ترقی پذیر ہے، آگے جارہی ہے، کیونکہ یہ ایک اصول ہے کہ ارتقاء کا پہیہ پیچھے کی طرف گھومتا ہی نہیں ہمیشہ آگے چلتا ہے۔

سرکارؑ کو اس وقت نصرت کرنے والے ناصرین کی ضرورت ہے تو اُنہیں ایسے پاورفل ناصرین درکار ہیں جو سابقہ ادوار کے اصحاب سے زیادہ پاورفل ہوں۔

اب میں ایک بات آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ ماضی کے جتنے بھی آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ان کے جتنے بلند مرتبہ صحابی یا ناصرین تھے تو ان کے

سب سے بلند صحابی کی نسبت شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا سب سے نیچے والا یا سب سے ادنیٰ صحابی یا ناصر زیادہ پاورفل ہوگا، یہ ارتقاء کا عمل ہے......

آپ دیکھیں کہ یہ کمپیوٹر ایجاد ہوا ماضی کے کمپیوٹر 186 یا 486 سائز میں بڑے مگر کارکردگی کے لحاظ سے نسبتاً بہت ہی کم تر تھے، اور یہ جو جدید کمپیوٹر آئے ہیں تو یہ سائز میں قدیم کمپیوٹر سے بہت کم ہیں مگر ان کی کارکردگی اُن کی نسبت کئی ہزار گنا زیادہ بہتر ہے تو ارتقاء کا پہیہ آگے کی طرف جارہا ہے، ترقی ہورہی ہے۔

اس دور میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ تیسری عالمی جنگ سے دنیا بہت خائف ہے شاید یہ ایٹمی جنگ (Atomic war) ہو، یا نیوکلیائی جنگ (Nuclear war) ہو، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ روحانیت کی جنگ (Spiritual war) ہوگی اور اس کا آغاز ہو چکا ہے جو منفی روحانیت کے حامل (Negative spiritualist) ہیں وہ بہت ترقی کر چکے ہیں۔ اس کے متعلق میں سابقہ نشستوں میں گفتگو کرتا رہا ہوں سائیکی ازم کو ڈِویلپ (Develop) کر کے سائنس کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

سائیکاٹری، پیراسائیکالوجی، ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم والیکٹرو پیتھی وغیرہ تو ایسے بہت سے علوم متعارف کروائے جا چکے ہیں کہ جن سے آدمی تصرف کرنا سیکھ چکا ہے۔

آپ (TBN Television channel) دیکھیں۔ میں عموماً تذکرہ کرتا رہا ہوں کہ ڈاکٹر میرین، ڈاکٹر پرسلے یا ڈاکٹر گریز یا ایسے بہت سے لوگ ہزاروں آدمیوں کو سامنے کھڑا کر کے ان کو ہیلنگ (Healing) دیتے ہیں، Pray

کرواتے ہیں تو اس طرح کئی اپاہج بالکل صحت مند نظر آتے ہیں، مختلف لوگوں کو Bone فریکچر ہیں، کسی کی کمر ٹوٹی ہوئی ہے، کوئی گیارہ بارہ سال سے بیٹھا ہوا ہے، ایسے اپاہجPray کے بعد دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، اندھوں کو بینا کیا جارہا ہے، تین تین، چار چار سال پرانے کینسر کے مریض ہیں جنہیں وہ اپنی Pray کروانے کے بعد جناب یسوع مسیح کے نام کی وساطت سے (By the Name of Jesus christ) کہتے ہوئے ان تمام امراض میں مبتلا لوگوں کو ٹھیک کر دیتے ہیں، صحت دے دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ روحوں کو کال کرلیا جاتا ہے اس علم کو وہ میڈیم (Medium) کہتے ہیں انہوں نے جگہ جگہ (Spirirtual circle) یا سپر چیول کلب بنا رکھے ہیں جس کی روح کو چاہیں بلا کر سامنے کھڑا کر دیں۔ یہاں تک کہ روح کی فوٹو گرافی بھی ہو چکی ہے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک یورپین تھا اس کا ایک میڈیم (Medium) تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ دنیا کی کوئی ایسی بڑی شخصیت نہیں ہے جس کی روح کو میں نے کال کر کے اس سے بات نہ کی ہو، لیکن میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو کال نہیں کرسکا۔

تھرڈ آئی کے بارے میں شاید آپ نے پڑھا ہوگا، تھرڈ آئی کنسپٹ۔ اس کے سکول چل رہے ہیں اس کی ایکسرسائزز (Exercises) کرواتے ہیں (Meditation) ہی سے وہ آغاز کرتے ہیں، تھرڈ آئی کا میں ایک واقع عرض

کر دوں

نیو یارک میں ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ وہ ظاہراً دور دور تک کی ہر چیز کا مشاہدہ کر سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے۔ مغرب میں سائنس کو مانتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تب مانیں گے جب ہمیں اس کا تجربہ کرواؤ گے۔ اس نے کہا کہ میں تجربہ کروا دیتا ہوں۔ اب تجربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کمرے میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ یہاں سے تم ایک آدمی کو گاڑی پر بھیجو۔ وہ نیو یارک شہر میں جہاں چاہے گھومے پھرے، چار چھ آدمیوں سے ملے۔ میں یہاں بیٹھ کر رننگ کمنٹری کروں گا کہ وہ کہاں کہاں جا رہا ہے، آپ میرے سامنے وائس ریکارڈر آن کر کے رکھ دیں، اس گھومنے والے آدمی کے پیچھے ایک کیمرہ مین اپنا کیمرہ آن رکھے اور اس کی مووی بنائے، جب وہ واپس آئے تو میری آواز اور اس آدمی کی مووی یا ویڈیو کیسٹ برابر آن کر دیں، پھر آپ دیکھیں گے کہ میں نے تیسری آنکھ سے دیکھ کر ہر جگہ صحیح کمنٹری کی ہے یا کہیں کچھ مس کر دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ آدمی بند کمرے میں بیٹھ گیا اور وہاں سے ایک شخص کو باہر بھیجا گیا جو لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ شہر میں گھومتا رہا۔ ادھر وہ بتا رہا تھا کہ

''وہ شخص لیفٹ جا رہا ہے، اب رائٹ کو مڑ گیا ہے، اب سیدھا جا رہا ہے، سامنے گیراج آ گیا ہے، گاڑی لاک ہے، اس نے دایاں ہاتھ جیب میں ڈالا، مگر چابی بائیں جیب میں ہے، اس نے اب چابی نکال کر گاڑی اَن لاک کی ہے،

اب گاڑی نکال کر فلاں فلاں جگہ یا سڑک پر جا رہا ہے اور اب وہ واپس آ رہا ہے۔اس نے پوری رننگ کمنٹری (Running comentry) کر دی۔ جب وہ واپس آ گیا اور وائس ریکارڈر اور وڈیو مووی دونوں کو بیک وقت ایک ساتھ چلایا گیا تو سب دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک ایک بات جو اس نے کہی تھی وہ اس کے برابر چل رہی تھی۔

تو یہ تھرڈ آئی کا نظریہ ہے، اسی طرح پیراسائیکالوجی میں بڑی (Advancement) ہوئی ہے۔ بڑے بڑے (Geneous) افراد کو اس میں بٹھاتے ہیں، کریم آف دی نیشن افراد پیراسائیکالوجسٹ ہیں اور ان کے جو واقعات ہیں وہ آتے ہوئے میزائل کا رُخ موڑ دیتے ہیں۔ میزائل اپنی مرضی سے جہاں چاہیں پھینک سکتے ہیں

فضا میں میزائل (without Target) جا رہا ہے وہ جہاں چاہیں اس کو ہٹ Hit کرا دیں، اس طریقے سے وہ میٹا فزکس (Meta physics) پہ آپریٹ کرنا سیکھ چکے ہیں

ان کے مقابلہ میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے جو انصار ہوں گے تو ان کو اتنا پاورفل ہونا چاہیے کہ وہ ان تمام پر غلبہ حاصل کرسکیں۔ ان کے پاس بھی سپرچیول ہتھیار (Weapons) ہونا چاہییں، سپرچیول پاورز ہونا چاہییں جن سے وہ اپنے دشمنوں کو شسکت دے سکیں۔

www.khrooj.com

اب ذرا خود غور کریں کہ ہماری کیا صورتِ حال ہے؟ ایک بھوت ہمارے سامنے کھڑا ہو جائے تو ہم ڈر کر بھاگ جائیں گے، اور اگر جن ہو تو شاید تین دن تک بخار رہے۔ کوئی روحانی یہ کہے کہ تمہاری بات دادا جان کی روح سے کروا دیتے ہیں اور جب دادا جان کی روح حاضر ہو تو ادھر یہ ڈر کر بھاگ جائے تو ایسا آدمی مولا پاک کی کیا نصرت کرے گا؟، اب آپ سمجھ گئے، تو جو آدمی سپر چیول پاور رکھتا ہوگا وہی نصرت کرے گا ناں۔

اب میں ایک بڑی ٹریجڈی آپ کو بتاتا ہوں۔ نجی محفلوں میں میں نے بار بار اس کا اعادہ کیا ہے اور وہ یہ کہ ہمارے پاکستان میں سیکس (Sex) کی (Ratio) بڑھ رہی ہے، اس کا تناسب بڑھتا جا رہا ہے۔ کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟

نیگٹو والوں نے سپر چیول ہیومن بوسٹر (Spiritual Human Boster) لگائے ہوئے ہیں جو آن ائیر سگنلز (On Air signals) دے رہے ہیں۔

ذہنوں میں سیکس فیڈ (Feed) کر رہے ہیں کہ مسلمان کو اگر برباد کیا جا سکتا ہے تو اس کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ انہیں سیکس کی ڈگر پر چلا دو۔ ٹیلی پیتھی پیغام دیا جاتا ہے، ذہن سے ذہن کو ایک منفی میسج دیا جا رہا ہے، یہی منفی ذہن والا شخص ہی ہیومن بوسٹر ہے، اور ایسے بوسٹر ہی نوجوان ذہنوں کا شکار کر رہے ہیں، معزز افراد یا مؤثر افراد کو خصوصی طور پر ہٹ کیا جاتا ہے، ہمارے لئے بڑے دکھ کی

www.khrooj.com

بات یہ ہے کہ خصوصی طور پر سادات عظام کوسیکس کا شکار کیا جارہا ہے، مستورات کے ذہن بھی خراب کیئے جارہے ہیں، مگر اس کے توڑ کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا۔

ہمارے بھی سپر چیول بوسٹر ہونا چاہییں جو ان کے منفی سگنلز کو جام کر دیں، ان کی یلغار کوروکیں وگرنہ انہوں نے تو ہیومن بوسٹر لگا کر ہمیں ٹریپ (Trap) کرنے کا پورا پورا پروگرام بنایا ہوا ہے، ہم یہ سمجھ ہی نہیں رہے کہ ٹیلی پیتھی میسج بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ اب وہ ٹیلی پیتھی میسج آن ائیر چھوڑتے ہیں، ان کے سپر چیولسٹ مختلف رینجز (Ranges) میں میسج یا سگنلز بھیج رہے ہیں، ان کا کوئی بوسٹر 5 کلومیٹر کا ہے، کوئی 10 کلومیٹر کا، سوسو کلومیٹر تک ان کا ایک ایک بوسٹر بیٹھا کام کر رہا ہے یعنی سو100 کلومیٹر کے ایریا میں اپنے سیکسی نظریات اور اپنی سوچ پھیلا رہا ہے، فیڈ کر رہا ہے۔ وہ فضا ہی سے گٹر کے گند کو اُچھال رہا ہے اور ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہماری غلطی ہے کہ ہم بگڑ گئے ہیں، ہمارے بچے بگڑ گئے ہیں، ہم یہ بھی ادراک نہیں کر رہے کہ ہم بگڑے نہیں بلکہ بگاڑے گئے ہیں ...... اب آپ سمجھ گئے ناں

میں اپنے دوستوں سے کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ اس 2001 میں سیکس میں ان بوسٹرز کی وجہ سے 600 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ وہ اس قدر تیزی سے کام کر رہے ہیں اور ہم ادھر خاموشی سے بیٹھے ہوئے ہیں ...... یہ کیا ہے؟

مولاؐ پاک کی نصرت کیلئے ہمیں بھی ایسے بوسٹر چاہیئں جو ان منفی سگنلز کو روکیں، اس یلغار کو روکیں، ان کے سگنلز کو روکیں، ان کے سگنلز کو جام کریں۔ سیکس کا میسج چھوڑنے والے سپر چیول بوسٹرز کے ذہنوں میں وائرس پلانٹ کریں۔ اتنا پاورفل کام کریں کہ ان کے نیگٹو میسج کو پازیٹو بنا دیں۔ اگر ہم نے نظام انتصار کو پاورفل نہ بنایا تو ابلیسی پالیسیاں ہمارے اوپر لاگو ہو جائیں گی۔ ہماری فکر میں، ہماری اخلاقیات میں، ہمارے ملک میں، ہمارے معاشرہ میں وہی قانون ہوگا جو ابلیس چاہے گا۔ اب اگر ابلیس کو روکنا ہے تو ہمیں اپنی سپر چیول پاور کو (Develop) کرنا ہوگا، اس دور میں ہم نے مولا پاک کی نصرت تلوار سے نہیں کرنا ہے، جہاد بالسیف نہیں کرنا بلکہ جہاد بالتصرف کرنا ہے اور آپ کو علم ہے کہ جہاد ہر زمانے میں واجب ہوتا ہے۔

ایک بات میں آپ کو عرض کروں کہ دنیا کا ہر کام ایک خیال سے شروع ہوتا ہے اور ایک خیال پر ہی ختم ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی کو خیال آتا ہے کہ میں کھانا کھاؤں، تو وہ کھانا شروع کر دیتا ہے اور جب اسے خیال آتا ہے کہ میں کھانا چھوڑ دوں تو وہ کھانا چھوڑ دیتا ہے، یعنی دنیا کا ہر کام ایک خیال سے شروع ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس خیال میں تصرف کرنا سیکھ جائے، اس خیال کو کنٹرول کرنا سیکھ جائے تو وہ اس شخص سے اپنی مرضی کے مطابق کام کروا سکتا ہے۔

ایک شخص سے برائی کیسے سرزد ہوتی ہے، سب سے پہلے نیگیٹو قوت یا شر کی قوت

اس شخص کے دماغ پر تصرف کرتی ہے، شر کی قوت کے دفاع کیلئے اس شخص کے سامنے سب سے پہلے احکامات اِلٰہیہ آتے ہیں کہ یہ جو تو برائی کرے گا تو اس سے خالق نے منع کیا ہے۔ شر کی قوت اس کے دماغ سے احکامات اِلٰہی کا اثر ختم کر دیتی ہے۔ پھر دفاع کیلئے اخلاقیات سامنے آ جاتے ہیں کہ یہ ایک گھٹیا حرکت ہے، تم اسے کیسے کر رہے ہو؟ چونکہ شر کی قوت ذہن پر تصرف کر چکی ہوتی ہے اس لئے پھر وہ اخلاقیات کو قتل کرتی ہے، اس کے بعد معاشرہ آتا ہے، معاشرہ والے لوگ کیا کہیں گے! شر اس خیال کو بھی قتل کر دیتا ہے، ضمیر کو قتل کیا جاتا ہے، اسی طرح بہت سی دیواروں کو گرانے کے بعد وہ شخص گناہ کی سٹیج پر اترتا ہے۔ لیکن اگر ذہن پر پازیٹو تصرف ہو جائے تو کیا خیال ہے کوئی آدمی برائی کر سکتا ہے؟ پھر کوئی آدمی برائی نہیں کر سکتا۔ تو یہ تصرفات کا کھیل ہے اور تصرفات کی جنگ ہے، اس میں ذہنوں کو (Capture) کیا جا رہا ہے، ذہنوں کو ہنٹ Hunt کیا جا رہا ہے، شکار کیا جا رہا ہے، اور باطل کی قوتیں یہ کر چکی ہیں۔ ہمارے بچوں کو ذہنی غلام بنا چکے ہیں۔ یورپین اس طرح کر چکے ہیں۔

ہمیں کم از کم ڈیفنس (Defence) تو کرنا چاہیے۔ سرکار کی نصرت کیلئے لوگ آسمان سے تو نہیں آئیں گے، آپ ہی نے ناصر بننا ہے، میں نے بننا ہے، ہم سب نے ناصر بننا ہے۔ ایک اور بات ذہن میں رکھیں کہ یہ صرف شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی نصرت نہیں یہ تو چہاردہ معصومین علیہ الصلواۃ والسلام

www.khrooj.com

کی نصرت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت ہے، اللہ کے دین کی نصرت ہے، اللہ کے نمائندے کی نصرت ہے تو پھر اللہ ہی کی نصرت ہوئی ناں۔

اب ہم ماضی میں جاتے ہوئے خیر وشر کی قوتوں کا تناسب دیکھتے ہیں مثلاً جناب نوح علیہ السلام کے ابتدائی زمانے میں یہ تناسب 1:2 تھا یعنی دو نیگٹو ہیں تو کم از کم ایک پازیٹو بھی موجود تھا اور یہ ایک پازیٹو سپر چیولسٹ ان دو پر غالب تھا۔

جناب نوح علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں بہت لمبی تبلیغ کی ہے ان کی 950 سال کی تبلیغ ہے لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ نظام انتصار کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔

حق کا نظام انتصار جب کمزور ہو جائے تو نمائندگانِ حق کیلئے چار راستے ہیں، ان میں سے ایک راستہ اختیار کرنا ہوتا ہے

پہلا راستہ ہجرت کا ہے کہ نمائندۂ حق ہجرت کر جائے

دوسرا راستہ یہ ہے کہ غیبت اختیار کر جائے

تیسرا راستہ ہے کہ عذاب اِلٰہی کو بلا لے

چوتھا راستہ شہادت کا ہے

ایک بات یاد رہے کہ عذاب اِلٰہی کو بلا لینا ایسے ہے جیسے کوئی سیاسی لیڈر فوج کو بلا لے، مارشل لا لگوا دے۔ گویا اس نے شکست تسلیم کر لی، اس میں اس کی اِنسلٹ (Insult) کا پہلو بھی نکلتا ہے کہ وہ میدان کو نہیں سنبھال سکا۔ عذاب اِلٰہی تو ابلیسیت کی جیت ہے۔ جناب نوح علیہ السلام کا انتصار اِلٰہی کا نظام جب

www.khrooj.com

انتہائی کمزور ہو گیا تو انہوں نے دعا کی کہ میرا مالک اب میں کچھ نہیں کر سکتا اب تو ہی مدد کر، جناب نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرا خالق! ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ اگر تو نے ان کو زندہ چھوڑ دیا تو یہ تیری مخلوق کو اور بھی گمراہ کریں گے اور ان میں سے کوئی بھی پیدا نہیں ہو گا سوائے کافر کے اور فاجر کے

اب یہاں پر میں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ پتہ نہیں آج کے دور میں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہتے ہیں جی آئمہ معصومین علیہم السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب نہیں جانتے جبکہ ادھر جناب نوح علیہ السلام مستقبل میں جھانک کر علم غیب بتا رہے ہیں کہ نسلوں تک ان میں سے کوئی ایک بھی مومن موجود ہی نہیں، پشتوں تک دیکھ چکے ہیں کہ فاسق و فاجر ہی پیدا ہوں گے، اس لئے یہ سلسلہ بند کر دے اور ان کو ختم کر دے تو خالق نے ایمرجنسی لگا دی۔ پانی کا عذاب آ گیا اور کوئی نہ بچا۔

ایک مرتبہ میں نے مثال دی تھی کہ جیسے شطرنج کے کھلاڑی کھیل کھیلتے ہیں تو یہ کھیل چلتا رہتا ہے، مہروں کا کھیل ہوتا ہے، لیکن جہاں ایک فریق ہارنے لگے تو وہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے بساط ہی الٹ دیتا ہے کہ چلو جی اگلی بازی کھیلو، تو اسی طرح جب حق کو شکست ہونے لگی تو جناب نوح علیہ السلام نے خالق سے کہہ کر بساط ہی الٹ دی، یہ بساط کو اُلٹنا ہی عذاب اِلٰہی ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے تو وہاں حق کی قوت میں تناسب بڑھتا

ہے اب یہاں 1:3 کا تناسب ہو جاتا ہے یعنی ایک مومن تین پر بھاری ہے، باطل کے تین کے مقابلے میں حق کا ایک غالب رہے گا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نظام انتصار جب ذرا کمزور ہوا تو جناب ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کرنا پڑی، وہ ہجرت کر کے عراق آ گئے اور عراق سے ایران چلے گئے اس کے بعد جناب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے تو حق کی قوت میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور تناسب 1:4 کا ہو جاتا ہے یعنی حق کا ایک جو ہے وہ چار سے جیتے گا، البتہ منفی سپر چیولسٹ پانچ ہو گئے تو یہ ایک ہار جائے گا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے محل سے نکلتے ہیں تو اس دور میں ان کا نظام انتصار ہے ہی نہیں، اگر ہے تو بڑا کمزور ہے، تو انہوں نے بھی ہجرت کا راستہ اپنایا اور مدائن چلے گئے، بنی اسرائیل سے دور چلے گئے۔

ادھر فرعون کا ظلم بڑھتا گیا، بڑھتا گیا اور جب ناقابل برداشت ہو گیا تو بنی اسرائیل نے سوچا کہ ہمیں جو ہدایت فرمانے والے ہیں جو ہماری حجت ہیں وہ ہم سے غائب ہیں تو اُنہوں نے ایک عالم کے کہنے پر اجتماعی دعا کا اہتمام کیا۔ چالیس 40 شب و روز صحرا میں بیٹھ کر گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی۔ عورتوں کو علیحدہ کر دیا گیا، بچے علیحدہ اور مرد علیحدہ ہو گئے، یہ چالیس 40 دن تک دعا کرتے رہے۔

حضرت مولا امام صادق علیہ الصلواۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل

نے دعا کی تو اس دعا کی وجہ سے ان کے عذاب کے 170 سال کم کر دیئے گے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ غیبت ختم کریں اور اپنی قوم کے پاس، بنی اسرائیل کے پاس جائیں۔ اسی طرح ہمارے آقا علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ اے شیعو! اگر آپ گریہ وزاری سے دعا کریں گے تو ظہور حجت جلدی ہوگا۔ وگرنہ اپنے مقررہ وقت پر تو ہونا ہی ہے۔ بہرحال انہوں نے دعا کی اور خالق نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا اب تشریف لے جائیں، وہاں سامنے فرعون ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ فرعون کی کیبنٹ میں آٹھ پاورفل سپر چیولسٹ ہیں وہ آٹھ ہیں تناسب 1:4 کا ہے اگر یہ ایک جاتے ہیں تو جیت نہیں سکتے کیونکہ یہ دو ہوں تو جیتیں گے ناں، تو انہوں نے فوراً ہی بیٹھ کر عرض کیا اور دعا کی......سورہ طٰہ

☆قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ()وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ ()وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِيْ ()يَفْقَهُوا قَوْلِيْ ()وَاجْعَل لِّيْ وَزِيراً مِّنْ أَهْلِيْ ()هَارُونَ أَخِيْ ()اشْدُدْ بِهِ أَزْرِيْ ()وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ......(32)

اے میرا خالق! میرے لیئے میرے سینہ کو وسیع کر دے، اور میرا معاملہ یا کام آسان کر دے، اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے کہ وہ میری بات کو سمجھ سکیں، اور میرے لیئے میرے اہل میں سے وزیر بنا دے، ہارون کو جو میرا بھائی ہے، اُس کے ذریعہ سے میری کمر مضبوط کر دے، اس کو میرا پشت پناہ بنا دے

اور میرے اس امر میں شریک کردے ( ) ہم دو ہو جائیں گے تو جیت جائیں گے (کیونکہ وہاں آٹھ بیٹھے ہوئے ہیں اور تناسب 1:4 کا ہے)

انہوں نے دعا کی تو خالق نے فرمایا ہم نے ہارون کو پروموٹ کردیا، وزیر بنا دیا، نبی کا وصی بنا دیا، واضح رہے کہ وصی کو بھی وہی قوت ملتی ہے جو نبی کی ہوتی ہے، اب جناب ہارون بھی چار کے برابر ہوگئے بلکہ چار پر غالب۔ پاور کا معاملہ بیلنس ہوگیا

جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب ہارون علیہ السلام، حق کے یہ دو نمائندے، فرعون کے آٹھ پر غالب آگئے۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو کس طرح شکست ہوئی۔

اب اس کے بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے، اس دور میں یہ تناسب بڑھ کر 1:5 ہوگیا یعنی حق کا ایک نمائندہ باطل کے پانچ کے برابر۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کے 12 حواری تھے جو کہ بڑے سپر چیولیسٹ Spiritualist تھے، دوسری طرف 60 تھے یہ بیلنس بڑا برابر کا تھا۔ ان کے پاس بارہ 12 تھے اور باطل کے ساٹھ 60۔ اگر ان کا ایک کم ہوتا تو نظام ڈس بیلنس ہو جاتا ہے اور یہی ہوا

جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ایک حواری یہودا، جناب عیسیٰ علیہ السلام پر شک کر بیٹھا اور اس وجہ سے یہ معزول کر دیا گیا، جب وہ معزول ہوا تو نظام فوراً بگڑ کر ڈس

بیلنس ہو گیا۔ جب ایک دم نظام بگڑا تو اسی رات چھاپہ پڑ گیا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام گرفتار ہو گئے، پھر وہ مشہور واقعہ ہے کہ ان کو چھوڑ دیا گیا اور اس آدمی کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ جب اُسے صلیب پر چڑھایا گیا اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے نظام انصار کو پکارا اور دعا کی کہ خالق میرے ہاتھ اب کھڑے ہیں۔

یہاں پر ان کا عبرانی زبان کا ایک مشہور فقرہ ہے جو بائبل میں بھی موجود ہے ''ایلی ایلی لما شبکتنی'' مولا امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کو پکارا کہ مولا آپ نے مجھے کیوں اکیلا چھوڑ دیا ہے۔ میری مدد کیجئے۔ تو آپ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آتا ہے تو یہ تناسب ایک دم جمپ لیتا ہے اور بڑھ کر 10 : 1 ہو جاتا ہے، جی اِن کا ایک سپر چیولسٹ اُن کے دس کے برابر

جیسا کہ کلام اِلٰہی میں فرمایا گیا کہ آپ کے بیس ساتھی ان کے دو سو 200 پر بھاری ہوں گے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے کہ اگر آپ کے پاس 100 ناصرین ہوں گے تو وہ ان کے ہزار 1000 پر غالب آئیں گے، خالق نے آپ کے زمانہ کی جو (Ratio) بتائی ہے وہ 1:10 ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنا عرصہ مکہ میں رہے تو آپ کا نظام نصرت زیادہ نہیں پھیل سکا۔

www.khrooj.com

بعثت کے نویں سال کوشہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام الحزن یعنی دکھوں کا سال قرار دیا۔اس سال میں آپ کے دو اہم ناصر دنیا سے چلے گئے۔ ایک جناب ابو طالب علیہ الصلواۃ والسلام اور دوسری مخدومہ معظّمہ ملیکۃ العرب صلواۃ اللہ علیہا بالترتیب 26 ربیع الاول 9 سن بعثت اور 10 رمضان سن 9 بعثت۔

جونہی یہ وصال ہوئے ہیں نظام انتصار غیر متوازن ہوگیا تو خالق نے فرمایا کہ میرا حبیب اب ہجرت کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ پھر مکہ میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔ سرکار نے کچھ لوگوں کو حبشہ روانہ کر دیا۔ انہوں نے مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں نجاشی کے ہاں پناہ لی، اس طرح ہجرت کا عمل شروع ہوگیا، آخر میں شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔

چہاردہ معصومین علیہم الصلواۃ والسلام میں سے کسی نے بھی مارشل لا کو نہیں بلایا۔ نظام انتصار کیسا ہی کیوں نہ بگڑ جائے، کبھی عذاب اِلٰہی کی دعا نہیں کی۔ انہوں نے باطل کے سامنے کبھی شکست نہیں مانی۔ اب سمجھ گئے یہ جو معرکۂ کربلا ہے اس میں سرکار کے ساتھ کربلا میں شہید ہونے والوں کی تعداد 144 ہے، مدینہ روانگی سے لے کر مدینہ واپسی تک جو افراد سرکار کی نصرت میں شہید ہوئے ان کی تعداد 313 ہے لیکن سرکار کے جو اصل سپرچیول (spiritual) ناصرین تھے ان کی تعداد 72 ہے۔

اب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا دور آتا ہے تو تناسب 1:10 کا نہیں بلکہ 1:40 کا ہے یعنی سرکار کا ایک ناصر باطل کے چالیس پر غالب ہے۔اس بات کی تائید حضرت امام صادق علیہ الصلواۃ والسلام کے فرمان سے ملتی ہے آپ نے فرمایا کہ ہمارے آخری لعلؑ کا ایک ناصر چالیس جوانوں کے برابر ہوگا۔اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کا ایک ناصر ان کے چالیس جوانوں کے برابر وزن اٹھا لیتا ہوگا۔ یہاں سپر چیول پاور کی بات ہو رہی ہے۔ایک بات اور ہے کہ ماضی میں بھی کچھ افراد کو یہ قوت عطا فرمائی گئی یعنی انہیں 1:40 میں رکھا گیا لیکن ان کیلئے یہ شرط رکھی گئی کہ وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ناصرین میں شامل ہوں گے۔

مثلاً جناب سلمان پاک کی قوت کو چالیس گنا کیا گیا۔یعنی انہیں ناصرین امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف میں شامل کیا گیا اس کے بعد ان کی قوت میں اضافہ کیا گیا۔

روحانیات میں ایک اہم بات راز رکھنے کی ہوتی ہے یعنی کوئی بات لیک آؤٹ نہ ہو۔آپ ایک چھوٹا سا برتن لیتے ہیں تو اس کو بھی چیک کرتے ہیں کہ کہیں لیک تو نہیں کرتا۔ میں اپنے ایک ایسے دوست کو جانتا ہوں جو روحانی طور پر ترقی کرتا گیا۔اس نے بڑی جلدی روحانی منازل طے کیں اور روحانیات کی کئی کلاسز پاس کر لیں اور حضوری تک پہنچ گیا۔ پھر اس نے سہواً ایک چھوٹی سی بات افشاء

کر دی اتنا سفر اس نے طے کر لیا تھا مگر ایک بات لیک آؤٹ کر دی تو پھر زیرو پر آ گیا۔ اب وہ چار پانچ سال سے مسلسل کوشش (Struggle) کر رہا ہے مگر بحال نہیں ہو رہا۔ زیرو Zero پر ہی کھڑا ہے۔ میں سمجھانے کیلئے دوستوں سے اکثر کہتا رہتا ہوں کہ لڈو کی طرح روحانیت (Spiritualism) میں سانپ اور سیڑھی کا کھیل ہوتا ہے کہیں سیڑھی پر چڑھ گئے تو جلدی پروموشن ہو جاتی ہے اور سانپ کے منہ پر پاؤں پڑ گیا تو 99 سے زیرو پر آ گئے، جب راز آؤٹ ہو گیا تو سمجھیں کہ سانپ کے منہ پر پاؤں آ گیا اور نیچے زیرو پر ہی جائے گا۔ اسی راز آؤٹ ہونے کی وجہ سے حلہ میں مولا کے ہزاروں شیعوں کا قتل عام ہو چکا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سرکارؑ کے ناصرین کو انتہائی پاورفل ہونا چاہیے، مضبوط ہونا چاہیے، اور ہر روحانی راز کا امین ہونا چاہیے کہ کسی بھی راز میں خیانت سرزد نہ ہو۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ زمانہ آخر میں سرکارؑ کے اصحاب 313 ہوں گے، ان کے مقابلے میں ابلیس کے لشکر میں بارہ ہزار پانچ سو بیس 12520 ایسے گماشتے ہوں گے جو بڑے پاورفل ہوں گے، سرکار کے ذیلی ناصرین کی تعداد دس ہزار 10000 ہے یہ دس ہزار 10000 پورے ہو جائیں گے تو سرکار کا خروج ہو جائے گا۔ ان دس ہزار کے مقابلے میں مخالفین کے چار لاکھ ہوں گے۔

ہماری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اس دور میں مولا کے نظام انتصار کو مضبوط

کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی روحانی قوتوں کو مجتمع کریں، دوبارہ حاصل کریں، انہیں ڈِویلپ (Develop) کریں اور نصرت مولا پاک میں شامل ہو جائیں۔

ایک غلط فہمی یا خوش فہمی ہمارے شیعہ بھائیوں کو اکثر رہتی ہے۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ناصرین سارے اہل تشیع سے ہوں گے۔ حالانکہ سرکار کے ناصرین کیلئے مذہب کی کوئی قید نہیں۔ ناصر تو بہر حال ناصر ہے چاہے وہ سنی ہے یا شیعہ، بریلوی ہے یا دیوبند، یہودی ہے یا عیسائی، جین مت سے ہے یا بدھ مت سے۔ وہ کسی بھی مذہب کا آدمی ہے، جو ناصرین میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ ناصر ہی ہے، یہ بات مذہب سے وابستہ نہیں ہے، جیسے شروع میں میں نے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روز غدیر کی دعا کا ایک فقرہ پڑھا تھا کہ آپ نے دعا فرمائی تھی

☆اَللّٰھُمَّ وَالِ مَن وَالَاہُ وَ عَادِ مَن عَادَاہُ......الخ...... (الکافی، التھذیب)

اے پروردگار عالم تو محبت کر ان سے جو امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام سے محبت کرنے والے ہیں، اور عداوت رکھ اُن سے جو اِن سے عداوت رکھتے ہیں، تو اُن کی نصرت فرما جو اِن کی نصرت کرتا ہے اور اس کو دفع کر جو ان کو چھوڑ دیتا ہے۔

آپ دیکھیں اس میں فرمایا گیا ہے (من) یعنی جو بھی۔ اب اس میں مذہب کی

شرط نہیں ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا رد ہونے والی نہیں ہے۔ اللہ کو اس یہودی یا عیسائی کی بھی نصرت کرنا پڑے گی جو سرکار کی نصرت کرے گا۔ تو آپ سمجھ لیں کہ ہم صرف شیعت کی بات نہیں کر رہے ہم نظام انتصار کی بات کر رہے ہیں مولا کے ناصرین کی بات کر رہے ہیں اور اس میں مذہب کی شرط یا قید نہیں ہے۔

نیگیٹو والوں نے اپنے ایسے بوسٹر انسٹال کر رکھے ہیں جو دن رات منفی روحانیت (Negative spiritualism) کی تبلیغ کر رہے ہیں، sex پھیلا رہے ہیں، جنسیات پھیلا رہے ہیں، تو جہاں ان کے چالیس بوسٹر ہوں وہاں ہمارا ایک تو ہونا ہی چاہیے

اسی تناسب کو دیکھتے ہوئے اگر ان کے 80 ہوں تو ہمارے دو ہونا چاہئیں، اور ان کے چار سو ہوں تو ہمارے دس ہونا چاہئیں، اگر چار سو کے مقابلے میں ہمارے دس نہ ہوں گے تو ہم شکست کھا جائیں گے۔

ایک اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے عالم اسلام کے بہت سے لوگوں کو منفی یا شیطانی روحانیت (Negative Spiritualism) والے ہائر Hire کر لیتے ہیں اور ان سے کام لیتے ہیں، یہ باقاعدہ ان کے تنخواہ دار ہیں، تو ہمارے اوپر جو نیگٹو بوسٹر مسلط ہیں وہ نان مسلم نہیں بلکہ مسلمان کہلانے والے شیطان ہیں، اسلام کے پردہ میں بیٹھ کر ہمیں ہی خراب کر رہے ہیں، سب برائی پھیلا رہے ہیں۔ دوسری

طرف جب ہم کسی سے کہتے ہیں کہ بھائی آ ؤ حق کے فیلڈ میں اُترو، اپنی روحانیت کو ڈِویلپ (Develop) کرو، شریفوں کی عزت کو بچاؤ، اپنے معاشرے کو برائی سے بچاؤ،اس برائی کو روحانی (Spiritual) طریقے سے روکنا ہے تو اس فیلڈ میں آنے کیلئے کوئی تیار ہی نہیں۔ ہم بار بار کہتے ہیں کہ آ ؤ مولا پاک کی نصرت کرو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرو، اللہ کی نصرت کرو۔ یہ یہودیت ،عیسائیت یا ہندو مذہب کی نیگٹو قوتیں یا شرکی قوتیں اگر ہمارا پورا نظام خراب کر رہی ہیں تو ان کو روکنا اسلام کی نصرت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت ہے تو اس کیلئے کوئی تیار ہی نہیں ہے۔

میں گزارش کروں کہ بیماریاں تو اچھوت کی طرح پھیلتی ہیں لیکن صحت اچھوت کی طرح نہیں پھیلتی۔ اسی طرح اچھائیاں وبائی شکل اختیار نہیں کرتیں جبکہ برائیاں وبائی شکل اختیار کرتی ہیں تیزی سے پھیلتی ہیں تو اس کیلئے ہمیں کچھ کرنا چاہیے اور انتصار کیلئے ایک راستہ ہمیں بنی اسرائیل نے دیا ہے، دعا کا راستہ۔ ہم اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم جی لگا کر دعا تو کر سکتے ہیں کہ مولا پاک کا خروج ہو جائے ان کا پاک گھر آباد ہو جائے ،تا کہ جلد از جلد ان کے اجداد طاہرین علیہم السلام کا انتقام ہو۔

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

www.khrooj.com

يَا مَولَا كَرِيمؑ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهٗ وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيْكَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

پانچواں خطاب

اَللَّهُمَ صَلّے عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ وَ عَجِّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدؐ

اَعُـوذُ بِـالـلّٰهِ القَوِیّ العَلِیّ العَظِیمِ مِنَ الشَّیطٰانِ الْغَوِیّ الشَّقِیّ الرَّجِیمُ

بِسْمِ اللّٰهِ الوَفِّیّ الکَرِیمُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذیِ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ یَکُنَّ لَهُ شَرِیك فِی المُلكِ وَلَمْ یَکُنُ لَهُ وَلِیّ مِنَ الـذُّلِّ وَکَبِّـرهُ تَکبِیراً وَالصَّلٰواةُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الَانبِیٰاء وَالْـمُـرْسَـلِیـنُ وَعَلیٰ آلِهِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ المَعْصُومِینَ المَظْلُومِینَ الَّـذِیـنَ اَذْهَـبَ الـلّٰه عَنْهُمُ الرِّجسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِیرَا وَ خُصُوصاً عَلیٰ حُـجَّةُ الـلّٰـهُ فِـی الـعَالَمِین عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشَرِیف ۔اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالی فی کِتَابِهِ المَجِید ☆کَمَا أَرسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُولاً مِّنکُمْ یَتْـلُو عَلَیْکُمْ آیَاتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُکم مَّا لَمْ تَکُونُواْ تَعْلَمُونَ ()

کچھ دنوں سے ہمارا ایک گفتگو کا سلسلہ جاری ہے جس میں ہم روحانیات پر بات

کر رہے ہیں، اس دور میں روحانیات کی تعلیم بہت ضروری ہے مگر روحانیات کا فقدان ہے، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ روحانیات کے بارے میں کچھ عرض کروں تا کہ لوگوں میں روحانیت کے حصول کا شعور اُجاگر ہو سکے اور اِس گفتگو کا ایک مقصد تشویق بھی ہے، شاید اس طرح کسی کے دل میں شوق پیدا ہو جائے اور وہ مولا پاک کا ناصر بننے کیلئے کمر ہمت باندھ لے۔

جو نئے حضرات آج تشریف لائے ہیں ان کیلئے سابقہ گفتگو کی تفصیل (Detail) تو عرض نہیں کر سکوں گا۔ اس سے پہلے روحانیات پر ہماری جو گفتگو ہوئی، جو تقاریر ہوئی ہیں وہ بنیادی معلومات تھیں، تمہیدی گفتگو تھی، آج سے ہمارا جو سلسلہ شروع ہو رہا ہے وہ یوں سمجھیں کہ ہم روحانیات کی خاردار وادی میں داخل ہو رہے ہیں۔

پروردگار عالم نے اپنے کلام مقدس میں سورہ بقرہ کی آیت 151 میں فرمایا ہے کہ

☆كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ ()

ترجمہ...... جس طرح ہم نے تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی، اور تمہیں وہ کچھ بھی سکھاتا ہے کہ جسے تم نہیں جانتے تھے

اس آیہ مبارکہ میں پانچ باتیں نہایت ہی قابل توجہ ہیں جن میں سے چار کا تعلق عوام سے ہے اور آخری اہم ترین بات خواص کیلئے مخصوص ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

1......ہم نے ایک رسول کو بھیجا جو ہماری آیات کی تلاوت کریں یا تمہیں سنائیں

2......اور تمہارا تزکیہ کریں یعنی تمہیں ہر قسمی نجاسات سے پاک کریں

3......اور تمہیں تعلیم دیں کتاب کی

4......اور ساتھ ہی ساتھ تمہیں حکمت کا درس بھی دیں

تو گویا یہ چار درجاتِ عمل ہیں یا یوں سمجھ لیں کہ یہ چار اسباق ہیں جو ہر کسی کیلئے ہیں

یہ عرفانیات کی چار کلاسیں ہیں، ان کو چار اقلیم یا اقالیم اربعہ بھی کہا جاتا ہے، اقلیم ملک کو کہتے ہیں۔ان کو مملکت کی حیثیت دی گئی ہے۔یہ عرفانیات کا موضوع ہے اور روحانیات سے تھوڑا سا ہٹ کے ہے تو میں اس پر زیادہ گفتگو نہیں کروں گا۔اپنی کتاب ''اسرار العبدیات'' میں میں نے اس پر تفصیل سے بات کی ہے۔اقالیم اربعہ چار ہیں۔شریعت،طریقت،حقیقت،معرفت۔قرآن کریم کی انہی آیات سے یہ اقالیم کا تصور اخذ کیا گیا ہے۔تلاوت آیات جو ہے وہ شریعت ہے،تزکیہ نفس طریقت ہے،علم کتاب حقیقت ہے،اور درس حکمت جو ہے وہ معرفت ہے۔

www.khrooj.com

یعنی چار کلاسیں ہیں آپ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا تھا...... کہ شریعت میرے قول ہیں، طریقت میرے احوال ہیں، حقیقت میرا مال ہے اور معرفت میرے اسرار ہیں، راز ہیں یعنی مطلب کیا ہوا کہ شریعت اقوال، طریقت احوال، حقیقت مال اور معرفت اسرار یعنی راز ہیں، پانچویں کو ابھی ہم ڈِسکس (Discuss) نہیں کرتے، یہ بعد کا مرحلہ ہے

اس آیت سے کچھ لوگوں نے غلط نظریات اخذ کئے ہوئے ہیں اس لئے کچھ اہم باتوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اس آیت میں چھ 6 بار لفظ ''کُم'' استعمال ہوا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں ہر ''کُم'' میں مخاطب لوگ پہلے والے ''کُم'' سے مختلف ہیں ......اس آیت میں جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ

کَمَا اَرسَلنَا فِیکُمۡ۔ ''کُم'' کے لغوی معنی ہیں تم یا آپ ......جن سے فرمایا گیا ہے

کمَااَرسَلنَا فِیکُمۡ رَسُولاَ مِنکُمۡ ...... کہ تم میں ایسا رسول بھیجا گیا ہے جو تم میں سے ہے

یہاں کم سے مراد عوام ہے ہی نہیں، یہ تو خواص ہیں، یہ وہ امراء ہیں جو سراپا نور ہیں، یعنی در حقیقت یہ معصومین علیہم الصلواۃ والسلام ہیں۔

یہی بات سمجھنے والی ہے کہ عرب کے بدوؤں کو نہیں کہا گیا کہ تم میں سے رسول ہے، یہ کائنات کی مقدس ترین ذواتِ متعالیات اور ہیں اسی طرح آیات سننے والی

www.khrooj.com

جماعت اور ہے جن کو پاک فرمایا گیا وہ تزکیہ والی جماعت اور ہے، جن خوش نصیب افراد کو مکمل علم کتاب عطا فرمایا گیا وہ جماعت علیحدہ ہے اور صاحبانِ حکمت والی جماعت علیحدہ ہے جن کا درجہ یا مرتبہ علمائے کتاب سے بھی بلند تر ہے۔

ذرا اِنصاف کی نظر سے دیکھیں کہ ساری عوام یا تمام کلمہ پڑھنے والوں کا تزکیہ تو نہیں فرمایا اس لئے ''یزکیھم'' میں ''ھُم'' سے مراد صاحب تزکیہ لوگ ہیں، عوام نہیں۔

اب جملہ صاحبانِ تزکیہ کو علم کتاب عطا نہیں فرمایا گیا کیونکہ یہ تو اگلی کلاس ہے، ان اگلی کلاس والوں سے کہا جارہا ہے کہ...... يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

اور جو چوتھی کلاس والے لوگ ہیں ان سے فرماتے ہیں کہ وَيُعَلِّمُهُمُ الحِكْمَةَ۔

تو ہر کم کا مخاطب علیحدہ علیحدہ ہے، جدا جدا ہے اور آپ کی تبلیغ بھی یہی بتاتی ہے کہ سارا علم یا یہ چاروں علم ہر آدمی کو نہیں دیئے گئے آپ نے فرمایا۔ہمیں حکم ہے کہ لوگوں کے عقل کے مطابق بات کریں۔ ہر آدمی کی عقل کامل نہیں ہوتی ہے، اس لئے کامل کو جو تبلیغ ہوگی وہ اور ہوگی اور ناقص کو اور۔ پہلی کلاس والے کا سلیبس اور ہوگا۔دوسری کلاس والے کا اور ہوگا۔

پرانے زمانے کے جو پرائمری سکول ہوا کرتے تھے تو عام طور سے ایک سکول میں ایک ٹیچر ہوا کرتا تھا۔وہی پانچوں کلاسوں کو پڑھاتا تھا سارے طلباء، ساری

کلاسیں اس کے سامنے بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں۔ استاد آیا اور کہا کہ بچو اپنی اپنی کتابیں کھول لو۔ اس کا حکم پہلی کلاس والوں کیلئے یہ ہے کہ اپنا قاعدہ کھولو، دوسری والے دوسری کی کتاب کھول لو، تیسری والے تیسری کی، چوتھی والے چوتھی کی اور پانچویں جماعت والے پانچویں کی کتاب کھول لو۔ یعنی یہ ایک حکم ہر کلاس کیلئے علیحدہ علیحدہ ہے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظام تعلیم میں بھی ایک ہی حکم کا مطلب ہر کلاس کیلئے علیحدہ ہوا کرتا تھا، اور تعلیم کا سلیبس اتنا سیکرٹ (Secret) رکھا جاتا تھا کہ جناب سلمانِ محمدیؐ کو حکم فرمایا آپ نے ابوذر کو اپنا عقیدہ نہیں بتانا کیونکہ جناب ابوذر کو وہ تعلیم نہیں دی جارہی جو تمہارے لئے مخصوص ہے۔

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اگر ابوذر کو سلمان پاک کے عقیدہ کا علم ہو جائے تو وہ انہیں واجب القتل سمجھیں گے۔ ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگائیں گے۔ یہاں تک فرمایا کہ جناب مقداد کو اگر پتہ چل جائے کہ جناب ابوذر کا کیا عقیدہ ہے تو وہ ابوذر کے قتل کا فتویٰ دے دیں گے تو یہ سلیبس کا فرق ہے، ایک ایک کلاس کا فرق ہے اور بہت بڑا فرق ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ ان کی تعلیم علیحدہ علیحدہ کلاسوں میں جاری تھی اور یہ آیت سب کیلئے نہیں تھی۔ اب شاید میں اپنا نقطہ نظر واضح یا کلیر (Clear) کرسکا ہوں اقالیم اربعہ کے تصور میں سب سے پہلے شریعت ہے، اب یہ بدقسمتی ہے کہ علماءِ

ظواہر شریعت کا ایک ہی سبجیکٹ (Subject) پڑھنے کے بعد کہتے ہیں کہ سارے کا سارا دین ہی شریعت ہے۔ جیسے نمازیں پڑھ رہے ہیں، روزے رکھ رہے ہیں، بس یہی کافی ہے اس کے علاوہ کوئی دین ہے ہی نہیں۔ یہ علماء اکثر بتاتے رہتے ہیں کہ ماورائے شریعت کچھ بھی نہیں ہے، سارے کا سارا دین یہی ہماری نمازیں اور روزے ہیں اگر کوئی آدمی دوسری کوئی بات کر دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو شریعت کے خلاف بات کرتا ہے اور اُسے شریعت کا منکر کہہ کر واجب القتل قرار دے دیا جاتا ہے۔

درحقیقت جو علماء کرام فرماتے ہیں کہ شریعت کے علاوہ کچھ نہیں ہے، وہ خود بانی شریعت کے فرامین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ بانی شریعت نے کیا فرمایا

الصلواۃ المعراج المومن یعنی نماز مومن کی معراج ہے۔الصلواۃ عمود الدین

نماز دین کا ستون ہے۔ ہم کہتے ہیں بالکل بجا ہے جو نماز نہیں پڑھتا اس کا دین تو ہے ہی نہیں، یہ بھی سر آنکھوں پر، بالکل بجا ہے اور اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لا دین لمن لا صلاۃ لہٗ یعنی جس کی نماز نہیں اس کا دین نہیں۔ لیکن جس پاک ذات نے یہ تمام باتیں ہمیں بتائی ہیں اُنہی کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ......☆لا صلواۃ الا بحضور القلب

یعنی نماز، نماز نہیں ہے جب تک کنسنٹریشن (Concentration) نہ ہو۔

www.khrooj.com

اب ان تمام پاک فرامین کو ذرا دوبارہ یکجا کر کے دیکھتے ہیں کہ

نماز مومن کی معراج ہے، نماز دین کا ستون ہے، جس کی نماز نہیں اُس کا دین نہیں ہے، جس کا حضورِ قلب یعنی مکمل یکسوئی نہیں یا (Concentration) نہیں اس کی کوئی نماز قابل قبول ہے ہی نہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ نماز برائی سے روکتی ہے اب دیکھیں کبھی کسی کو نماز نے برائی سے روکا ہے؟ اِس میں سمجھنے والا نکتہ یہی ہے کہ برائی سے وہی نماز روکتی ہے جو مکمل پاکیزگی، حلال خوری، صحیح آداب و شرائط کے ساتھ حضورِ قلب سے ادا کی جائے، زبانی جمع خرچ کی کوئی وقعت نہیں ہوتی ہے۔

اب ایک آدمی کہتا ہے کہ سنا ہے بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی لیکن میں ابھی پڑھ کے آ رہا ہوں اب اس کا بھی کوئی علاج ہے؟ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے نماز میں اس کو کسی جانور کا خیال آ گیا، بلی کا خیال آ گیا مگر نماز پڑھتا جا رہا ہے۔ اس طرح بھی آدمی نماز پڑھ رہے ہیں کہ تکبیر کہی، اللہ اکبر کہا اور جیسے زبان پر ٹیپ کا بٹن آن ہو گیا۔ زبان پڑھ رہی ہے مگر ذہن وہاں سے نکل جاتا ہے۔ دماغ میں کوئی فلم چل رہی ہے۔ ادھر آخری اللہ اکبر کہا تو وہ ذہنی طور پر واپس آ جاتا ہے۔ اور دل میں کہتا ہے کہ اب نماز ختم ہو گئی اور خود کو ریلکس (Relax) محسوس کرتا ہے، اب ان علمائے سوء سے پوچھیں کہ کیا یہ نماز ہو گئی، میں علمائے فقر یا علمائے ربانی کی بات نہیں کر رہا

ہاں جی تو علمائے کرام سے پوچھیں کہ کیا ایسی نماز ہو جاتی ہے جس میں جانوروں کا خیال آئے، ہالی وڈ کی کوئی فلم ذہن میں چل جائے یا دماغ میں ریچھ کتے کی لڑائی چل رہی ہے؟ تو وہ یہی کہیں گے، یہی جواب دیں گے کہ جی ہو جاتی ہے۔ یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضور قلب نہیں ہے تو نماز نہیں ہے۔ اب یہ (فقہی) فقیہ کچھ کہہ رہا ہے اور بانیءِ نماز و شریعت کچھ فرما رہے ہیں تو یہ ایک اختلاف ہے جو بدقسمتی ہے

ایک اور بدقسمتی یہ ہے کہ ان علماء کے مطابق ایسے جانوروں کے خیال آ جائیں، ذہن میں فلم آ جائے تو نماز ہو جاتی ہے اور باطل نہیں ہوتی اور اگر مولا کا نام آ جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ آپ مراجع سے پوچھ لیں وہ بھی یہی کہیں گے کہتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ است۔ ایک تو آدمی غلطی کرتا ہے اور ساتھ ہی اس غلطی کیلئے / گناہ کیلئے عذر تراشتا ہے وہ عذر جو ہوتا ہے وہ گناہ سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اب عذر کیا تراشا جا رہا ہے؟ ایک روایت کو اچھال اچھال کر بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا کہ اگر کوئی آدمی بغیر کسی دوسرے خیال کے نماز پڑھ کر دکھائے تو اسے میں ایک اونٹ انعام میں دوں گا۔ آپ نے فرما دیا تو صحابہ نمازوں میں جٹ گئے۔ دو دو رکعت نماز پڑھ کے آتے رہے۔ جو آتا سرکار فرماتے تم نے فلاں خیال نہیں کیا

تھا؟ جواب دیتے حضور ہو گیا تھا۔ سب ناک آؤٹ ہو گئے کوئی بھی دو رکعت نماز بغیر خیال کے حضور قلب کے ساتھ نہ پڑھ سکا۔ یہ میں فقہ کی بات کر رہا ہوں اور روایت کی بات کر رہا ہوں۔ اب نوبت شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام پر آئی اور انہوں نے فرمایا کہ ہم پڑھ کر دکھاتے ہیں۔ یہ بھی روایت کے الفاظ ہیں کہ ہم پڑھ کے دکھاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تو آپ نماز پڑھ کر جب واپس آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آپ نے بغیر خیال کے نماز پڑھی ہے؟ تو آپ نے عرض کیا کہ آقا جی ہاں بغیر خیال کے پڑھی ہے، حضورؐ پاک نے فرمایا کہ آپ نے یہ نہیں سوچا تھا کہ نماز پڑھ کر میں موٹے والا اونٹ لوں گا۔ کیا یہ خیال نہیں آیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں جی یہ اس خیال سے آیا تھا کہ موٹے والا اونٹ لوں گا اور ذبح کر کے غریبوں میں راہِ خدا میں تقسیم کروں گا۔ آپ نے فرمایا آپ نے راہِ خدا کی بات کر دی ہے تو اونٹ لے لیں، ورنہ خیال آپ کو بھی آیا ہے۔

آپ خود دیکھیں کہ اس روایت میں کن لوگوں کی منہ زوری ہے جبکہ ہمارے سامنے ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام ایک جہاد میں مصروف تھے۔ جنگ میں ایک تیر آپ کی پنڈلی میں گھس گیا۔ اب وہاں جو جراح تھے ان کو بلایا گیا کہ یہ تیر نکال دو۔ انہوں نے کہا کہ تیر کی جو قلم ہوتی

ہے وہ پیچھے کو مڑی ہوتی ہے تو اچھا خاصا حصہ کاٹ کر تیر نکالنا پڑے گا تو اس سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ کیا فرماتے ہیں! کہ دیکھو ابھی ہم نماز شروع کرنے والے ہیں جب ہم مصروف نماز ہوں تو تیر کھینچ لینا ہمیں پتہ ہی نہیں چلے گا۔

اب ان کی (Concentration) کا یہ عالم ہے کہ اتنا بڑا تیر پنڈلی سے باہر کھینچے جانے کا ان کو احساس تک نہیں ہوتا۔ دوسری طرف کہتے ہیں کہ ان کو موٹے اونٹ کا خیال آ گیا، یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے۔ دراصل یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ جس طرح بھی پڑھ لو، ٹھیک ہے۔

اب یہ ہمارے پشتون لوگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اوپر خدا ہے نیچے ملا۔ اوپر اللہ ہے نیچے مولوی صاحب کی تبلیغ کہ بس نماز پڑھو، بیشک خیال کہیں رہے، وضو ہے یا نہیں بس پڑھتے رہو، چاہے اِدھر اُدھر دیکھتے رہو۔ کسی شریف کے بچے کو تاوان کی غرض سے اندر باندھ کے رکھا ہوا ہے، باہر کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ اب اس نماز کو بھی مومن کی معراج کہا جا سکتا ہے؟ یہ کس قدر Misguide کیا جارہا ہے۔ اب اس بات کو ہم چھوڑتے ہیں۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ شریعت کیا ہے؟ کلام مقدس میں سورہ شوریٰ کی آیہ 13 میں ارشادِ اِلٰہی ہے کہ ہم نے جناب نوح علیہ السلام کو وصیت فرمائی شریعت کی، جناب ابراہیم علیہ السلام، جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شریعت کی وحی فرمائی، اسی طریقے سے ہم نے آپ کو بھی وحی فرمائی شریعت

کی۔

تو شریعت آ رہی ہے، کب سے؟ جناب نوح علیہ السلام کے دین میں شریعت ہے

آپ تجزیہ کر کے دیکھیں کہ یہ جو ہماری رائج الوقت شریعت ہے اس کا ایک حکم بھی ایسا نہیں ہے جو ابراہیمی نہ ہو۔ نماز جو مومن کی معراج ہے اس کو ہی دیکھ لیں اس کا رکوع دیکھیں تو رکوع ابراہیمی ہے۔ آپ پوری کی پوری نماز کو دیکھ لیں، کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو دین ابراہیم علیہ السلام کا حصہ نہ ہو، اب نماز کے بعد قبلہ پر آ جائیں تو ہمارا قبلہ ابراہیمی، ہم نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ قبلہ اول بیت المقدس، قبلہ ثانی کعبہ مکرم۔ پہلا قبلہ آل اسحٰق علیہ السلام کا قبلہ ہے وہ بھی ابراہیمی، دوسرا قبلہ آلِ اسماعیل علیہ السلام کا قبلہ ہے وہ بھی ابراہیمی۔ اب ہم اور آگے جاتے ہیں اور حج کو دیکھتے ہیں۔ حج کی ایک ایک بات کو دیکھیں، سارے مناسک حج ابراہیمی ہیں۔ طواف ہے تو ابراہیمی، سعی ہے تو ابراہیمی، قیام عرفات ہے تو ابراہیمی، منیٰ کی قربانی ہے تو وہ ابراہیمی، یہ سارے کا سارا دین ابراہیمی ہے۔

ایک بات ذہن میں رہے کہ شریعت جب بدلتی ہے تو کچھ اضافی احکام شامل کیے جاتے ہیں کیونکہ جب انسانیت کا ارتقاء ایک لیول کو کراس کرتا ہے تو وہاں شریعت بدل جاتی ہے اور اس میں کچھ اضافی احکام شامل ہو جاتے ہیں۔ جناب

نوح علیہ السلام سے چلتے چلتے یہ نظام جناب ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ پھر کچھ اضافی احکامات ملے جو اس سے پہلے والی شریعت میں نہیں تھے، یہ احکامات جناب ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں داخل ہوئے۔ آگے ہم دیکھتے ہیں جناب موسیٰ علیہ السلام کی شریعت آتی ہے تو پھر کچھ اور اضافی احکام انہیں مل جاتے ہیں، اسی طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام کو کچھ اضافی احکام ملتے ہیں۔ لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو کچھ ہے وہ سارا ابراہیمی ہے ان کا اپنا ذاتی اثاثہ کیا ہے؟

آپ پورے کا پورا حج دیکھ لیں تو یہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے گھر کی کہانی ہے اسی کو ری پلے (Replay) کر لیں تو حج بن جاتا ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کی پیاس دیکھ کر دوڑ رہی ہے اسی طریقے سے تم دوڑو، تو حج کا ایک رکن ادا ہو گیا، اسی طرح جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کیلئے لٹایا۔ اس کے بدلے ایک دنبہ آ گیا۔ تو ہمارے اوپر واجب ہو گیا کہ وہاں ہم بھی دنبہ کی قربانی دیں۔

جس وقت جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اپنے بچے کی پیاس کو دیکھ کر دوڑ رہی تھی تو کیا وہ اسے شریعت یا عبادت کا عمل سمجھ کر دوڑ رہی تھی یا اسے ماں کی ممتا دوڑا رہی تھی؟ تو وہ شریعت یا عبادت سمجھ کے نہیں دوڑ رہی تھی وہ بچے کو پیاس سے تڑپتا دیکھ کر دوڑ رہی تھی، چونکہ ہم ملت ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں

اس لئے آل ابراہیم علیہ السلام کا کیا ہوا کام بطور عبادت ہماری عبادت میں شامل ہوجاتا ہے چاہے وہ عبادت کے طور پر کریں یا کسی اور وجہ سے۔

یہاں ہم علمائے اسلام سے پوچھنے کی گستاخی کریں گے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے گھر کی مستورات یا مرد کوئی کام کرتے ہیں تو ہمارے لئے واجب ہو جاتا ہے اور جو سرتاجِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کا یا ان کے گھرانے کا کیا ہوا کام ہمارے لئے واجب نہیں ہے؟ سب سنت ہے یا سنتوں میں داخل ہوگیا ہے؟

میں عرض کررہا تھا کہ ہماری نماز روزہ ابراہیمی ہے، جہاد ہے تو وہ بھی ابراہیمی، خمس، زکواۃ ابراہیمی، اگر ہم سابقہ دین میں جائیں تو توحید بھی ابراہیمی، جناب ابراہیم نبی تھے تو نبوت بھی ابراہیمی ہوگئی۔ خالق نے امامت کی بنیاد بھی جناب ابراہیم سے شروع کی۔اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا...... یہاں میں اصول و فروع کو چھوڑ کر کچھ ان باتوں پہ آتا ہوں کہ آپ دیکھیں مسواک ابراہیمی استخارہ ابراہیمی، حلال و حرام کے مسائل ابراہیمی ۔ یہ سارے کا سارا دین ابراہیمی ہے تو اب میں پوچھ سکتا ہوں کہ بتائیں جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی اثاثہ کیا ہے؟

کیا وہ دین ابراہیم ہی کے مبلغ بن کر تشریف لائے تھے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کوئی حکم خاص نہیں تھا؟ ہر نبی کو

www.khrooj.com

اضافی احکامات دے رہا ہے اور ادھر بس!

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ جتنے انبیاء علیہم السلام بھی آئے ہیں ان سب کی نبوت مجازی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت حقیقی ہے۔ تمام انبیاء کی نبوت قائم ہے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر، تمام انبیاء ماسلف آپ پر ایمان لائے اور آپ کی نبوت اور ولایت مطلقہ اِلٰہیہ کا اقرار کیا تو انہیں نبوت ملی ہے۔

قرآن کریم میں دیکھیں، خالق اس وعدہ کو یاد دلا رہا ہے جب انبیاء سے میثاق کیا تھا، عہد لیا تھا کہ میں تمہیں کتاب اور حکمت دینے والا ہوں تمہارے بعد ایک رسول نے آنا ہے، اس پر ایمان لانا ہے اور اس کی نصرت کرنا ہے یہ دو کام ہیں ان کا وعدہ کرو پھر تمہیں نبوت مل جائے گی۔ اب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر نبوت حاصل کی اور آپ خود ان کے دین کا پرچار کرنے والے یا تبلیغی ہیں؟ ان کا ذاتی اثاثہ بھی تو کچھ ہونا چاہیے کچھ اضافی چیزیں ان کے پاس بھی ہونا چاہییں۔

میری نشستوں میں برادران اہل سنت بھی ہوتے ہیں اور برادران اہل تشیع بھی ہوتے ہیں، یہاں میں اپنے شیعہ بھائیوں کی خوش فہمی دور کرتا چلوں۔ کچھ لوگ سوچیں گے کہ یہ عزاداری اور ماتم داری ہمارا اثاثہ ہے۔ تو ان کیلئے گزارش ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا، قرآن پاک میں بھی ہے کہ تم نے اللہ

کے دنوں کا تذکرہ کرنا ہے ذَکِّرهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ...... (سورہ ابراہیمؑ آیہ 5)

کسی نے امام صادق علیہ الصلواۃ والسلام سے دریافت کیا کہ آقا وہ کون کون سے دن تھے؟ تو آپ نے فرمایا محرم کے ایام اور روز عاشور، ہمارے پاک قائمؑ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے خروج کا دن اور قیامت کا دن۔...... (بحوالہ تفسیر قمی وتفسیر صافی)

جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو ایام عزا منانے کا خصوصی حکم فرمایا تھا، انجیل مقدس کا پہلا حصہ جسے عہد نامہ قدیم یا(Old Testament) بھی کہتے ہیں اسے پڑھ کر دیکھیں اس میں باضابطہ طور پر یہ تحریر موجود ہے کہ جب ساتواں مہینہ آئے۔

واضح رہے کہ ہمارے محرم کے مہینہ کے مطابق یا مقابل ان کا ساتواں مہینہ ہوتا ہے اور اسے ابیب کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب ابیب کا چاند نظر آئے تو تم اپنے گھروں کو چھوڑ دینا، صحرا میں چلے جانا، وہاں جا کے خیموں میں رہائش رکھنا، جسم پر ٹاٹ باندھنا، وہاں سر میں خاک ڈال کر سوگ منانا، اور قربانیاں دینا۔ اور اپنے آپ کو جتنی اذیت دے سکتے ہو دینا۔

فرمایا کہ ہمارا یہ قانون پشت ہا پشت تک چلتا جائے گا، اس پر عمل کرنا ہوگا۔ اِسی عہد نامہ قدیم ہی میں ہے کہ ان کے بعد جناب یحییٰ علیہ السلام نے تو 24 اور 25 محرم کی رات کو بھی ایام عزا میں شامل کر لیا تھا کہ اس دن بھی لازمی

عزاداری کرنا۔

آپ جانتے ہیں کہ اس دن امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام کا وصال ہے۔نہر فرات کے کنارے یہ جو میدانِ کربلا ہے؟ تو یہ ارضِ صفین کا ایک حصہ ہے۔ جناب یحییٰ علیہ السلام نے یہاں تک فرمایا کہ خداوند رب الافواج کی طرف سے صفین کی زمین پر ایک قربانی ہوگی۔تم ان کا صدقہ دینا کہ ان کے مصائب ٹل جائیں محرم کا چاند نظر آجائے تو تم نے دس دن قربانیاں دینا ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ پردیسی ہے یا وطنی سب کو اس قانون میں شامل ہونا پڑے گا جب دسویں کا دن آئے تو سر میں خاک ڈال لینا اور اپنے آپ کو اذیت دینا۔ جناب یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند رب الافواج کی قربانی نہر فرات کے کنارے ہوگی۔اور ایک دن خداوند رب الافواج اس کا انتقام لینے کیلئے خود دنیا میں آئے گا، اپنے اس ذبیحہ کا انتقام لینے کیلئے خود دنیا میں آئے گا اور دشمنوں سے انتقام لے گا اور اس کی تلوار دشمنوں کا خون پی کر مست ہو جائے گی۔ یہ جناب یحییٰ علیہ السلام کا قول ہے اور ان کی کتاب کا حصہ ہے اور آج بھی بائبل میں موجود ہے۔

ایک معاملہ میں وہ ہم سے بھی بہت آگے نظر آتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جو آدمی عزاداری نہ کرے تو اس کو اپنے خاندان سے کاٹ دو۔ وہ تمہاری نسل سے ہی نہیں اور جو آدمی عزاداری میں شرکت نہیں کرتا، اگر کوئی اس سے ہاتھ ملا

لے تو اس کا ہاتھ نجس ہے، پورے کا پورا جسم نجس ہے اور جب تک سورج غروب ہونے کے بعد وہ غسل نہیں کر لیتا تب تک وہ پاک نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ نجس ہے نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے۔ ادھر ہماری عزاداری کو عبادت اور اپنا سب سے بڑا سرمایہ سمجھنے والے لوگ ہیں تو دس محرم کو ان کے سامنے جو بندوقیں تان کر کھڑے ہوتے ہیں اگلے دن ان کو بھائی بھائی کہہ کر مل رہے ہوتے ہیں۔ تو عزاداری بھی اس امت کا اثاثہ نہیں ہے، یہ بھی ماضی سے آ رہی ہے، تو اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا اثاثہ کیا ہے؟ ہم تو جانور بھی ذبح کرتے ہیں تو کہتے ہیں سنت ابراہیم خلیل اللہ، اللہ اکبر۔ سنت ابراہیمی ہی چل رہی ہے۔ سارے کا سارا دین ہی ابراہیمی ہو گیا اور ہم سنت ابراہیمی پر کام کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ سب کچھ اُمم سابقہ کے اعمال ہیں تو پھر ہمارے شہنشاہِ معظم سرتاج الانبیاء، جناب ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کیا ہے؟

ہمارے ہاں کچھ مولوی ابتدائی دو چار کتابیں پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو بوعلی سینا سمجھتے ہیں، پہاڑ کی بلندی پر بیٹھ کر شاید ریچھ بھی خود کو سقراط سمجھتا ہوگا۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ جناب کلی کرنا سنت ہے، استنجا سنت ہے، مسواک کرنا سنت ہے، سنت کا مفہوم یہی دیتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کر کے دِکھائی اور اس کا انہوں نے حکم دیا، سنت ہے جو

ان کے سامنے ہوا اور انہوں نے روکا نہیں وہ بھی سنت ہے۔ اب سنت کا کیا مفہوم بن گیا؟ جو آپ نے فرمایا، جو آپ نے کر کے دکھایا، وہ سنت ہے۔

کیا دکھایا؟ مسواک کر کے دکھایا، نماز پڑھ کے دکھائی، روزہ رکھ کے دکھایا، سارا کچھ کر کے دکھایا یہ تو سنت ہے۔ اب انہوں نے تو چاند کو بھی دو ٹکڑے کر کے دکھایا ہے، انہوں نے تو معراج بھی کر کے دکھایا ہے، انہوں نے سنگریزوں سے باتیں کر کے دکھائی ہیں، انہوں نے تو درختوں کے پتوں پر تصرف کر کے دکھایا ہے، انہوں نے موجودات پر کنٹرول کر کے بھی دکھایا ہے، کیا یہ سنت نہیں ہوسکتی؟ یا وہی مسواک والی سنت کو پکڑا ہوا ہے۔

ہم جنہیں صاحبانِ سنت کہہ سکتے ہیں یا کہتے ہیں یہ وہی عرفاء اور اولیاء کرام ہیں جنہیں آج بھی کوئی کہے کہ چاند کو ٹکڑے کر کے دکھاؤ تو وہ سنت نبویہ پر چل کے دکھا دیں گے کہ یہ ٹکڑے ہو رہا ہے، وہ سنگریزوں سے باتیں کروا کے دکھا دیں گے، وہ تصرفات کر کے دکھا دیں گے۔ دوسری سنتیں تو ہم نے اختیار کر لی ہیں، کیا یہ تصرفات والی سنت نہیں ہے؟ نظام کائنات کو سنبھالنا سنت نہیں ہے؟

اِس تمام کلام کا ماحصل یہ ہے کہ روحانیت اسی سنت کی بات کرتی ہے

اسی لئے کہتے ہیں کہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باطنی سنتوں میں زندگی گزار دیتا ہے وہی تو فقیر ہوتا ہے۔

اب جس مولوی کو پڑھا دو، ابھی ابتدائی کتابیں پڑھ رہا ہوگا کہ پوچھے گا ہم تبلیغ

کیلئے کب نکلیں گے؟ بعض اوقات تبلیغی جماعت میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہو اس کو بھی تبلیغ میں لگا دیا جاتا ہے کہ دیکھیں جی یہ تبلیغ سنت ہے، ٹھیک ہے میں بھی کہتا ہوں کہ تبلیغ سنت ہے۔ لیکن دیکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنا عرصہ تبلیغ فرمائی؟

تیئیس 23 سال۔ آپ نے تیئیس 23 سال تبلیغ فرمائی۔ یہ تبلیغ سنت ہے لیکن چالیس 40 سال جو آپ نے غار حرا میں گزارے وہ سنت نہیں ہے؟

غارِ حرا میں ہر چیز سے بلکہ پوری انسانیت سے لاتعلق (Desconnect) ہو کر اُس ذاتِ واجب الوجود غیب مطلق کے ساتھ ایک ہو کر تشریف فرما ہیں تو گویا ہمیں تزکیاتِ نفس کا درس دے رہے ہیں اور زبانِ حال سے فرما رہے ہیں کہ اگر مبلغ بننا چاہتے ہو اور منبر پر جانے کا شوق ہے تو پہلے چالیس سال تک حرا میں بیٹھو، تنہائی میں بیٹھو، ریاضت کرو، تزکیات کرو، میڈی ٹیشن (Meditation) کرو، اپنی روحانیت کو (Develop) کرو پھر بات کرو۔ اگر سنت پہ چلنا ہے تو چالیس 40 سال حرا کو دیکھنا پڑے گا پھر تبلیغ کے مراحل آئیں گے۔

ہم اِن تمام باتوں اور سنتوں کو جان بوجھ کر بھول گئے ہیں کیونکہ اِن مراحل سے گزرنا جان جوکھوں کا کام ہے البتہ منبر پر جانے کیلئے بڑے بیقرار ہیں۔

ممکن ہے میری اس بات سے کوئی یہ سمجھے کہ میں شریعت کی نفی کر رہا ہوں ایسا نہیں ہے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ شریعت فقر و روحانیت کی ابتداء ہے اور انتہا

بھی۔

جس ذات پاک نے یہ فرمایا ہے کہ ''فقر میرا فخر ہے'' تو اس ذات نے شریعت کو کبھی رد نہیں کیا۔ ہر وہ فقر، ہر وہ روحانیت جو شریعت سے خالی ہو وہ ناقص ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ اقالیم اربعہ۔شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت ہیں، اسے آپ چار منزلہ عمارت سمجھ لیں۔ تو پہلی منزل شریعت ہے، دوسری طریقت، تیسری حقیقت اور چوتھی منزل معرفت ہے۔اب اس عمارت کو دیکھیں اور اس سے نیچے والی منزل کھینچ لیں تو کیا اوپر والی منزلیں باقی رہیں گی، پوری کی پوری عمارت دھڑام سے نیچے گر جائے گی۔اسی لئے اگر اوپر والی منزلوں کو باقی رکھنا ہے تو نیچے والی منزل کو مضبوط رکھو۔ یہ شریعت ہے اسے ہر حال میں مضبوط اور باقی رکھنا ہوگا۔

اس وقت ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطنی اثاثے کی بات کر رہے ہیں جو خصوصی طور پر آپ کا ہے، جو اللہ جل جلالہ نے اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی طور پر دیا ہے، ایک قیمتی اور شایانِ شان تحفہ بنا کر عطا فرمایا ہے، وہ ہے

''روحانیت''

اب چونکہ یہ اثاثہ لامحدود ہے، اس لئے چاہیے تو یہ کہ اس اثاثہ پر ہماری گفتگو کا

www.khrooj.com

سلسلہ بھی لامحدود ہو...... بہرحال وہ قیمتی اثاثہ ایسا نہیں کہ ہم اسے سن کر ہضم کر لیں، اس کیلئے عمل (Practical) کرنا پڑتا ہے۔ اس روحانیت کو حاصل کرنا ہے تو اِس کیلئے پوری جاں فشانی اور تندہی سے مسلسل جدوجہد کرنا پڑے گی، یہ چیز بغیر نفسانی تزکیات کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی، آپ یوں سمجھ لیں کہ اب ہم روحانیات کے میدان میں داخل ہو رہے ہیں، اور روحانیات میں داخل ہونے کیلئے دو چیزیں بہت اہم ہیں۔

() تزکیاتِ نفس اور () ریاضاتِ نفس

ان کے بغیر حصول روحانیات ہوتا ہی نہیں۔ میں آپ کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں کہ صحت کے اعتبار سے انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک آدمی بیمار ہوتا ہے یہ بھی ایک حالت ہے، ایک آدمی نارمل صحت کا حامل ہے یعنی صحت مند ہے، اور ایک بہت مضبوط (Extra strong) ہے یہ تین صورتیں یا حالتیں ہیں

اب سب سے پہلے انسان کی بیماری دور کرنا ضروری ہے۔ بیماری چلی گئی تو نارمل صحت میں آ گیا، صحت یاب ہو گیا اب اس نے جسمانی لحاظ سے مزید پاورفل بننا ہے تو اس کیلئے جسمانی ورزشیں کرنا بہت ضروری ہے یعنی اضافی قوتیں حاصل کرنے کیلئے اِسے مختلف ایکسرسائزز (Exercises) کرنا ہوں گی اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی خوراک پر خصوصی توجہ دے کر اُسے ضرورت کے مطابق بہتر بنانا پڑے گا۔

جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی اور نفسانی بیماریاں بھی ہوتی ہیں، یہ بیماریاں نجاسات ہیں، جیسے جیسے یہ نجاسات ختم ہوتی جائیں گی، پاکیزگی آتی چلی جائے گی۔ پاکیزگیءِ نفس ہوتی چلی جائے گی۔ تزکیہ کہتے ہیں پاکیزگی کو، نجاسات سے خالی ہونے کو۔ آدمی جب نجاسات سے مکمل طور پر پاک ہوگیا تو ایک نارمل یا صحت مند آدمی بن گیا۔ جن اعمال و افعال سے نفسانی یا روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں انہیں تزکیاتِ نفس کہتے ہیں، روحانی طور پر ہر آدمی کچھ نہ کچھ نجس ضرور ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ بیمار ضرور ہوتا ہے۔ یہ بیماریاں یا نجاستیں اخلاقی بھی ہوسکتی ہیں اور شرعی بھی، قانونی بھی ہوسکتی ہیں نفسانی بھی، ظاہری بھی ہوسکتی ہیں باطنی بھی اور روحانی بھی۔ میں نے کہا کہ کسی نہ کسی پہلو سے ہر آدمی تھوڑا بہت نجس ہوتا ہے۔ اب اگر وہ چاہتا ہے کہ میں محفل تطہیر میں داخلہ لوں، تو تطہیر کا تقاضا یہ ہے کہ نجاست سے پاک ہو تب حضوری ملے گی، محفل تطہیر کیلئے تو خالق نے فرما دیا ہے۔

☆ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ

آپ سے نجس کو دور کیا گیا ہے۔ اب اگر ہم نجس ہیں تو ہم کو بھی دور کیا جائے گا۔ ان کے قریب نہیں جاسکیں گے۔

پاکیزگی کے ضمن میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اگر ہم اپنے آپ کو پاک نہیں کریں گے، ہم اپنا تزکیہ نہیں کریں گے تو قرآن کریم کے مافی ضمیر کو نہیں سمجھ سکیں

گے کلام پاک کو نہیں سمجھ سکیں گے کیونکہ وہاں بھی ایک سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔

☆لا یمسه الا لمطهرون

جب تک آپ پاک نہیں ہوتے آپ اسے مس نہیں کر سکتے، اس کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ اس کے روحانی اور باطنی مفہوم کو اخذ نہیں کر سکتے، کیونکہ قرآن کریم نے تو ابتدا ہی میں اعلان کیا ہے کہ ہرا یرے غیرے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆الم ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

یہ تو متقین کیلئے ہدایت ہے، اس میں اوروں کی بات ہی نہیں ہے، متقین کون ہیں؟ جو تزکیات نفس سے گزر کر آگے جاتے ہیں وہی متقین ہوتے ہیں، جب ارتقاء کی منزل تک پہنچے گا تو قرآن ہدایت کرے گا۔ اس لئے تزکیاتِ نفس کرنا بہت ہی ضروری ہے، اِس کی حسی مثال میں اِس طرح دے سکتا ہوں کہ جس طرح نماز پنجگانہ ادا کرنے کیلئے وضو کرنا ضروری ہوتا ہے بعینہٖ روحانیت کے حصول کیلئے بھی تزکیات ضروری ہوتے ہیں جن کے بغیر روحانیت کا حصول ناممکن ہے۔

اب جس وقت تزکیات سے گزر کر ایک طالب صادق اپنی تطہیر کر لیتا ہے تو اب ہم اسے ایک مکمل صحت مند آدمی تصور کرتے ہیں، اب یہ اِس قابل بن جاتا ہے کہ اِسے اضافی قوتوں کے حصول کیلئے ریاضات کے میدان میں اُتارا جا سکے۔ اب اضافی قوتوں کو حاصل کرنے کیلئے اِسے کچھ (Extra Exercises) کرنا

پڑیں گی یہی جو اضافی ورزشیں یا (Extra Exercises) کرنا پڑتی ہیں انہیں ریاضاتِ نفس کہتے ہیں۔

جیسا کہ یہ بڑے بڑے پہلوان ہوتے ہیں مثلاً بھولو پہلوان ہے، رستم زماں، گاماں پہلوان ہے اور ایک وہ جس نے 680 کلوگرام ویٹ لفٹنگ کی تھی، اس نے 17 من وزن اٹھا لیا تھا، دوسرا وہ کولیسکی ہے جو گوشت کا چلتا پھرتا پہاڑ ہے، اس کا صبح کا ناشتہ 24 کلو ہے، میں نے ٹی وی پر اسے ایکسرسائز کرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ وہ کتنی ہارس پاور کی مشین تھی اس کے ساتھ زور آزمائی کر رہا تھا۔ ایکسٹرا طاقت لینے کیلئے ایکسٹرا (Exercises) کی ضرورت ہوتی ہے۔

باڈی بلڈنگ میں دیکھیں تو وہاں ایک پورا جمنیزیم ہوتا ہے۔ یہ (Exercises) کریں، اس سے بازو (Develop) ہوں گے۔ اس سے تھائز (Develop) ہوں گی، ان سے بیک صحیح بنے گی۔ پورا ٹائم دینا پڑتا ہے اور ایک ایک مسل کو باہر نکالنے کیلئے مختلف (Exercises) کرنا پڑتی ہے۔ بالکل اسی طرح روحانیت کے جمنیزیم کی بھی سینکڑوں مشقیں ہوتی ہیں۔ انہیں ریاضاتِ نفس کہتے ہیں۔ ان ریاضات نفس کا بھی یہی طریق کار ہے کہ فلاں ریاضت کرو گے تو فلاں قوت حاصل ہو جائے گی، یہ ریاضت کرو گے تو مکاشفات میں اُتر جاؤ گے، یہ ریاضت کرو گے تو مشاہدات میں اُتر جاؤ گے، یہ ریاضت کرو گے تو تصرفات میں اُتر جاؤ گے، ہر کام کی ایک علیحدہ علیحدہ ایکسرسائز (Exercise) یا ریاضت موجود

ہے، پھر اس طرح کرتے کرتے آگے جا کر وہ آدمی جامع روحانی بن جاتا ہے۔

اب کچھ باتیں تزکیہ کی۔

فرمان ہے کہ ہر پیدا ہونے والا فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مسلم ہے،لیکن شر کی قوت اس میں کچھ بیماریاں، کچھ نجاستیں انڈیلتی رہتی ہے۔ان نجاستوں کو دور کرنے کا نام تزکیہ ہے۔تزکیہ سے نجاستیں دور ہو جاتی ہیں، بیماریاں لامحدود نہیں ہیں،صحت کا میدان لامحدود ہے، اسی طرح نجاسات محدود ہیں، اب اگر میں یہ بتانے لگ گیا کہ ظاہری نجاسات کیا ہیں اور باطنی نجاسات کیا ہیں؟ تو یہ بڑا طویل مضمون ہو جائے گا۔ میں آپ کو ایک کلیہ بتاتا ہوں کہ نجاست ہمیشہ خارجی ہوتی ہے اور پاکیزگی ہمیشہ داخلی ہوتی ہے، یوں سمجھیں کہ نجاست لاحق ہوتی ہے اور پاکیزگی داخل ذات ہوتی ہے۔

اس بات کو شاید آپ نہیں سمجھ سکے، میں وضاحت کرتا ہوں ایک آدمی کے ہاتھ کو نجاست لگ گئی ہے۔ اب وہ نجاست باہر سے لگی ہے، آپ پانی سے اس نجاست کو دور کر سکتے ہیں اس طرح ہاتھ پاک ہو جاتا ہے،اب وہ پاکیزگی باہر سے تو نہیں آئی، وہ ہاتھ پہلے سے ہی پاکیزہ ہوگا ناں،تب ہی تو پانی بہانے سے پاک ہو گیا ہے

اس کا مطلب ہے کہ پاکیزگی ذات کا حصہ ہے اور نجاست باہر سے آتی ہے طہارت باطنی کا مطلب یہ ہے کہ انسان بذات خود نجس نہیں ہے، خالق نے فرمایا کہ ہم نے اسے احسن تقویم میں خلق کیا ہے۔ یہ انسان اپنی تخلیق میں بنیادی طور پر نجس نہیں ہے، یہ نجاست شر کی قوتوں کے حوالے سے داخل ہو جاتی ہے، اب انسان نے ان نجاستوں کو دور کرنا ہوتا ہے۔ نجاستیں دور ہو گئیں، نکل گئیں تو پاکیزگی خود بخود آ جائے گا۔ اس کی میں ایک سائنٹفک (Scintific) مثال دیتا ہوں۔

یہ سامنے پانی کا بھرا ہوا گلاس رکھا ہے میں جب اسے پانی سے خالی کروں گا تو اس میں ہوا آ جائے گی یہ خالی نہیں ہو سکتا، یعنی خالق کو خلا ناپسند ہے۔ بس یہی بات ہے کہ ہم اپنے اندر کی نجاست نکال دیں گے تو طہارت خود بخود آ جائے گی۔ اب اس مثال کو مزید دیکھتے ہیں اس گلاس سے جب ہم پانی نکالتے ہیں تو جتنے فیصد ہم گلاس پانی سے خالی کرتے ہیں اتنے فیصد ہی ہوا اس میں داخل ہو جاتی ہے، اس کا مطلب ہے کہ جتنے فیصد نجاسات نکلیں گی۔ اتنے فیصد انسان پاک ہوتا چلا جائے گا۔ امید ہے اب آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آقا شر کیا ہے؟ آپ خاموش رہے، وہ پھر عرض کرتا ہے آقا یہ شر کیا ہے؟ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شخص تیسری مرتبہ سوال کرنے کا ارادہ کرتا ہے،

اِدھر آپ خاموش ہیں تو اس نے سمجھ لیا کہ شاید کوئی مصلحت ہے، اب اس نے اسلوبِ سوال بدلا اور عرض کیا۔ آقا یہ فرمائیں کہ خیر کیا ہے؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ شر کی نفی کر دو باقی جو ہوگا وہ خیر ہے۔

کوئی پوچھے کہ صحت کیا ہے؟ تو صحیح جواب یہ ہے کہ بیماریوں کو باہر نکال دو باقی جو بچ جائے وہ صحت ہے۔ اسی طریقے سے ہم آگے جاتے ہیں کہ طہارت کیا ہے؟

نجاسات کو باہر نکال دو باقی جو بچ جائے وہ طہارت ہی ہے اور نجاسات کو باہر نکالنے کا نام تزکیہءِ نفس ہے۔

مفہوم عبادت ہمارے سامنے بڑا محدود کر کے رکھا جاتا ہے۔ عبادت نماز روزے تک محدود نہیں ہے، اس کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ شر کی نفی کر دو باقی جو بچ جائے گا وہ خیر ہے۔ شر کو نکال دو پھر جو بھی کرو گے عبادت ہوگا۔ تمہارا سونا عبادت، تمہارا بیٹھنا عبادت، گفتگو کرنا عبادت، کھانا عبادت، روزی کما کر اولاد پر خرچ کرنا عبادت کیونکہ شر نہیں ہے، خیر ہی خیر ہے تو پھر عبادت ہی عبادت ہے۔ یہ عبادت مسجد یا محراب ومنبر تک محدود نہیں ہے۔

میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جتنے بھی احکام بیعت ہیں یا جو بیعت کی شرائط ہیں اُن میں آپ نے کوئی کام کرنے کا حکم

نہیں دیا، بلکہ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ بیعت میں یہ نہیں فرمایا کہ روزہ رکھنا، نماز پڑھنا وغیرہ، اُن شرائط بیعت میں فقط شر کی نفی کی گئی ہے، شر کی نفی فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

اس پر ہم غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اگر کرنے کا حکم دے دیا جاتا ہے تو شر ساتھ ہوسکتا تھا یعنی ایک آدمی بیک وقت نمازی بھی ہوتا اور چور بھی ہوسکتا تھا، نماز بھی پڑھتا زنا بھی کرتا، نماز بھی پڑھتا جھوٹ بھی بولتا، آپ نے چھوڑنے والی چیزوں کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ جب برائی کو چھوڑ و گے تو نماز چھوڑنا بھی تو ایک برائی ہے تو پھر نماز تو لازماً پڑھنا پڑھے گی، روزہ رکھنا پڑے گا۔ برائیاں چھوڑ دو گے تو نیکی خود بخود آ جائے گی۔ خود بخود ساری زندگی نیک بنتی جائے گی، اب یہ فلسفہ آپ کی سمجھ میں آ گیا؟ تو شر کی نفی، یہی نقد چیز ہے۔

اب نجاسات نفسانی جو ہیں ان میں کچھ کبائر ہیں اور کچھ صغائر۔ گناہ ہائے کبیرہ کی تعداد ستر 70 بیان ہوئی ہے اور گناہ ہائے صغیرہ چار400 سو کے قریب ہیں۔ لیکن روحانیت کے حصول کیلئے ایک سو نجاست ہے جس کو ترک کرنا واجب ہوتا ہے روحانیت حاصل کرنا ہے، مولا پاک کا ناصر بننا ہے تو یہ نجاسات ترک کرنا ہوں گی۔ یہ ایک سو کی لسٹ میں آپ کو دے سکتا ہوں لیکن یہاں میرے پاس وقت نہیں ہے اگر آپ کہیں گے تو پھر کسی دوسری نشست میں بیان کروں گا۔آج میں نے آگے کا سفر کرنا ہے لیکن ان سب نجاسات کی ایک ماں ہے

www.khrooj.com

جیسے آپ اُم النجاسات کہہ سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ صرف اس ایک نجاست کو چھوڑ دیا جائے تو باقی ساری کی ساری خود بخود دور ہو جاتی ہیں اور آپ کو لسٹ لینے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

یہ 70 گناہ کبیرہ بھی چلے جائیں گے، 400 صغیرہ بھی چلے جائیں گے اور روحانیات کیلئے جن ایک سو نجاسات کو ترک کرنا ہوتا ہے وہ بھی چلی جائیں گی وہ صرف ایک نجاست ہے۔ صاحبانِ روحانیات اور صاحبان فقر کا قول ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نجاست ہے بھی ایک ...... وہ کیا ہے؟ وہ ہے ''اپنی مرضی'' سب سے بڑی نجاست انسان کی اپنی مرضی ہے اگر وہ مالک کی رضا پر چلتا رہے تو اسے کوئی چیز نجس کر ہی نہیں سکتی۔ کافر کو نجس کرنے والی کیا چیز ہے؟ عقیدہ نہیں ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عقیدہ اس کو نجس نہیں کرتا، اس نے دوسرا خدا بنا لیا اس لئے وہ نجس ہو گیا، دوسرا نبی بنا لیا، دوسرا امام بنا لیا اس لئے وہ نجس ہو گیا، نہیں۔ بات یہ ہے کہ اس نے اللہ کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے ایک معبود بنایا ہے، اپنی مرضی سے ایک نبی بنایا ہے ایک امام بنایا ہے تو اصل جو برائی ہے وہ اپنی مرضی ہے۔

ایک اور بات میں عرض کروں کہ جب آدمی سفر پر نکلتا ہے تو ہر مسافر کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ کچھ زادِ راہ لے لے۔ سفر کا خرچ اس کے پاس ہونا چاہیے۔ جس آدمی کے پاس جتنا زیادہ سفر خرچ ہوگا اس کا سفر اتنا زیادہ آرام

دہ ہوگا اور اپنی منزل پر بھی جلدی پہنچے گا۔ایک آدمی زیارات کے سفر پر نکلتا ہے اور وہ صرف کرایہ یا ٹکٹ کے پیسے لے کر نکلتا ہے تو اس کو راستہ میں بھوکا رہنا پڑے گا یا کھانے کیلئے بھیک مانگے گا۔کرایہ کی رقم سے کچھ پیسے کھانے پر خرچ کرے گا تو پھر کچھ فاصلہ پیدل طے کرنا ہوگا یعنی خاصی پریشانی اٹھانا پڑے گی۔ اگر وافر مقدار میں رقم لے کر چلے گا تو بس کی بجائے ہوائی جہاز پر بھی جا سکتا ہے وقت بچ جائے گا،اچھے اور آرام دہ ہوٹل میں قیام کر سکتا ہے۔اس کا سفر سہولت سے کٹے گا۔زادِ سفر جتنا زیادہ ہو سفر اتنا آرام دہ اور جلدی ہو جاتا ہے۔تو اس راہِ سلوک میں بھی کچھ چیزیں وافر مقدار میں ساتھ لے کے جانا پڑتا ہے، سب سے پہلی چیز ہے ''قوت ارادی'' قوت ارادی جتنی مضبوط ہوگی اتنی جلدی آپ منزل پر پہنچیں گے۔ارادہ جتنا مستحکم ہوگا منزل کا حصول اُتنا جلد اور آسان ہو جائے گا۔آدمی نیت کرلے کہ چاہے کچھ بھی ہو میں نے یہ کام کرنا ہے اور میں کر بھی سکتا ہوں یعنی مضبوط ارادہ چاہیے، اگر کہیں شکست آ جائے تو اسے بھی فتح کا زینہ سمجھتا چلا جائے۔ جو آدمی شکست سے گھبراتا ہے وہ میدان میں آ ہی نہیں سکتا۔شکست کو ہمیشہ چیلنج سمجھا جائے اور یہی بات آگے بڑھاتی ہے۔اگر آدمی شکست سے بددل ہو جائے تو وہ اگلے دن میدان میں اترتا ہی نہیں۔

تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ناکامی پہلا زینہ ہے کامیابی کا۔ یہی وہ سیڑھی ہے جس پر پاؤں رکھ کر آگے جانا ہے اور اس کیلئے مستحکم ارادہ بہت ضروری ہے۔

دوسری چیز خود اعتمادی ہے۔ میں سب بچوں سے خصوصی طور پر کہوں گا کہ جو بھی روحانیات کی فیلڈ میں آئیں انہیں اپنی ذات پر اعتماد ہونا چاہیے۔ احساس کمتری یا (Inferiority Complex) انسان کی جڑوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ جی میں گنہگار ہوں، میں بدکردار ہوں، میں فلاں ہوں، میں یہ سب نہیں کرسکتا

اس سے پوچھو کہ تو کیوں نہیں کرسکتا؟ بھئی احسن تقویم پر تمہاری خلقت ہے، اب فرشتے تو یہاں آ کر مالک کی نصرت نہیں کریں گے نصرت ہم نے ہی کرنا ہے۔ یہ تزکیات اور پاکیزگی کے احکامات، یہ قرآن اگر ہمارے لئے ہے تو ہم اس پر عمل کیوں نہیں کر سکتے؟ پھر یہ نازل کیوں ہوا ہے؟ وہ فرماتا ہے میں نے کسی پر اس کی برداشت سے زیادہ وزن نہیں ڈالا۔ یہ دین جو ہمیں دیا گیا ہے، یہ (Process) جو ہمیں دیئے گئے ہیں یہ ہم جیسے انسانوں کیلئے ہیں۔ اپنے آپ کو کسی سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے، اپنے آپ کو مضبوط سمجھنا ہے، اپنے آپ پر اعتماد رکھنا ہے کہ میں یہ کرسکتا ہوں، ہم جب روحانیات کا درس دیتے ہیں تو اس میں تین چیزوں پر اعتماد کی تاکید کرتے ہیں ان تین چیزوں پر جتنا زیادہ آپ کو اعتماد ہوگا آپ کا سفر اتنا جلدی طے ہوگا، اس میں پہلا اعتماد ہے اپنی ذات پر۔ یہ نہ کہیں کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا وہ تو کر سکتے ہیں، وہ ولی اللہ بن سکتے ہیں، وہ مالک کی بارگاہ میں جا سکتے ہیں لیکن میں نہیں جا سکتا۔ بھئی کیوں نہیں جا سکتا؟

تمہاری دو آنکھیں ہیں، دو ہاتھ ہیں، دل دماغ ہے۔ تو اس کو چیلنج بناؤ، اپنی ذات پر بے پناہ اعتماد کرو۔ جتنا زیادہ اعتماد کرو گے، اتنا جلدی جاؤ گے اور اتنا بہتر رزلٹ ملے گا۔

دوسرا یہ ہے کہ اپنے مالک پر بھرپور اعتماد کرو کہ میں جیسا بھی ہوں، جس حال میں بھی ہوں، میرا مالک مجھے نظر انداز یا (Ignore) نہیں کرے گا، وہ مجھے یونہی چھوڑ نہیں دے گا، میرا مالک مجھے بد دِل (Disheart) کرنے والا نہیں ہے، وہ مجھے قبول فرمائے گا۔ آپ ایک مثال سمجھیں، مثلاً آپ کے پاس کچھ بھیڑ بکریاں ہیں ایک ہزار بھیڑیں ہیں، آپ ان کی نگرانی کرتے ہیں، ان کو چارہ ڈالتے ہیں، ان میں سے ایک بھیڑ کمزور اور بیمار ہے، آپ ساری بھیڑوں سے کچھ لاپرواہی کر سکتے ہیں مگر اس کمزور اور بیمار بھیڑ سے لاپرواہی نہیں کر سکتے۔ جب جانور آپ کا ہے، آپ پر ہی انحصار (Depend) کرتا ہے، آپ ہی اس کے مالک ہیں، اس کا علاج معالجہ آپ کے ذمے ہے، اس کی غذا آپ کے ذمے ہے، وہ بیمار ہے تو کیا بیماری کی حالت میں آپ اس کو نظر انداز (Ignore) کر دیں گے؟ آپ ایک ہزار بھیڑ کو چھوڑ کر اس پر خصوصی نگاہ رکھیں گے کہ یہ بیچاری کیا کھا رہی ہے اور کیسی ہے نیز اس کا علاج بھی کریں گے۔

ہم جیسے بھی ناقص ہیں، بیمار ہیں، روحانی طور پر مریض ہیں تو بھیڑیں تو اسی کی ہیں ناں۔ ہم جتنے زیادہ کمزور ہوں گے، جتنے زیادہ بیمار ہوں گے، اتنی زیادہ

رحمت ہم پر ہو گی، ان کی خصوصی نظرِ کرم ہم پہ ہو گی، یہ کبھی نہیں سوچنا کہ خالق ہم سے بے پرواہی کرے گا یا ہماری طرف توجہ نہیں دے گا۔

اپنے مرشد پر مکمل بھروسہ کرو۔ دیکھیں ایک بچہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ استاد کے پاس جاتا ہے۔ استاد اسے پڑھاتا ہے کہ پڑھو...... A for apple تو وہ بچہ استاد کے کہے ہوئے کو ہی مانتا ہے۔ اسی پر اعتماد کرتا ہے اگر نہیں مانے گا تو وہ پڑھ نہیں سکے گا۔ جو نصابی یا جنگی تعلیم دیتے ہیں انہیں استاد کہتے ہیں، جسمانی تربیت کروانے والے کو کوچ کہتے ہیں، اور جو روحانی تربیت کرواتا ہے اسے مرشد کہتے ہیں۔ ان تینوں چیزوں پر اعتماد کرنا بڑا ضروری ہے

اس کے بعد ہے یقین کامل۔ یقین کی ضد ہے ''شک'' جب شک پیدا ہو جائے تو معاملہ خراب ہو جاتا ہے۔ دس چیزوں کے بارے میں حکم ہے کہ صبح اٹھو تو ان سے امان مانگو۔ ان میں سب سے پہلی چیز شک ہے کیونکہ شک ایسی چیز ہے کہ وضو چاہے شریعت کا ہو یا طریقت کا، معرفت کا ہو یا عرفان کا، جیسا بھی وضو ہو اگر شک ہو جائے تو باطل ہو جاتا ہے۔ نماز پہ شک ہو جائے تو باطل ہو جاتی ہے، شک شریعت میں پیدا ہو جائے یا روحانیت میں، جہاں بھی ہو باطل کر دیتا ہے۔ توحید میں شک ہو جائے تو عقیدہ باطل ہو جاتا ہے، تو شک کی بجائے یقین کامل رکھنا چاہیے۔

میں آپ لوگوں کو یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ مولا کریم کے بھروسے

پہ اور بھرپور یقین کے ساتھ اس گل دان کو کہیں کہ اٹھ جا تو یہ فوراً اٹھ جائے گا اگر یقین محکم ہو جائے تو کائنات کی کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔ کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا مولا! کیا جناب عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے؟

فرمایا کہ اگر یقین اس سے بہتر ہوتا تو ہوا میں چلتے۔ آپ نے فرمایا کہ یقین وہ دولت ہے جو سب سے کم تقسیم ہوئی ہے۔ مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک بات بڑی اچھی لگی کیونکہ علم وحکمت کی باتیں مومن کی گنوائی ہوئی چیزیں ہیں، چاہے کافر سے مل جائیں لے لو۔ مرزا صاحب کہتے تھے کہ معجزہ اور تصرف، صدق ویقین کے کمال پر واقع ہوتا ہے۔ اپنے دین پر تھوڑا سا بھی شک ہو جائے تو معجزہ واقع نہیں ہوتا، جب تم اپنے دین کے معاملے میں سو فیصد یقین کے ساتھ کوئی بات کہہ دو گے تو کائنات پلٹ سکتی ہے، وہ بات نہیں پلٹے گی۔

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مومن اللہ کی قسم کھا کر کوئی بات کہتا ہے تو اسے پورا کرنا اللہ پر واجب ہو جاتا ہے اس کا یقین اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی قسم کھا لی۔ وہ بہت یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوتا ہے اور یقین کو ٹھیس تو کوئی عام آدمی بھی نہیں پہنچاتا، وہ کیسے پہنچا سکتا ہے۔ اگر ہماری بات کے خلاف کچھ ہوتا ہے یا ہمیں رزلٹ نہیں ملتا تو ہمارے یقین کا نقص ہے اس کی عطا کا نہیں ہے

یہ باتیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں آپ کے زادِ سفر کیلئے کافی ہیں۔

یہ ایک اصول ہے کہ ریاضاتِ نفس سائیکک ازم (psychicism) کو بیدار کرتے ہیں، اور سائیکک ازم ڈِویلپ (Develop) ہوکر روحانیات کو بیدار کرتا ہے، اس لئے روحانیات کا درجہ سائیکک ازم سے اوپر والا ہے۔

سائیکک ازم جسے میں نفسیت کہتا ہوں یہ آج کل سائنس کا درجہ لے چکی ہے۔

سائیکک ازم کا جو میدان ہے اس میں پچیس تیس علوم متعارف کروائے جا چکے ہیں جیسے ٹیلی پیتھی، پری منشن، میڈیم شپ (Medium Ship)، پیرا سائیکالوجی، ہپناٹزم (Hypnotism) مسمریزم (Mesmerism)، کولیکٹو پیتھی، سائیکاٹری (psychiatry)، ریکی، پیرا میڈک ازم، (Eextra sencsiology) ایکسٹرا سینسیالوجی، ایتھرک ازم (Ethericism)، بلیک میجک، Giantism (جنات کا علم)، دوائر (یہ ناخن پر سیاہی لگا کر دائرہ پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ چور کیسے چوری کر کے بھاگ گیا) اس علم کو دوائر کہتے ہیں، اس کے علاوہ فلائنگ جوگ ہے، اسی طرح سے یہ پچیس کے قریب سائیکک ازم کے علوم ہیں

اب روحیت کے حصول کیلئے، جسے آئندہ میں نفسیت کہوں گا جسے سائیکک ازم بھی کہتے ہیں۔ روحانیت کے موضوع پر میں نے اپنی اس تقریر کو اہم قرار دیا ہے خصوصاً جس حصے میں میں اب داخل ہو رہا ہوں۔

www.khrooj.com

روحیت یا نفسیت یا سائیکک ازم کو بیدار کرنے کیلئے ایک قوت انسان میں کارفرما ہوتی ہے جسے انگلش میں سرپینٹ پاور(Serpent Power) کہتے ہیں، یوگا کی زبان سما لوجی میں اسے کنڈالنی شکتی کہتے ہیں اور عربی میں اس کو اُم الھوا کہتے ہیں، یہ بڑی خطرناک قوت ہے بلکہ انتہائی خطرناک۔ یہی قوت سائیکک ازم اور روحیت کو بیسک انرجی (Basic Energy) اور فیول دیتی ہے ہمیں اسی کو سمجھنا چاہیے۔

سرپینٹ پاور(Serpent Power) یا کنڈالنی شکتی کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

() ایک سب سرپینٹ پاور(Sub serpent power) اور دوسری

() پیرا سرپینٹ پاور (Para Serpent power) سائیکک ازم کی رسائی سب سرپینٹ پاور تک ہوتی ہے جبکہ روحانیات والوں کی پیرا سرپینٹ پاور تک رسائی ہوتی ہے

اب سوال یہ ہے کہ یہ سرپینٹ پاور(Serpent Power) کیا ہوتی ہے؟

تو اب ہمیں انسان کے بارے میں تھوڑی سی گفتگو کرنا پڑے گی۔

انسان میں ہڈیاں(Bones) ہوتی ہیں، گوشت ہوتا ہے، مسلز (Muscles)، وینز (Veins) یعنی رگیں ہوتی ہیں، خون ہوتا ہے، 80 فیصد پانی ہوتا ہے۔ انسانی جسم میں سب سے اہم چیز ریڑھ کی ہڈی ہے جسے انگلش میں (Spine) کہتے ہیں اور بیالوجی کی زبان میں اِسے(Vertebra) کہا جاتا ہے، یہی ریڑھ

www.khrooj.com

کی ہڈی جملہ پر اِسرار قوتوں کا مرکز ہے۔

ریڑھ کی ہڈی (Spine)......Atlis سے لے کر Coceyx تک چار حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کا ڈائیگرام یا نقشہ آپ سب کے سامنے ہے، سمجھانے کیلئے میں یہ چھڑی استعمال کروں گا۔ یہ اُوپر انسان کا دماغ (Brain) ہے۔ یہ گردن ہے، گردن سے نیچے والی جو ہڈی ہے اسے ہماری سرائیکی زبان میں ''مکڑ ہڈی'' کہتے ہیں اس اوپر والے حصے کو اٹلس (Atlis) کہتے ہیں اور اس کے سب سے نیچے والے حصے کو کوسیکس (Coceyx) کہتے ہیں۔ Vertebra جو ہے یہ اٹلس Atlis سے شروع ہوتی ہے اور کوسیکس Coceyx پر آکر ختم ہوتی ہے۔ اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ سب سے اوپر والے حصے کو سرویکل سپائن (Cervical spine) کہتے ہیں۔ اٹلس سے لے کر یہاں تک کا جو حصہ ہے اس کو سرویکل سپائن کہتے ہیں اس کے سات مہرے ہوتے ہیں۔ ایک دو تین چار پانچ چھ سات مہرے۔ ان مہروں کو جب ہم اوپر سے گننا شروع کرتے ہیں تو یہ C1، C2، C3، اور C7 تک پہنچ جاتے ہیں، اس کے بعد تھراسک سپائن (Thoracic spine) شروع ہو جاتا ہے۔ آپ اپنی پشت پر دیکھیں۔ یہ ایک بڑا سا مہرہ نکلا ہوا ہوتا ہے یہ نکلے ہوئے مہرے سے اوپر والا حصہ سرویکل سپائن ہے، اس کے نیچے تھراسک سپائن ہے۔

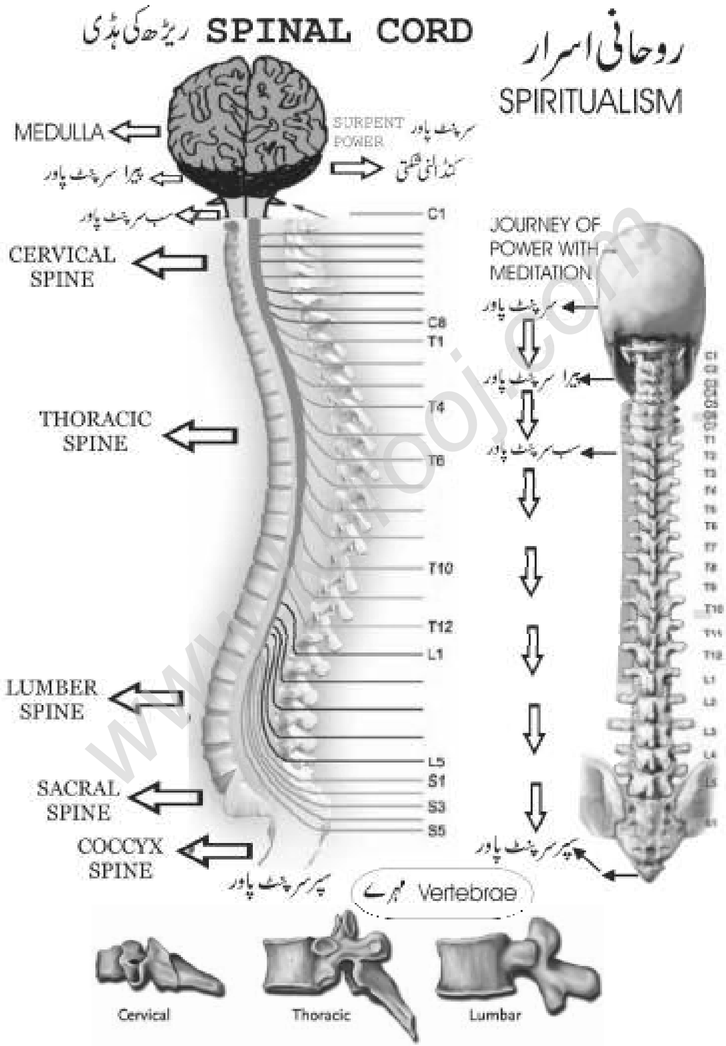
ریڑھ کی ہڈی SPINAL CORD
روحانی اسرار
SPIRITUALISM
MEDULLA
SURPENT POWER
سرپنٹ پاور
کنڈالنی شکتی
پیرا سرپنٹ پاور
سب سرپنٹ پاور
CERVICAL SPINE
THORACIC SPINE
LUMBER SPINE
SACRAL SPINE
COCCYX SPINE
C1
C8
T1
T4
T6
T10
T12
L1
L5
S1
S3
S5
JOURNEY OF POWER WITH MEDITATION
سرپنٹ پاور
پیرا سرپنٹ پاور
سب سرپنٹ پاور
پیر سرپنٹ پاور
پیر سرپنٹ پاور
مہرے Vertebrae
Cervical
Thoracic
Lumbar

اس کے بعد لمبر سپائن (Lumber spine) شروع ہو جاتا ہے۔ ہماری سرائیکی زبان میں اس کو ''چونکڑاں'' کہتے ہیں۔اس لمبر یا چوکنڑاں کے نیچے جو حصہ ہے اس کوسیکرل سپائن (Sacral spine) کہتے ہیں

تھراسک سپائن کے بارہ مہرے ہوتے ہیں......T1،T2،T3،T4......T12

اس کے بعد لمبر سپائن والے مہرے......L1،L2،L3......کہلاتے ہیں

اس کے بعد سیکرل سپائن (sacral spine) کے S1،S2 کے حساب سے چلتے ہیں،Sacral کے چار مہرے ہوتے ہیں جب یہ چوتھا مہرہ ختم ہو جاتا ہے تو اس جگہ کو کہتے ہیں کوسیکس (Coceyx)۔میرے خیال میں یہ باتیں سمجھنے میں آپ کو کسی قدر مشکل پیش آ رہی ہوگی لیکن یہ باتیں ہیں بڑی ضروری۔اٹلس کے اوپر جو جگہ ہے جہاں دماغ جاکے گردن کے اوپر ملتا ہے اسے کہتے ہیں میڈولا (Medulla)۔ میڈولا پر ہم اگلی نشست میں بات کریں گے کیونکہ اگلی نشست میں ہم دماغ کے کچھ کاموں کے بارے میں بات کریں گے۔

فی الحال میں یہ بات کر رہا ہوں کہ یہ اوپر اٹلس ہے اور نیچے کوسیکس ہے،ان کے درمیان سپائنل کارڈ (Spinal Cord) ہوتا ہے۔ یہ سفید سفید دھاگا سا ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے،اسے حرام مغز بھی کہتے ہیں آپ نے جانوروں کا کبھی دیکھا ہوگا۔

تو یہ پورا سپائنل کارڈ (Spinal Cord) ہے اوپر سے نیچے تک۔ یہ سانپ کی

طرح لمبا ہے اور ریڑھ کی ہڈی کے یہاں درمیان میں پڑا ہوا ہے، اس کو آپ دومنہ والی ناگن کہہ سکتے ہیں۔ اس کا ایک منہ اٹلس کی طرف میڈولا میں ہے اور اس کا دوسرا منہ نیچے کوسیکس (Coceyx) میں ہے اور اس میں یہ ناگن سو رہی ہے۔ ناگ کو ہی انگلش میں سرپینٹ (Serpent) کہتے ہیں اور (Serpent Power) سے مراد ہے ناگن کی قوت، سپائنل کارڈ (Spinal cord) ناگن کی طرح کی چیز ہے جو سفید ریشوں اور گچھوں سے بنا ہے اور یہی پراسرار قوتوں کا خزانہ ہے، جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اس کی سرپینٹ پاور (Serpent Power) اٹلس سے اوپر میڈولا میں سوئی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ خواب یا نیم بیداری کی حالت میں یہاں سوئی ہوتی ہے۔ اس سے نیچے یہ وہ مقام ہے جہاں پیرا سرپینٹ پاور سوئی ہوئی ہے، ہر انسان میں یہ قوت سوئی ہوئی ہوتی ہے، جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اوپر والی تھوڑی سی جاگتی ہے۔ یہ جو سب سرپینٹ پاور (Sub Serpent Power) ہے، یہ جنسی قوت یا (Sexsual Power) ہے چاہے مرد میں ہو یا عورت میں۔ اس پاور کے دو حصے ہیں اور یہ تھوڑی تھوڑی استعمال ہوتی ہے۔ جب تزکیاتِ نفس کئے جاتے ہیں تو یہ اوپر اٹلس اور میڈولا سے نیچے والے حصہ کو فوری جرک (Jerk) یا حرکت پذیری دیتی ہے۔

یہاں نیچے کوسیکس (Coceyx) میں اس کا ایک ایٹمی ذخیرہ پڑا ہوا ہے۔

کوئی بھی آدمی جس وقت تزکیات سے نکل کر ریاضاتِ نفس کرنا شروع کرتا ہے تو یہ ایٹمی قوت متحرک یا حرکت پذیر رہتی ہے یعنی وہاں میڈولا سے لے کر کوسیکس تک یہ حرکت کرتی رہتی ہے۔ یہ قوتِ تخلیق یہ سرپینٹ پاور (Serpent Power) اگر اوپر والے حصے میں قیام کرنا شروع کر دے تو انسان میں تخلیق کا ایک مادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ آدمی ایک ایسا تخلیق کار بنتا ہے جس کی ساری تخلیقات ذہنی ہوتی ہیں، وہ کوئی دانشور، شاعر یا فلسفی بنتا ہے یعنی کوئی علمی تخلیق کرنے والی شخصیت بنے گا۔

اگر یہ قوت دوسرے حصے میں آ جائے یعنی نیچے ٹرانسفر ہو کر Thoracic spine میں اس قوت کا قیام ہو جائے تو پھر وہ آدمی کچھ فزیکل چیزیں تخلیق کرے گا، وہ کوئی انجینئر یا موجد یعنی کوئی چیز ایجاد کرنے والا بنے گا تو ایسے تخلیق کاروں کی یہ قوت تھراسک سپائن کے ایریا میں کام کر رہی ہوتی ہے۔ اب یہ قوت اور نیچے Lumber spine پہ آ جائے تو یہ تخلیقی قوت انسان کو مزدور بنا دیتی ہے۔ مزدور کی حیثیت سے انسان بلڈنگز بنا رہا ہوتا ہے، پلازے بناتا ہے، سڑکیں بناتا ہے۔ یہ پست درجے کا تخلیق کا کام سمجھا جاتا ہے حالانکہ مزدوری تو بڑا اونچا منصب ہے بہر حال وہ کچھ نہ کچھ ضرور تخلیق کر رہا ہوتا ہے، اور مزدور کی حیثیت سے وہ بھی ایک تخلیق کار بن جاتا ہے۔

اور جب یہی قوت سفر (Travel) کرتے ہوئے Sacral spine میں پہنچتی ہے تو

www.khrooj.com

یہاں بھی تخلیق کا ایک عمل کرتی ہے اور انسان بچے پیدا کرتا ہے۔ بچے پیدا کرنا بھی تو تخلیق ہی ہے ناں۔

اب روحانیات کا کام یہ ہے کہ اوپر والی قوت (Sub Serpent Power) کو اتنا نیچے لے آیا جائے کہ وہ اپنے مرکزی خزانہ تک پہنچ جائے، جب یہ مرکزی خزانے تک پہنچتی ہے تو اس کو بڑی احتیاط سے بیدار ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ صاحبان روحانیات کہتے ہیں کہ اس کو ایک دم بیدار مت کرو۔ ایک دم بیدار ہونے پر اگر اس نے ایٹمی دھماکہ کر دیا تو تمہارے اندر نہ مذہب رہے گا نہ دین نہ اخلاقیات۔ یہ درندہ صفت وحشی انسان بنا کر کھڑا کر دے گی۔ ایسا سیکسی (Sexy) آدمی بنائے گی جس کے سامنے ماں، بہو، بیٹی کا کوئی احترام نہیں رہے گا۔ یہ ایک دم بیدار ہوگی تو لغویات سے بھرا وحشی درندہ بنا دے گی۔ اس لئے اس کو بڑے آرام سے بیدار کرنا ہوتا ہے۔ اس کو بیدار کرنے سے پہلے تصور کو مسخر کرنا پڑتا ہے۔ خیال کو مسخر کرنا ہوتا ہے، بہت سی چیزوں کو مسخر کر کے اسے آہستہ آہستہ بیدار کیا جاتا ہے۔

آپ یہ سمجھیں کہ وہ جو اوپر والی قوت ہے وہ ایک خطرناک قوت ہے کیونکہ وہ بھی Sex کی قوت ہے، جنسی قوت ہے۔ لیکن Sub Serpent Power اور دوسری یعنی Para Serpent Power میں اتنا فرق ہے جتنا بارودی اسلحہ اور ایٹمی اسلحہ میں فرق ہوتا ہے۔ Para Serpent Power بیدار ہو جائے تو وہ

ایک ایٹمی انرجی کی مانند ہے۔اس کو استعمال کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے،اس کو سنبھالنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ ایٹمی قوت ایک دم بیدار ہوتی ہے تو انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

بعض لوگ اسے لاشعوری طور پر چھیڑ دیتے ہیں، آپ کو پتہ ہے کہ قرآن کریم کی قوت روحانی ہے،بعض اوقات کسی آیت کو یاد کرتے کرتے لاشعوری طور پر اس پر بہت زیادہ ارتکاز (Concentration) ہو جاتی ہے، ان کو پتہ ہی نہیں چلا اوراس کو چھیڑ دیا۔ پھر ان کے سامنے کسی چیز کا احترام نہیں رہتا۔مسجد کا احترام بھی نہیں رہتا،علمائے مساجد کے سکینڈلز آپ کے سامنے ہیں۔

اس قوت کو ضرورت کے مطابق بیدار کرنے اور کنٹرول کرنے کیلئے مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے اور بتاتا ہے کہ ہاں جی یہ قوت کتنی بیدار ہوگئی ہے اب اس کو روکنا ہے یہ بھڑک تو نہیں رہی۔ مرشد بتاتا ہے کہ روحانی Exercises کے دوران کون کون سی غذا استعمال کرنا ہے۔ دال اور گوشت تو منع ہوتا ہے، یہ اس پاور کو بھڑکا دینے والی غذا ہے، ساگ، ستو یا سادہ غذا استعمال کی جاتی ہے ایسی غذا جو ٹھنڈا کرنے والی اور نرم کرنے والی ہو۔طبیعت کسی غلط سمت مائل نہ ہونے پائے اس کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔

اس قوت کو بڑے آرام سے بیدار کرنا چاہیے اگر یہ پھنکارتی ناگن کی طرح نکل کھڑی ہوئی تو پھر آدمی کیلئے مسجد کا احترام نہیں رہتا،قرآن کا احترام نہیں رہتا،

ماں، بہو، بیٹی کا احترام نہیں رہتا اور آدمی ایک درندہ بن جاتا ہے۔ آدمی جب بھی روحانیات کی فیلڈ میں اترتا ہے تو اس کیلئے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ اپنی جنسی قوت (Sexual power) کو محفوظ رکھے کیونکہ یہی وہ انرجی ہے یا فیول ہے جس پر اگلہ سارا سسٹم چلتا ہے (یعنی روحانیات کا سسٹم)۔ یہ بڑی اہم چیز ہے اس کو جتنا محفوظ کر سکتے ہو وہ کرنا ہے۔ اس کے بعد اس کو روحانیات میں استعمال کرنا ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ یہ کیا کام کرتی ہے یہ تو نیوکلیئر ٹیکنالوجی آپ کے ہاتھ لگ جائے گی۔ اس کے بعد دنیا کا کوئی بھی کام آپ کیلئے مشکل نہیں ہوگا۔ مشکل ہے تو صرف اس کو سنبھالنا اور اگر اس کو صحیح طریقے سے سنبھال لیا جائے تو مسئلہ آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی ہمیں یہی درس دیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے۔ آپ مومنین سے فرما دیں کہ اپنی آنکھوں کو نیچا رکھیں کہیں غیر محرم پر نہ پڑیں کیونکہ مومن تو آگے جانے کیلئے تزکیہ کر رہا ہے، وہ اپنی روحانیات کو بیدار کر چکا ہے قوت بیدار ہو چکی ہے گویا پٹرول تیار ہے اب اگر سامنے آگ آ جائے تو بھڑک اٹھے گی۔ اس لئے حکم ہوا کہ غیر محرم پر نگاہ مت کرو۔

آگے کیا ارشاد ہوا کہ آپ فرما دیں مومنین سے کہ اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک تو بدکرداری نہیں کرنا ہے، دوسرا اس کا بے تحاشا استعمال نہیں کرنا ہے، جو آدمی دوران ریاضت اس کا استعمال کرتا ہے تو گویا وہ

اپنی انرجی ڈسچارج کرتا ہے اور روحانیات کی Exercises میں دماغ کو انرجی کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ جب آدمی روحانیت کی Exercises کر رہا ہوتا ہے تو اس کے دماغ کا میٹریل (فاسفورس وغیرہ) پیشاب کے ذریعے خارج ہوتا رہتا ہے، اس انرجی کو (Para serpent power) پورا کرتی ہے، جب بھی دماغ کو اضافی انرجی کی کمی محسوس ہوتی ہے تو وہ یہاں سے انرجی Suck کرتا ہے یعنی دماغ کی گاڑی کو صحیح طور پر چلانے کیلئے ضروری ہے کہ ریاضاتِ نفس کے دوران انسان اپنی جملہ قوتوں کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھے تاکہ جب اور جس وقت دماغ کو انرجی کی کمی محسوس ہو تو وہ (para serpent power) سے اور کوسیکس (coceyx) سے بلا تامل انرجی سک کرتا رہے، کھینچتا رہے۔ اگر وہاں سے اس کو انرجی نہ ملے یا ضرورت سے کم ملے تو دماغ فلاپ ہو جاتا ہے۔ آدمی مینٹلی ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ فلاں آدمی چلہ کر رہا تھا کہ اس کا دماغ خراب ہوگیا یا فلاں آدمی تزکیہ نفس کر رہا تھا کہ پاگل ہوگیا۔ یہ کس لئے ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ دماغ اور اعصاب قوت لیتے ہیں Serpent power سے اور اگر آدمی کی یہی Serpent power ہی ختم ہو جائے یعنی ڈسچارج ہو جائے تو بعض اوقات دماغ کی ڈیمانڈ زیادہ ہوتی ہے جبکہ وہ قوت ضائع ہو چکی ہوتی ہے، دماغ جو ڈیمانڈ کرتا ہے، اسے نہیں ملتی تو اس طرح آدمی پاگل ہو جاتا ہے،

www.khrooj.com

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے فقراء بھی اپنی ریاضات میں پاگل ہوجاتے ہیں۔اس لئے آج یہ سمجھا جاتا ہے کہ ریاضات ،فقر فقیری یہ پاگل ہونے والا کام ہے۔دراصل پاگل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو صحیح طور پر گائیڈ کرنے والا ، انہیں صحیح چلانے والا کوئی نہیں ہوتا۔اگر ان کو کوئی پوری تھیوری (Theory) سمجھانے والا اور گائیڈ کرنے والا ہوتو دماغی طور پر ڈسٹرب ہونے یا پاگل پن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہم نے تو یہ سب کچھ مولاؑ کی نصرت کیلئے کرنا ہے مولا کی نصرت کے میدان کیلئے آپ نے بڑی بڑی قوتیں حاصل کرنا ہیں۔روحانیات کے اعلیٰ منصبوں پر پہنچنا ہے، بڑی قوتیں حاصل کرنا ہیں،تو سب سے پہلے اس قانون الٰہی پر عمل کرنا پڑے گا کہ اپنی آنکھوں کو کنٹرول میں رکھو، اس کے بعد اپنی جنسی قوت (Sexual energy) کو بے تحاشہ ضائع نہیں کرنا۔جو آدمی بھی ذہنی مشقت کرتا ہے اسے Serpent power کی اشد ضرورت ہوتی ہے،اور جو آدمی بے دردی سے بے تحاشہ اس کو استعمال کرتا رہتا ہے تو وہ شخص ہمیشہ انتشارِ ذہن، پریشانی یا بے سکونی کا شکار رہنے لگتا ہے، وہ کسی ایک نقطہ پر اپنی سوچ کو مرکوز نہیں رکھ سکتا۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ اسے حرام سے کلی طور پر بچانا ہے،اور حلال کے راستے پر بھی جائز خرچ کرنا ہے، بے تحاشہ نہیں کرنا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اس گاڑی

کی اڑان کیسی ہے، Pick up کیا ہے پھر آپ روحانی (Spiritual) قوتیں کتنا جلدی حاصل کریں گے اور نصرت کے میدان میں کتنی آسانی سے جا سکتے ہیں۔

آج کا میرا یہی Message ہے کہ اپنی Para serpent power اور Sub serpent power کو محفوظ رکھو۔ اپنے آپ کو sex سے بچاؤ اور پھر نصرت کے میدان میں اترو کیونکہ اگر مولا کی نصرت کرنا ہے، روحانیات حاصل کرنا ہے تو ان باتوں کو ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ اب میں اسی بات پر دعا کرتا ہوں کہ آل محمدؐ پاک علیہم الصلواۃ والسلام کا گھر پاک جلد آباد ہو۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

يَا مولاَ كَرِيمٌ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجهٗ وَ صَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَيْكَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

چھٹا خطاب

اَللَّهُمَ صَلّے عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ وَ عَجِّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدؐ

اَعُـوذُ بِـالـلّٰهِ القَوِیّ العَلِیّ العَظِيمِ مِنَ الشَّيطٰانِ الْغَوِیّ الشَّقیّ الرَّجِيمُ

بِسْمِ اللَّهِ الوَفِّیِ الكَرِيمُ

اَلْحَمْدُ لِلّهِ الَّذی لَمْ يَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ يَكُنَّ لَهُ شَرِيك فِی المُلكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِیّ مِنَ الـذُّلِّ وَكَبِّـرهُ تكبِيراً وَالصَّلٰواةُ وَالسَّلاَمُ عَلیٰ سَيّدِ الاَنبِیٰاء وَالْـمُـرْسَـلِيـنُ وَعَلیٰ آلِهِ الطَّيّبِينَ الطَّاهِرِينَ المَعْصُومِينَ المَظْلُومِينَ الَّـذِيـنَ اَذْهَـبَ الـلّٰه عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا وَ خُصُوصاً عَلیٰ حُـجَّةُ الـلّٰـهُ فِـی الـعَالَمِين عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجهُ الشَرِيف ۔اَمّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ الـلّٰـهُ تَبَـارَكَ وَتَعَالی فی كِتَابِهِ المَجِيد ☆يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُونوا أَنصَارَ اللَّهِ

آج ہمارے ساتھ کچھ نئے دوست احباب شامل ہوئے ہیں، میں یہ گزارش کروں گا کہ آج کے دور میں فرائض میں سے ہمارے لئے سب سے بڑا فریضہ

شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت ہے۔نصرت کے بارے میں میں یہ بارہا عرض کرتا رہا ہوں کہ نصرت ہمیشہ مشن کی ہوتی ہے، مقصد کی ہوتی ہے، فرد کی نہیں ہوتی ۔فرد کی مدد ہوتی ہے اور نصرت مشن کی یا مقصد اعلیٰ کی ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی عجیب بات ہے کہ مشن ظاہر نہیں ہوتا جیسے ہم پوچھتے ہیں کہ یہ سڑکیں کس نے بنوائی ہیں؟ تو جواب ملتا ہے کہ حکومت نے بنوائی ہیں۔ یہ نہریں، یہ پل کس نے بنوائے ہیں؟ جی حکومت نے بنوائے ہیں۔لیکن کبھی کسی نے حکومت کو دیکھا ہے؟ حکومت ظاہر نہیں ہوتی۔حکومت کے نمائندے ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح مشن ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کے نمائندے ظاہر ہوتے ہیں، اب خالق کائنات نے سورہ الصّف آیہ 14 میں فرمایا

☆يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونوا أَنصَارَ اللَّهِ

اے ایمان والو! تم اللہ کی نصرت کرو، تم انصار اللہ ہو جاؤ، اللہ کے ناصر ہو جاؤ نصرت کرو۔تو وہاں نصرت اس کے مشن کی ہے لیکن مشن تو نظر نہیں آتا، اس لئے اس کے نمائندوں کی نصرت ہی اللہ کی نصرت ہے۔اس سلسلہ میں ہماری طویل گفتگو ہو چکی ہے۔کئی نشستوں میں میں نے اس پر بات کی ہے

نصرت کے بہت سے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہوتا ہے ''جہاد'' ہماری آج کی گفتگو کا موضوع نصرت کا یہی شعبہ جہاد ہے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں اور ہمارے بچوں کو بھی بتایا جاتا ہے کہ فروعات دین میں سے جہاد کا تذکرہ چھٹی (6) فرع

کے طور پر کیا جاتا ہے۔ جہاد کا جو مفہوم ہے، یہ عربی جاننے والے میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان کے سامنے ایک طالب علم ہوں۔ جہاد کا جو مادہ ہے یہ چار چیزوں سے مرکب ہے۔

()ایک بھر پور کوشش یعنی جدو جہد، اب بھر پور کوشش میں جسمانی کوشش بھی شامل ہے، اس کے علاوہ نفسانی یا روحانی کوشش بھی شامل ہے،فکری، ذہنی، داخلی، خارجی کوشش بھی جہاد میں شامل ہوتی ہے۔

()اس کے بعد مشکلات ہیں، جہاد میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔ یہ ڈائیگرام اسی لئے بنایا ہے آپ اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ تو میں عرض کر رہا ہوں کہ دوسری مشکلات ہیں، مشکلات نہ ہوں تو جہاد نہیں

() جہاد میں تیسری چیز امتحان یا آزمائش ہے۔ اسی میں عرفان کا بھی امتحان ہوتا ہے اور جذبات کا بھی۔ جان و مال کے حوالے سے امتحان، میلانات کا، نفس کا، روحانیات کا، یہ امتحانات ہوتے ہیں۔ جہاد میں اگر امتحان شامل نہ ہو، Testing نہ ہو تو جہاد کامل نہیں ہوتا۔ اسی لئے پروردگار عالم نے فرمایا کیا گمان کرتے ہیں کہ تمہیں ایسے ہی جنت میں بھیج دیا جائے گا، تمہیں آزمایا نہیں جائے گا؟

اس لئے آزمائش بھی شامل ہوتی ہے، امتحان کے بعد اس کے نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں، مشکلات میں ہر قسمی آزمائشیں ہوتی ہیں۔

www.khrooj.com

() پھر ہوتی ہے جنگ۔تو یہ جنگ جہاد کا صرف ایک حصہ ہے۔ یہ چاروں چیزیں مل کر جہاد بنتی ہیں، اب میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاد ہر دور میں نماز کی طرح واجب ہے، کوئی دور ایسا نہیں ہے جب جہاد ساقط ہو، جہاد ہر دور میں واجب رہتا ہے، ہاں البتہ اس کی (Inter pretation) بدلتی رہتی ہے۔اس کی تعریف بدل جاتی ہے، اس کی ساخت، اس کی ہئیت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن جہاد واجب رہتا ہے۔جیسا کہ نماز واجب ہے مگر سفر میں اس کی ہئیت بدلتی ہے، اس کی صورت بدلتی ہے، پھر بیماری میں، خوف میں اور خطرے میں نماز کے ارکان تک بدل جاتے ہیں۔چار رکعت کی نماز جب سفر ہوتو دو رکعت ہو جاتی ہے، خوف ہوتو ایک رکعت ہو جاتی ہے، اس کے بعد مثلاً اگر آدمی دریا میں ڈوب رہا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کی نماز کا وقت جا رہا ہے جو وہ پڑھ نہیں سکتا کہ ڈوبنے والا ہے، ادھر سورج بھی ڈوبنے والا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ میری نماز قضا نہ ہو جائے۔

اس وقت اگر وہ ایک مرتبہ اللہ اکبر ہی کہہ دے تو خالق اس کی نماز قضا شمار نہیں کرے گا بلکہ ادا شمار کرے گا۔تو نماز میں جگہ یا محل وقوع (Situation) کے لحاظ سے تبدیلیاں ہوتی چلی جاتی ہیں لیکن وہ اپنے مقام پر واجب ہی رہتی ہے۔ اسی طریقے سے جہاد بھی واجب ہی رہتا ہے اور کبھی ساقط نہیں ہوتا۔ اس کی ہئیت، اس کی کیفیت، اس کی ساخت میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اب آپ سمجھ

یا مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف

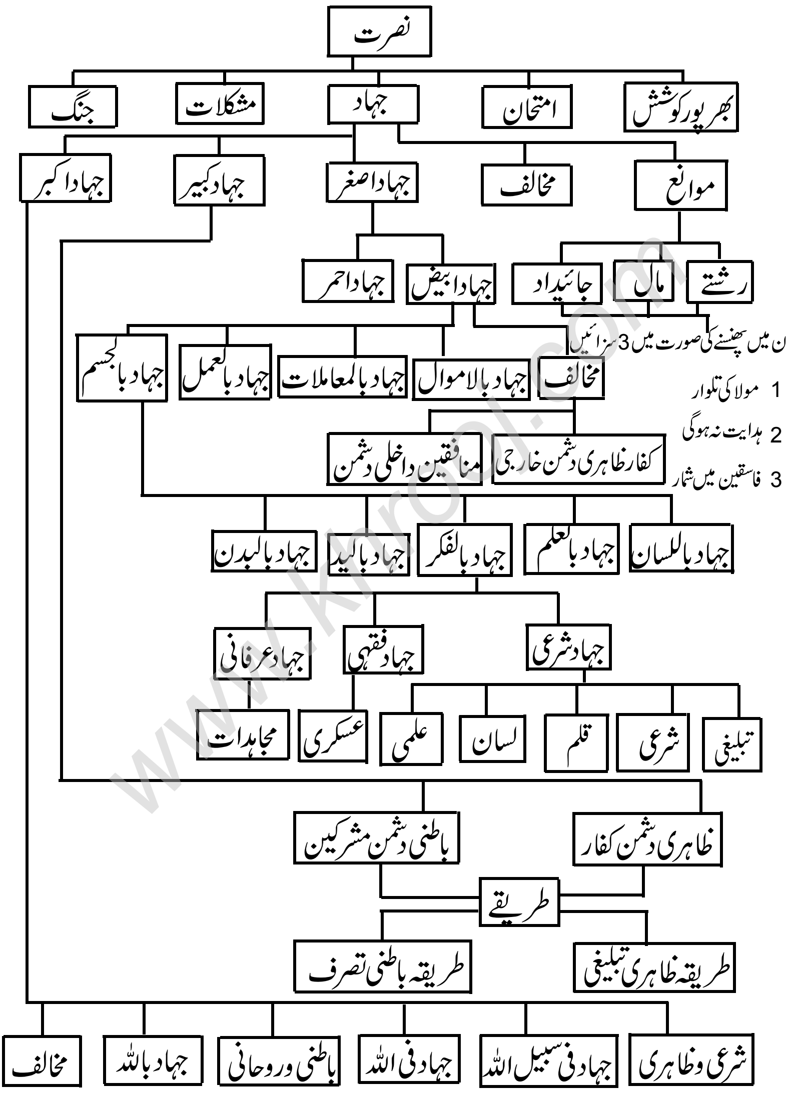

www.khrooj.com

گئے میری بات۔

جہاد کے بارے میں خالق نے ارشاد فرمایا کہ اس کے کچھ موانع ہیں جو رکاوٹیں بنتی ہیں جہاد میں......فرمایا

☆قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ...... (التوبہ آیت 24)

اے میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے (پوتے) اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے جمع کر رکھے ہیں اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جو تمہیں پسند آ گئے ہوں (یہ سب چیزیں) اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ پیاری ہیں تو پھر تم انتظار کرو تا اینکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ تم پر اپنے امر اللہ کو لائے۔ (یاد رہے) اللہ تعالیٰ فاسقین کو ہدایت نہیں فرماتا۔

جہاد کے راستے میں جو رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں وہ کیا ہیں؟ فرمان اِلٰہی کے مطابق وہ ہیں، باپ دادا، اولاد، بھائی بند، بیویاں، رشتہ دار، مال، مساکن، پراپرٹی تو یہ رکاوٹیں ہیں۔ خالق نے تین طرف محبت کرنے کا حکم دیا ہے () اللہ

سے محبت کرو ( ) اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ( ) جہاد فی سبیل اللہ سے محبت۔ اس کی تین رکاوٹیں ہیں ( ) رشتہ دار ( ) مال و تجارت ( ) جائیداد یا پراپرٹی

جو ان تین موانع میں، رکاوٹوں میں اٹک گیا، خالق نے اس کی تین سزائیں بیان فرمائی ہیں جن کا ذکر بیان کردہ آیت میں موجود ہے جو کہ یہ ہیں۔

( ) تو پھر انہیں انتظار کرنا چاہیے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی تلوار کا

( ) ان کی ہدایت نہیں ہوگی

( ) ان کا شمار فاسقین میں کیا جائے گا

میں یہ عرض کروں کہ نصرت کی شاخوں میں اہم ترین شاخ ''جہاد'' ہے مشن اور مقصد کو کامیابی کی نہج پر چلانے اور بڑھانے والے جتنے وسائل وعوامل ہیں وہ سب دائرۂ جہاد میں آتے ہیں، یہ جہاد کی عرفانیاتی تعریف ہے جہاد کی تین قسمیں ہیں جیسا کہ آپ کے سامنے اس ڈائیگرام پر بنی نظر آرہی ہیں۔

پروردگار عالم نے جہاد کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں

( ) جہاد اصغر ( ) جہاد اکبر ( ) جہاد کبیر

جہاد اصغر کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کی مزید دو شاخیں ہیں ( ) جہاد ابیض اور ( ) جہاد احمر۔ جہاد ابیض میں جہاد الاموال آجاتا ہے، جہاد المعاملات آجاتا ہے، جہاد بالعمل آجاتا ہے۔ جنگ سے پہلے کچھ اہتمام کیا جاتا ہے، ہتھیار یا

ضروریات وغیرہ فراہم کرنا، اس میں مالی معاونت شامل ہوتی ہے، تبلیغ بھی شامل ہوتی ہے، زبان وقلم سے بھی جہاد کیا جاتا ہے۔ یہ جہاد احمر نہیں ہے، یہ جہاد ابیض ہے۔ جہاد اصغر کے بارے میں خالق نے سورۂ توبہ کی آیت 41 میں ارشاد فرمایا

☆وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ( )

اللہ تعالیٰ کی راہ میں اموال کے ذریعے جہاد کرو، پھر نفسوں یعنی جسموں کے ذریعے

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے مشن اور مقصد کو چاہے قلم کے ذریعے، زبان کے ذریعے یا کسی بھی حوالے سے تقویت دی جائے، مشن ومقصد کو کامیابی کی طرف بڑھایا جائے وہ جہاد کے دائرے میں آتا ہے۔

جہاد احمر میں جہاد بالجسم آجاتا ہے، یہ جنگ ہے یعنی جہاد بالسیف ہے۔

پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا وہ مومنین جو ایمان لائے، پھر انہوں نے ہجرت کی اور پھر جہاد کیا۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ خالق ایمان کے بعد ہجرت کا ذکر فرماتا ہے۔ پہلے ایمان ہے، ایمان کے بعد ہجرت اور ہجرت کے بعد جہاد ہے، اب قرآنی طور پر ہجرت کی جو تعریف ہے اگر میں اس پر چلا گیا تو بات لمبی ہوجائے گی۔

بہرحال کفر سے اسلام کی طرف آنا بھی ہجرت ہے، برائی سے نیکی کی طرف آنا

بھی ایک ہجرت ہے، اس کے علاوہ جگہ کی تبدیلی وغیرہ۔ ہجرت کے بعد جہاد ہے ہم اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں کیا نظر آتا ہے کہ دس سال تبلیغ کے بعد ہجرت کا دور ہے۔ مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی جو دو قسطوں میں ہے۔ پہلی ہجرت میں مختصر آدمی تھے، دوسری ہجرت میں 72 سے زیادہ آدمی تھے۔ اس کے بعد آپ نے خود ہجرت فرمائی ہجرت کرنے والے کے بڑے فضائل بیان ہوئے ہیں ہجرت کہاں سے کرنا پڑتی ہے؟

جہاں انسان رہ رہا ہے وہاں تین قسم کا ماحول ہوسکتا ہے () جہاں رہتے ہوئے مسلمانوں کی زندگی مشکل ہوجائے اسے دارالحرب کہتے ہیں () دارالسلام، جہاں مومنین کی اپنی حکومت ہو () دارالامان، جہاں مومنین امن وامان سے رہ رہے ہوں یا رہ سکتے ہوں۔ جہاں مومنین کی اپنی حکومت ہے یا جہاں مومنین امن وامان سے رہ رہے ہوں۔ وہاں سے ہجرت نہیں ہوسکتی۔ ہجرت دارالحرب سے ہی ہوتی ہے۔ بہرحال یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر میں ابھی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاد کن لوگوں سے کرنا ہے؟ کن قوتوں سے کرنا ہے؟ اس کے بارے میں خالق نے فرمایا کہ جہاد دو قوتوں سے کرنا ہے، کفار سے اور منافقین سے۔ اب کفار جو ہیں وہ کھلے ظاہری دشمن ہیں اور منافقین وہ

ہوتے ہیں جو اپنی صفوں میں ہوتے ہیں۔

مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کا ایک جملہ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ منافق وہ شخص ہے جو آپ کی نصرت سے دست کش ہو کر بیٹھ جائے۔ تو ہر وہ شخص چاہے شیعہ ہے یا سنی، کوئی بھی ہے اگر وہ نصرت نہیں کرتا، محل نصرت پر وہ نصرت نہیں کرتا تو وہ منافقین میں شامل ہوتا ہے، چاہے وہ کتنا بڑا عالم کہلوانے والا کیوں نہ ہو۔

اس دور میں اگر ہم دیکھیں تو منافقین ہماری اپنی صفوں میں شامل ہیں، یہ کہتے ہوئے مجھے اچھا تو نہیں لگتا لیکن کہنا پڑتا ہے کہ جو شیعہ اپنے مولا کی نصرت نہیں کرتا وہ منافقین میں شامل ہے کیونکہ وہ حق مانتے ہوئے بھی نصرت نہیں کرتا۔

جہاد کی بات ہو رہی تھی تو جہاد تو ٹکراؤ کا نام ہے، تصادم کا نام ہے۔ معاشرہ اس میں رکاوٹ بنتا ہے اس سے لڑنا پڑتا ہے، یہ پریشرائز (Pressurize) کرتا ہے معاشرے کے ساتھ ساتھ اہل خانہ (Pressurize) کرتے ہیں تو ان سے بھی ٹکرانا پڑتا ہے۔ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ آپ کا سب سے پہلا ٹکراؤ معاشرے سے ہوا ہے۔ پھر اس معاشرے نے اپنا پریشر (Pressure) بڑھانے کیلئے خاندان والوں کو شامل کیا، اور آپ پر بہت زیادہ دباؤ ڈالنے کی غرض سے جناب ابو طالب علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اپنے بھتیجے کو منع کریں کہ وہ اِس

www.khrooj.com

نئے دین کی تبلیغ بند کریں۔

جناب ابو طالب علیہ السلام ان کے دباؤ کے تحت شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر کہتے ہیں کہ بیٹا مجھے پریشانی میں مت ڈالو، اگر کہیں تھوڑی سی گنجائش ہے تو تھوڑی سی پالیسی نرم فرمالیں۔ تو آپ جواب میں کیا فرماتے ہیں کہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج رکھ دیں تو پھر بھی میرے ارادے میں تبدیلی نہ ہوگی۔ آپ کے اس مشہور اور تاریخی فقرے کو آپ کی حیاتِ طیبہ پر بننے والی موو ی(The Message) والے نے بھی Quote کیا ہے۔

جناب ابو طالب علیہ السلام نے واپس آ کر کفار سے فرمایا کہ ان کے رویے میں کوئی لچک نہیں ہے، اس لئے اب میرے رویے میں بھی کوئی لچک نہیں ہے، میرے پاس بھی اب کوئی گنجائش نہیں ہے اور میں ان کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

چنانچہ اس کے بعد کیا ہوا؟ معاشرے نے سوشل بائیکاٹ کر دیا سوشل بائیکاٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ شعب ابی طالب علیہ السلام میں آپ کو اپنے جملہ خاندان سمیت محصور کر دیا گیا، وہاں جو تکلیف دہ حالات تھے یا جیسے وہ ایام گزرے وہ آپ کے سامنے ہیں تو معاشرہ دباؤ بڑھاتا ہے۔

شیطان کو علم ہے کہ اگر جہاد بالسیف ہو جائے تو شکست کا امکان بھی ہے۔ حق کو

بھی ظاہراً شکست ہوسکتی ہے مگر ایک مومن شہید تو ہوسکتا ہے، اسے صفحہ ہستی سے تو مٹایا جا سکتا ہے لیکن جھکایا نہیں جا سکتا۔ معاشرے میں تعلقات ہوتے ہیں اور ابلیس یہی معاشرے والی چالیں استعمال کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم جناب مسلم بن عقیل علیہ الصلواۃ والسلام کے واقعہ میں دیکھتے ہیں کہ کوفہ والوں کی طرف سے جو آخری خط آتا ہے اس میں عرض کرتے ہیں کہ مولاؑ ایک لاکھ تلوار آپ کی نصرت کیلئے تیار ہے۔

ابلیس نے دیکھا کہ یہ ایک لاکھ تلوار ایسے رکنے والی نہیں ہے، تو اس نے پھر وہی طریقہ استعمال کیا، معاشرہ، تعلقات، مال، اولاد وغیرہ۔ ان چیزوں کی رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ کوفہ میں جناب مسلم علیہ السلام کے خلاف حالات تیزی سے تبدیل ہوئے، کوئی ماں آئی، اپنے بیٹے کو لے کر چلی گئی، کوئی بیوی آئی اپنے شوہر کو لے کر چلی گئی۔

جب توابین تیار ہو رہے تھے تو ایک آدمی کا بڑا مشہور واقعہ ہے اس کو بلانے کیلئے جناب مختار کا آدمی جاتا ہے تو وہ شخص تلوار لگا کر گھر سے باہر نکلنا چاہتا ہے، اس وقت اس کی بیوی دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو اٹھا کر سامنے لے آئی اور کہا کہ دیکھو تم گھر کے واحد کفیل ہو، یہ چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو جائیں گے، میں بیوہ ہو جاؤں گی، ان کی پرورش کون کرے گا؟ ان کی تربیت کون کرے گا؟ اس آدمی نے دونوں بچوں کو پکڑ کر اُٹھایا اور بیوی کی طرف اچھال دیا اور کہا انہی

www.khrooj.com

بچوں نے مجھے کربلا سے روکا تھا اور آج پھر ان بچوں کیلئے مجھے روکا جارہا ہے، یعنی وہ عورت کربلا جانے سے روکنے کیلئے یہی بچوں والا کارڈ پہلے بھی استعمال کر چکی تھی۔ دراصل وہ کارڈ عورت استعمال نہیں کر رہی تھی، حقیقت میں شیطان استعمال کر رہا تھا، وہ عورت شیطان کی مرضی پر عمل کر رہی تھی۔

ایک آدمی مولا پاک کی نصرت کیلئے باہر نکلنا چاہتا ہے، اس کی بیوی بچوں کو اٹھا کر رکاوٹ بن جاتی ہے کہ ہمیں کس کے آسرے پر چھوڑ کر جا رہے ہو؟ تو سب سے بڑا حربہ جو ہوتا ہے وہ معاشرے کا ہوتا ہے، ماحول کا استعمال کیا جاتا ہے اس میں خاندان والے بھی شریک ہوتے ہیں۔ دیگر افراد بھی شریک ہو جاتے ہیں تو حق کے راستے میں یہ مخالفتیں آتی ہیں اسی لئے خالق نے فرمایا تھا کہ تمہارے آباء ہیں، تمہارے ابناء ہیں، تمہارے خاندان والے ہیں ......تو یہ سب جہاد میں رکاوٹ بنیں گے۔ یہ ابلیس جال ڈالتا ہے، خاندان کے اور گرد و پیش کے۔

ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جہاد ہمیشہ دفاعی ہوتا ہے۔ جہاد کبھی جارحیت کی شکل میں نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے وہ کسی کو جارحیت نظر آ رہا ہو لیکن اصل میں وہ جارحیت ہوتی نہیں ہے۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں جیسے ٹڈی دل ہے جسے ہماری سرائیکی زبان میں ''مکڑی'' کہتے ہیں، وہ آ کر فصلوں پر حملہ آور ہوتی ہے، اِس کے خاتمہ کیلئے حکومت ہیلی کاپٹر کے ذریعہ ان پر زہریلی ادویات

کا سپرے کرتی ہے۔

ٹڈی دل کا قتل عام ہو رہا ہوتا ہے، بظاہر وہ جارحیت نظر آ رہی ہے لیکن یہ جارحیت نہیں دفاع ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جہاد کہیں جارحیت بھی نظر آتا ہے تو یہ جارحیت نہیں ہوتا بلکہ دراصل دفاع ہوتا ہے۔ یہ ایک اسلامی حقیقت ہے کہ جہاد اگر دفاع کے علاوہ کوئی صورت یا غرض یا نیت رکھتا ہے تو پھر وہ جہاد نہیں ہے۔

ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا جب ظہور ہوگا تو اس میں بھی ایک جہاد ہے۔ وہ اِتنا بڑا جہاد ہوگا کہ شیعہ کہلوانے والے بھی کہیں گے کہ آپ میں تو رحم بھی نہیں ہے مولاؑ۔ یہ الفاظ تک لکھے ہوئے ہیں کہ کچھ کہیں گے، مولاؑ آپ اتنی بیدردی سے لوگوں کو قتل کر رہے ہیں، لگتا ہے کہ آپ اہل بیت سے بھی نعوذ باللہ نہیں ہیں۔

یہ دراصل دفاع ہی ہوگا یعنی ظالمین سے حق کا دفاع، مشن کا دفاع، مقصد کا دفاع ہوگا جارحیت نہیں ہوگی اور اِس کا مقصد حق کے دفاع کیلئے ظالمین کا خاتمہ ہوگا۔

ایک اور مثال سے بات سمجھیں مثلاً کسی آدمی کو کسی خطرناک بیماری کے جراثیم لگ جاتے ہیں کینسر وغیرہ ہو جاتا ہے، اب وہ جراثیم اس شخص کے جسم کو کھا رہے ہیں اب اگر ان جراثیم کو ختم کیا جائے، ان کا قتل عام کیا جائے تو یہ جارحیت نہیں دفاع ہے

جہادِ ابیض کی جو قسمیں ہیں ان میں ایک جہاد شرعی ہوتا ہے پھر جہاد فقہی ہوتا ہے اور جہاد عرفان اور جہاد روحانی ہوتا ہے، جس پر ہم بعد میں بات کریں گے ایک بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ضابطہءِ جہاد کیا ہے؟ آئین جہاد کیا ہے؟

آدمی کے پاس اگر تلوار ہے یا کلاشنکوف ہے یا کوئی اور اسلحہ ہے اور سامنے نان مسلم کھڑے ہوئے ہیں، کفار یا مشرکین و منافقین کھڑے ہوئے ہیں تو یہ آدمی بندوق لے کر ان کا قتل عام شروع کر دے تو کیا یہ جہاد ہے؟ یہ جہاد نہیں بلکہ فساد ہے کیونکہ سب سے پہلا ضابطہءِ جہاد یہ ہے کہ جو معصومؑ کی سر پرستی میں نہ ہو، وہ جہاد نہیں ہوتا بلکہ فساد ہوتا ہے۔ تو جہاد کیلئے معصومؑ کی سر پرستی بڑی ضروری ہے۔

آپ دیکھیں افغانستان میں لاتعداد شیعوں کا قتل ہوا ہے، بریلوی حضرات قتل ہوئے ہیں، نقش بندی قتل ہوئے ہیں، وہ جو روحانیت پر یقین رکھتے تھے یا روحانیات پر عمل کرنے والے لوگ تھے، ان کو مشرکین قرار دے کر ان کا قتل عام ہوا ہے، کیا ہم اس کو جہاد کہہ سکتے ہیں؟ تو جہاد تب تک فساد ہے جب تک معصوم کی سر پرستی میں نہ ہو۔ اس دور میں ہم جہاد بالسیف کی پلاننگ تو کر سکتے ہیں کہ سرکار کی معیت میں جہاد کریں گے لیکن جب تک معصوم ظاہراً موجود نہ ہوں جہاد کر نہیں سکتے۔

اب میں موجودیت امام کی جو حالتیں ہیں اس پر تھوڑی سی روشنی ڈالوں گا تا کہ

پتہ چلے کہ جہاد کب واجب ہوتا ہے؟ اور وہ حالتیں یہ ہیں۔
امام یا غائب ہوتے ہیں یا ظاہر۔ اب یہ بھی ہوتا ہے کہ جو امام ظاہر ہیں، ان کی بھی آگے دو قسمیں ہیں یا وہ امام ناطق ہوتے ہیں یا امام صامت...... جی۔ امام موجود ہیں جیسا کہ مولا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے زمانے میں چار آئمہ علیہم الصلواۃ والسلام موجود تھے لیکن ناطق صرف ایک تھے باقی جو تھے وہ صامت تھے۔ اب جو امام ناطق ہیں ان کی امامت کی بھی آگے دو قسمیں ہیں۔ امامت غائبہ اور امامت ظاہرہ۔ یہ ہوتا ہے کہ امام ظاہر تو ہوتا ہے لیکن اس کی امامت غائب نظر آتی ہے۔ یہ امامت ظاہرہ اور غائبہ کیا ہے؟ جب تک امام اعلان جہاد نہ کرے، وہ امام ظاہر تو ہے لیکن اس کی امامت غائب ہے، جب اس کی تلوار بے نیام ہو جائے تو وہ امام بھی ظاہر ہے اور ان کی امامت بھی ظاہرہ ہے، جہاد بالسیف اس وقت واجب ہوتا ہے جب امام کی امامت ظاہر ہو جائے۔
جب ہم ادوار آئمہ معصومین علیہم الصلواۃ والسلام کا تجزیہ کرتے ہیں تو ان میں سے چار آئمہ علیہم الصلواۃ والسلام ایسے ہیں جن کی امامت ظاہرہ ہے۔ پہلے شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کیونکہ انہوں نے صفین، نہروان میں جہاد کیا ہے تو ان کی امامت ظاہرہ ہے، اسی طرح کچھ وقت کیلئے امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلواۃ والسلام نے بھی تلوار بے نیام کی جو ایک صلح پر ختم ہوئی۔

اس کے بعد تیسرے نمبر پر شہنشاہ کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام ہیں، انہوں نے بھی تلوار بے نیام کی ہے۔تو ماضی میں ان تین معصومین علیہ الصلواۃ والسلام کی امامت ظاہر ہوئی ہے۔اور چوتھے ہمارے شہنشاہِ معظم عجل اللہ فرجہٗ الشریف ہیں

اب امامت کے ظہور کی دو قسمیں ہیں ( ) ظہور جزوی اور ( ) ظہور کلی۔

ماضی کے زمانہ میں جتنی بار بھی تلوار بے نیام ہوئی ہے تو وہ امامت کا ظہورِ جزوی تھا،ظہورِ کلی نہیں تھا۔اب ظہورِ کلی کے بارے میں خالق نے فرمایا

☆ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ...... (سورہ توبہ 33)

تو وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ظاہری امامت کا زمانہ ہوگا جس کے بعد دوسرا دین باقی ہی نہیں رہے گا۔ان کی امامت فی الحال تو غائب ہے۔جب ظاہر ہوں گے تو ظاہر ہونے کے بعد ان کی امامت کا بھی ظہورِ کلی ہوگا۔

پہلے ان کا ظہور ہوگا پھر ان کی امامت کا ظہور ہوگا۔جب ان کی امامت کا ظہورِ کلی ہوگا تو پھر پوری دنیا میں ایک ہی دین ہوگا،کوئی دوسرا دین نہیں ہوگا۔

میں عموماً یہ کہتا ہوں کہ غلبے اور اظہار میں یہ فرق ہوتا ہے کہ غلبہ کے بعد منفی قوت باقی رہتی ہے یعنی شکست تو کھا جاتی ہے لیکن اس کا وجود باقی رہتا ہے،اور جب کسی چیز کا اظہار ہوتا ہے تو اس سے متصادم جو قوت ہوتی ہے وہ باقی ہی نہیں رہتی۔جیسا کہ سورج ظاہر ہو تو اس کے بعد رات یا تاریکی کے آثار تک ختم ہو

جاتے ہیں۔سورج رات پر غالب نہیں آ تا، ظاہر ہوتا ہے تو یہاں اس آیت کریمہ میں ''لِیُظھِرَہٗ''

فرمایا گیا ہے تو ان کا ظہور ظاہر ہوگا، غالب نہیں ہوگا، جب امامت کا ظہور کلی ہوگا تو پھر دوسرا کوئی دین باقی رہے گا ہی نہیں۔

اب یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ مکلفین جہاد کی دو قسمیں مانی جاتی ہیں، ایک وہ جن پر جہاد واجب ہوتا ہے اور دوسرے وہ جن پر جہاد ساقط ہوتا ہے، جن پر جہاد ساقط ہوتا ہے، نصرت ان پر بھی واجب ہوتی ہے......جی۔

جیسا کہ امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام ہیں تو ان پر جہاد واجب تھا لیکن جہاد نے اپنی ہیئت بدل لی تھی یعنی امام زمانہ علیہ السلام کی نصرت ہی اُن کیلئے جہاد تھی اس لئے جہاد بالسیف ان پر ساقط ہوگیا،تو نصرت ان پر واجب تھی انہوں نے شام تک نصرت کی۔ یہ نصرت کا آگے کا جو مرحلہ ہے یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہی تھا۔

یہاں میں ایک بات آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ اللہ نے جہاد کی صورتیں بڑی عجیب دی ہیں۔خالق نے تین قسموں کے جہاد کی بات فرمائی ہے۔فرمایا کہ

☆جہاد فی سبیل اللہ، جہاد باللہ اور جہاد فی اللہ

کچھ لوگوں کو حکم ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، کچھ لوگوں کیلئے ہے کہ اللہ کیلئے جہاد کرو اور کچھ لوگوں سے فرمایا گیا ہے کہ اللہ میں جہاد کرو۔تو یہ عرفانیات

کا اپنا ایک طرزِ بیان ہے۔قرآن کریم کی سورہ الحج آیہ 78 میں فرمایا گیا ہے

☆وَجَاهِدُوا فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔

اورتم اللہ میں ایسا جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

اب آپ شہنشاہ کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کا وہ فقرہ دیکھیں جس میں ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ میں وہ جہاد کیا جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔تو جہاد باللہ اور جہاد فی اللہ کا جہاں تذکرہ ہوا ہے تو وہاں ہماری بات نہیں ہوئی۔وہ معصومین علیہم السلام کا معاملہ ہے۔اللہ میں جہاد وہ کر سکتے ہیں، ہمارے بس کی بات ہی نہیں ہے، ہم تو جہادِ فی سبیل اللہ کر سکتے ہیں۔

اب میں اپنے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ جہادِ اکبر کیا ہے اور یہ کیسے کیا جا سکتا ہے اور کس کے ساتھ یہ جہاد کرنا واجب ہے۔

جہاد اکبر دو قسم کی قوتوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی ( ) کفار اور ( ) منافقین

مگر یہاں کفار کی (Definition) بدل جاتی ہے اور منافقین کی بھی بدل جاتی ہے، جہاد اکبر کے خارجی دشمن کفار میں آتے ہیں۔خارجی دشمن سامنے ہوتا ہے اور وہ کون ہے؟ وہ شیطان ہے اور منافق کون ہے؟ وہ اندر بیٹھا ہے، منافق باہر والا نہیں بلکہ اندر بیٹھا ہے اور وہ ہے نفس امارہ۔ بالفاظِ دیگر داخلی دشمن ہمارے اندر موجود رہ کر ہمیں راہِ حق سے ہٹانے میں کوشاں ہے اور وہ ہے (ہوائے نفس)

www.khrooj.com

یہ اندر کا شیطان، اور وہ باہر کا شیطان۔تو یہ دو قوتیں ہیں جن سے جہادِ اکبر ہوتا ہے

اسی لئے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف تشریف لا رہے ہیں تو جہاد اکبر دو قوتوں سے ہوتا ہے، کافر یعنی شیطان سے اور منافق یعنی نفس امارہ سے۔ جہاد اکبر کے دو طریقے ہیں، ایک ظاہری اور شرعیہ۔دوسرا باطنی اور روحانی یعنی یہ دو قسمیں ہوتی ہیں۔اب یہ جو ظاہری اور شرعی جہاد اکبر ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں، اس کو میں سرسری طور پر بیان کروں گا یہ دو حصے ہیں ورع اور اجتہاد۔ ورع کے معنی ہیں ترک محرمات۔یعنی جن برائیوں کو چھوڑنے کا حکم ہے، جن چیزوں کو چھوڑنے کا حکم ہے انہیں چھوڑ دیا جائے۔اب میں یہاں برائی کی وضاحت یعنی ڈیفی نیشن (Definition) کرتا چلوں۔عرفیاناتی نقطہء نگاہ سے ہر وہ چیز بری ہے جس سے مالک روک دیں۔چاہے کسی مقام پر نماز سے بھی روک دیں۔

برائی کی یہ(Definition) ممکن ہے کچھ لوگوں کے مزاج کو اچھی نہ لگے لیکن میں یہاں سعد بن ربیع کا ایک قول Quote کرنا چاہوں گا۔سرکار شہنشاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثاروں میں جناب سعد بن ربیع ایک بڑا نام ہے اور یہ جناب جنگ احد میں سرکارؐ کی نصرت میں شہید ہوئے تھے۔عظیم شہداء

میں ایک نام ان کا بھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔سامنے انار رکھے ہوئے تھے۔حلال وحرام کا جب تذکرہ آیا تو میں نے ایک انار اٹھایا اور سرکار کے سامنے پیش کیا اور عرض کیا کہ آقا! آپ تلوار سے کاٹ کر اس کے دو حصے فرما دیں، جب سرکارؐ نے اُس انار کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو میں نے دونوں حصے اپنے ہاتھوں میں لے کر بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر ہزار جان سے قربان ہوں، میں پروردگارِ عالم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ کی ذاتِ اقدس ابھی یہ فرما دے اِن دونوں حصوں میں سے ایک حلال ہے اور دوسرا حرام ہے تو واللہ باللہ میں یہ سوچوں گا بھی نہیں کہ ایک ہی انار کا یہ والا حصہ کیوں حلال ہے اور دوسرا کیوں حرام ہے۔اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تائید فرمائی کہ واقعی تم صحیح کہہ رہے ہو اور بہت تحسین بھی فرمائی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عرفانیاتی طور پر ہر وہ چیز حرام ہے جس سے مالک روک دیں لیکن جو روحانیاتی سفر ہے وہ اس سے بھی آگے کا ہے۔ وہاں آدمی حکم کے تابع نہیں ہوتا، عشق کے تابع ہوتا ہے۔ روحانیات کے میدان میں حکم کی گنجائش ہی نہیں ہوتی کیونکہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ شہدائے کربلا کو پانی پینے سے روکا گیا ہو۔کسی نے روکا ہے؟ نہیں روکا۔ اگر روکا ہے تو عشق نے روکا ہے، وفا نے روکا ہے، محبت نے روکا ہے۔اور ایسا روکا ہے کہ شہدائے کربلا تو

www.khrooj.com

کیا اگر ان کے راہوار بھی پانی میں اترے ہیں تو انہوں نے بھی پانی نہیں پیا۔
تو ورع کیا ہے؟ جن چیزوں سے عمومی طور پر روک دیا گیا ہو، ان کو ترک کر دینا ورع ہے اور اجتہاد کیا ہے؟ یہ وہ اجتہاد نہیں ہے جو مجتہدین کر کے آتے ہیں، نہ ہی یہ ہمارے درسوں والا اجتہاد ہے، بلکہ یہ اجتہاد ہے ادائے واجبات کہ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں جہد و جہد کرنے کا نام اجتہاد ہے۔
اب ورع کی معصومین علیہ الصلو اۃ والسلام نے اقسام بیان فرمائیں ہیں۔ ورع تائبین، ورع سالکین، ورع صالحین، ورع متقین۔ اس کی پھر آگے قسمیں ہیں یہ بات شروع ہوگئی تو شاید میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا۔
جہاد اکبر کی دو شاخیں میں نے بیان کی ہیں ( ) جہاد ظاہری اور شرعی ( ) جہاد باطنی اور روحانی۔ جہاد ظاہری اور شرعی میں ورع اور اجتہاد کا تذکرہ ہوا ہے
جہادِ اکبر کی دوسری شاخ ہے باطنی اور روحانی جہاد۔ اس دوسری شاخ میں ورع کے مقابلے میں تزکیات ہوتے ہیں اور اجتہاد کے مقابلے میں ریاضات ہوتے ہیں۔ اس کی میں ایک مثال دیتا ہوں اگر ایک آدمی بیمار ہے اور وہ اپنی صحت چاہتا ہے تو بیماریاں دور کر کے وہ نارمل آدمی بن جاتا ہے، اسی طریقے سے روحانی بیماریاں دور کر کے ایک آدمی اپنے اندر (Normality) پیدا کرتا ہے۔ یہ تزکیات کا عمل کہلاتا ہے۔ اب وہ صحت حاصل کرنے والا آدمی اگر Extra جسمانی قوت حاصل کرنا چاہتا ہے، کسی مقابلہ میں جانا چاہتا ہے اولمپکس

میں حصہ لینا چاہتا ہے یا ویٹ لفٹر بننا چاہتا ہے تو اس کیلئے اسے ایکسٹرا ایکسر سائزز (Extra Exercises) کرنا پڑتی ہیں، تزکیات کے عمل سے روحانی بیماریاں دور کر کے Normality پیدا کرنے والا شخص جب آگے ایکسٹرا ایکسر سائز کرتا ہے تو ان کو ریاضات کہا جاتا ہے، یہ تمام باتیں کل میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔

ضابطہ جہاد جو میں نے آپ کو دیا تھا، میں اپنی وہ بات یہاں پر دہراؤں گا کہ ہر وہ جہاد جو معصومؑ کی سرپرستی میں نہیں ہے وہ جہاد باطل ہے۔

بعینہٖ اسی طرح سے جہاد اکبر کی آئینی حیثیت تب بنتی ہے جب یہ معصوم کی سرپرستی میں ہو۔ ایک آدمی تزکیات نفس کرتا ہے، ریاضات کرتا ہے اور کچھ قوتیں حاصل کر لیتا ہے، وہ قوتیں منفی شمار ہوتی ہیں جب تک معصوم کی سرپرستی میں ریاضات وتزکیات نہ کیئے گئے ہوں، حکم معصوم سے جو کچھ ہوتا ہے اس کی آئینی اور شرعی حیثیت ہوتی ہے۔ میں ایک مثال دیتا ہوں، زنا اور مجامعت میں کیا فرق ہے؟ حکم ہی کا فرق ہے ناں۔ کام ایک جیسا ہے آدمی شرعی طریقے سے نکاح کر کے بھی بچہ پیدا کر سکتا ہے اور غیر شرعی طریقے سے بھی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ایک حلال زادہ ہے اور ایک حرام زادہ یعنی جو حکم کے ماتحت نہیں وہ حرام زادہ ہے اور جو حکم کے ماتحت ہے وہ حلال زادہ ہے۔

آدمی روحانی قوتیں تو حاصل کر لیتا ہے، چمتکار حاصل کر لیتا ہے

یہ Healing power والے، پیرا سائیکالوجی والے، ٹیلی پیتھی والے، کیا ان کے پاس قوتیں نہیں ہیں؟ یہ جو پچیس قسم کے علوم والے لوگ ہیں، یہ جو Meditations بیٹھے ہوئے ہیں، یہ بہت قوتیں حاصل کر چکے ہیں اور بری طرح سے ڈسٹرب کر رہے ہیں، ان کے پاس بھی قوت ہے۔ لیکن چونکہ وہ معصوم کی سرپرستی میں نہیں ہیں اس لئے وہ حرام کی قوت کہلاتی ہے اور روحانیت کی اصطلاح میں اسے استدراج کہتے ہیں، جادو کہتے ہیں، جادو بھی تو قوت ہوتی ہے ناں۔

البتہ جو عمل کسی معصوم کی سرپرستی میں ہوتا ہے، اس کی آئینی حیثیت بھی ہوتی ہے اور وہ جہاد شمار ہوتا ہے جو غیر معصوم کی سرپرستی میں تزکیات کر کے روحانیات حاصل کرتا ہے، پاور حاصل کرتا ہے تو وہ روحانیات نہیں ہوتی، ظلمانیات ہوتی ہے، اسے سفلی اعمال کہا جاتا ہے۔ اسے نورانی نہیں بلکہ ظلمانی کہا جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حرام زادہ بچہ پیدا کر لیتے ہیں۔ تزکیات یا ریاضاتِ نفس، یہ سب چیزیں جب تک معصومؑ کی سرپرستی میں نہیں ہوں گی اس وقت تک ان کی کوئی آئینی حیثیت ہی نہیں ہے یہ تو غیر قانونی کام ہوگا۔

بھائی صاحب (نثار عباس زیدی) نے ایک بڑی موٹی کتاب لکھ دی ہے کہ اب نماز کی آئینی حیثیت بھی ختم کی جا رہی ہے۔ اب دیکھیں معصوم کی سرپرستی سے نماز کو ہٹایا جا رہا ہے، اور انہوں نے بالکل درست بات کہی ہے کہ جو غیر معصوم

کی سرپرستی میں نماز ادا ہوگی وہ تو ایسے ہی ہوگی جیسے حرام زادہ بچہ ہو۔

اب میں بات تھوڑی سے آگے بڑھاتا ہوں کہ جہاد کب واجب ہوتا ہے؟ اس پر میں عرض کروں کہ جب بھی نصرت طلب کی جائے، ہر قسم کا جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ جس قسم کی نصرت طلب کی جائے، اسی قسم کا جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ طلب نصرت کا عمل دو طرح سے ہوتا ہے۔ طلب نصرت بزبان حال سے مراد یہ ہے کہ ایک کیفیت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ نصرت کی جائے جبکہ زبان سے نہیں کہا جاتا کہ میری نصرت کرو، ایک حالت ہے، ایک Situation ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ ان کی نصرت ہر حال میں کرنا چاہیے۔ اس کی مثال ہم دے سکتے ہیں کہ شب عاشور سرکار مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰاۃ والسلام زبان پاک سے تو فرما رہے ہیں کہ چلے جاؤ، یہ لوگ صرف میری ذات کے دشمن ہیں، صرف میرا خون بہانا چاہتے ہیں، آپ کے یہ دشمن نہیں ہیں۔ اس لئے مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، ہم نے بیعت کا بوجھ اٹھالیا ہے لیکن زبان حال بتا رہی ہے کہ کر سکتے ہو تو ان کی نصرت کرو، چھوڑ کر مت جاؤ۔

زبان قال سے وہ نصرت طلب نہیں کر رہے، زبان حال سے نصرت طلب ہو رہی ہے تو جو اس وقت زبانِ قال پر رُک گئے وہ اُسی وقت چھوڑ کر چلے گئے اور نصرت سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محروم ہو کر وہ مار کھا گئے، مرتد ہو گئے۔

یعنی زبان حال سے جو نصرت طلب کی جاتی ہے تو وہ نصرت واجب ہو جاتی

ہے۔کل میں نے ایک فقرہ عرض کیا تھا کہ شرفاء عموماً زبان حال ہی سے نصرت طلب کرتے ہیں۔شریف جب اپنی تکلیف کی انتہا کو پہنچتا ہےتو تب جا کر کہیں زبان قال سے نصرت طلب کرتا ہے۔وہ اس کی آخری حد ہوتی ہے کہ جب وہ زبان قال سے نصرت طلب کرتا ہے۔آپ دیکھیں شب عاشور زبان حال سے نصرت طلب ہوئی ،زبان قال سے نہیں ہوئی۔عاشور کے دن ظہر کے وقت تک زبان حال سے نصرت طلب کی گئی ہے۔جب آخری وقت آتا ہےتو پھر سرکار زبان قال سے فرماتے ہیں ''ھل من ناصر ینصرنا'' کہ کوئی ہے میری نصرت کرنے والا۔تو کسی شریف کیلئے یہ آخری مقام ہوتا ہے جب وہ زبانِ قال سے نصرت طلب کرتا ہے۔

اورآج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے جو لوگ بھی واصل ہورہے ہیں وہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اب شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف زبانِ قال سے فرما رہے ہیں کہ اگر کر سکتے ہوتو ہماری نصرت کرو۔

میں ایک نہیں سینکڑوں، ہزاروں آدمیوں کی بات کرسکتا ہوں کہ جو مولا پاک سے واصل ہوئے ہیں اور مولا پاک نے یہی فرمایا ہے کہ اگر کر سکتے ہوتو میری نصرت کرو۔

یہ نصرت کا جو شعبہ ہے یہ بذات خود ایک منفرد دین ہےاور یہی مولا کی نصرت ہی

حقیقی دین ہے، آپ دیکھیں دوستی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ دوست، دوست ہوتا ہے چاہے کسی مذہب کا ہے اور دشمن، دشمن ہے چاہے کسی مذہب کا ہی کیوں نہ ہو تو ان کی دوستی جو ہے، یا ان کی محبت ہے، یا ان کی نصرت جو ہے، جس نے کر لی وہی دوست ہے، چاہے یہودی ہے، چاہے کچھ بھی ہے مگر وہی مومن ہے۔ اس میں شیعہ، سنی، بریلوی وغیرہ کا کوئی (Concept) نہیں ہے۔ جو بھی نصرت کر لیتا ہے وہ ناصر ہے اور ناصر کا ہی سچا دین ہے۔ حقیقی دین اصل میں دین نصرت ہی ہے اور جو انکار کر دیتا ہے، نصرت سے دست کش ہو جاتا ہے تو وہ دوستوں کی لسٹ سے خارج ہو جاتا ہے اور دشمنوں کی لسٹ میں آ جاتا ہے۔

یہاں تک فرمایا کہ...... الخاذل اخی القاتل

کہ جو نصرت نہیں کرتا، جو ساتھ نہیں دیتا وہ قاتل کا بھائی ہے۔ نصرت نہ کرنے والوں کی بارہ تیرہ قسمیں ہیں اور وہ سب کی سب دشمنوں کی لسٹ میں آتی ہیں۔ اب نصرت طلب کرنے کے طریقے ہیں۔ بعض اوقات اصالتاً نصرت طلب کی جاتی ہے۔ بعض اوقات نیابتاً نصرت طلب کی جاتی ہے اور بعض اوقات نسبتاً نصرت طلب کی جاتی ہے یعنی طلب نصرت کی یہ تین قسمیں ہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟

ایک بلا واسطہ طلب نصرت ہوتی ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود نصرت طلب کی۔ درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ڈائریکٹ نصرت طلب فرما

www.khrooj.com

رہے ہیں۔ ایک طلب نصرت نیابتاً ہے جیسے جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی نصرت بھی شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت ہے۔ یا جناب مختار کی نصرت یا توابین کی نصرت جو ہے تو وہ نیابتاً ہے۔ اور ایک نسبت کی نصرت ہوتی ہے جیسے آج شبیہ ذوالجناح کی نصرت ہم کر رہے ہیں، منسوبات پاک میں سے کسی چیز کی بھی حفاظت کرنا دراصل شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت ہے، شبیہ ذوالجناح کو یا کسی شبیہ پاک کو تحفظ دینا مولا ہی کی نصرت ہے۔

اب میں پھر اپنی منزل کی طرف آؤں جو میرا بنیادی موضوع ہے اور وہ ہے جہاد کبیر۔ خالق کائنات نے کتابِ مبین میں ارشاد فرمایا

☆فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَاداً كَبِيْراً ......(سورہ الفرقان 52)

تم کافروں کی اطاعت نہ کرو اور ان سے اس کے ذریعے بڑا جہاد کرو۔ بہٖ کے معنی ہیں اس کے ذریعے، اب کس کے ذریعے، یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اس پر پھر کبھی بات ہوگی۔ تو فرمایا یہ جا رہا ہے کہ کفار کی اطاعت نہ کی جائے اور ان سے جہاد کیا جائے اس کے ذریعے، وہ جہاد جو جہاد کبیر ہے اس چیز کے ذریعے جہاد کیا جائے، ایک چیز کی طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے اس کا اظہار نہیں فرمایا گیا، جہاد کی جہاں بھی کوئی صورتِ حال ہے کہ کن لوگوں سے جہاد کرنا ہے تو وہی کفار و منافقین سے کرنا ہے۔ یہاں باطنی و روحانی کفار و منافقین مراد ہیں کیونکہ جہاد کبیر روحانی جہاد ہوتا ہے۔ باطنی دشمنی پوشیدہ ہوتی ہے اور ظاہری

www.khrooj.com

دشمن تو اس باطنی دشمن کا مہرہ ہوتا ہے، یہ بات آپ کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا ہے، میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں دو آدمی شطرنج کی بساط بچھائے بیٹھے ہیں اور کھیل رہے ہیں اس شطرنج میں پیادے بھی ہیں، سوار بھی، ہاتھی بھی ہیں، بادشاہ بھی۔ دونوں طرف سے فوجی لگے ہوئے ہیں تو وہاں پیادے مارے جا رہے ہیں، فوجی مارے جا رہے ہیں، گھوڑے مارے جا رہے ہیں۔ یہ سب بساط پر رکھے ہوئے مہرے ہیں جو مر رہے ہیں کھیل تو ذہنوں میں ہو رہا ہے جنگ تو دماغوں میں ہو رہی ہے۔ یہ بساط والی جنگ اصل جنگ نہیں ہے اصل جنگ وہ ہے جو دو ذہن آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اس میں مارے یہ پیادے یا مہرے وغیرہ جا رہے ہیں۔

یہاں کفار و مشرکین جو ہوتے ہیں وہ ظاہری طور پر دشمن ہوتے ہیں وہ تو ان کے مہرے ہوتے ہیں۔ اصل دشمن جو ہوتے ہیں وہ باطنی ہوتے ہیں جو پیچھے بیٹھ کر ان کو لڑا رہے ہوتے ہیں۔ اب سمجھ گئے۔ اصل جنگ میدان جنگ سے باہر لڑی جاتی ہے۔ یہ جہاد کبیر میدان جنگ سے باہر کا جہاد ہے۔ ظاہری جنگ کا جو فیصلہ ہے وہ حتمی نہیں ہوتا جیسا کہ میں نے وہ شطرنج کی مثال دی ہے کہ ایک مرتبہ فتح یا شکست ہو گئی لیکن کیونکہ وہ جو اصل لڑنے والے ہیں وہ تو پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اس بازی کو پھر دوسری بازی میں بدل دیتے ہیں کہ پھر گھوڑے رکھو جی، پھر پیادے لاؤ جی۔ وہ سامنے رکھ کر پھر کھیل شروع کر دیتے ہیں پھر اگلی بازی پلٹ

www.khrooj.com

جاتی ہے چونکہ ان کا ذہن فتح وشکست مانتا ہی نہیں اور جب تک ذہن شکست نہ مانے تب تک بازیاں چلتی رہیں گی۔تو یہ جو ظاہری دشمن ہوتے ہیں یا ظاہری طور پر میدان میں کھڑے ہوئے ہیں اصل میں یہ نہیں ہیں۔اصل وہ ہیں جو ان کے پیچھے ہیں، وہ قوتیں ہیں جو ان کو چلا رہی ہیں۔

آپ دیکھیں یہ ابوجہل جو میدان میں کھڑا ہوا ہے، یہ یزید یا شمر جو میدان میں کھڑے ہوئے ہیں یہ تو مہرے ہیں۔اصل جنگ تو وہ ہے جو خیر وشر کی اوپر ہو رہی ہے، ان مہروں کو چلانے والی قوتیں چلا رہی ہیں۔اصل جنگ یہ ظاہر والی نہیں ہے اس لئے اس کی فتح یا شکست حقیقی نہیں ہوتی۔آپ دیکھیں کربلا کے میدان میں ذرا غور سے دیکھیں اور ایک غیر جانبدار تجزیہ کریں کہ کربلا کی بساط پر جو جنگ ہوئی ہے اس میں ظاہراً حق کو بہت بڑی شکست ہوئی ہے۔آپ سمجھ رہے ہیں ناں، میں ظاہری طور پر بات کر رہا ہوں۔شام میں جشن منائے گئے، کربلا میں اپنی فتح کے نعرے اور اعلان کئے گئے انہوں نے کوفہ میں جشن منائے کیونکہ وہ ظاہری طور پر یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم نے یہ جنگ جیت لی ہے، ہم نے یہ فتح حاصل کر لی ہے، لیکن ان کو پتہ ہی نہیں چلا کہ اصل جنگ تو کچھ اور ہے، جو یہ میدان میں ہوئی ہے یہ اصل جنگ ہے ہی نہیں، اس کی ظاہری فتح یا شکست اصل بات نہیں ہے۔

اصل بات تو مقصدیت میں کامیابی کی ہے، یہ دیکھو کہ مقصدیت میں تم کامیاب

ہوئے یا ہم ......تو کربلا میں فتح مقصدیت کی ہوئی ہے۔

ظاہری جنگ اگر چہ انسان ہار ہی جائے۔اگر مقصد میں کامیابی ہوگئی تو سمجھ لیں کہ جنگ جیت لی ہے اور ایسی جیتی ہے کہ نام یزید داخل دشنام ہوگیا، یزید کے نام تک کو گالی بنا دیا گیا تو یہ کتنی بڑی کامیابی ہے۔

اصل جنگ جو ہوتی ہے وہ ظاہری میدن جنگ سے باہر لڑی جاتی ہے۔اسے اگر ہم Spiritual Battle Field (روحانی میدان جنگ) کہیں تو درست ہوگا کیونکہ وہ جنگ روحانی دنیا میں ہوتی ہے۔ جہاں منفی قوتیں خیر کی قوتوں سے ٹکراتی ہیں، اصل جنگ تو خیر وشر کی ہے جو چل رہی ہے اور خیر وشر کے ظاہری مادی وجود نہیں ہوتے۔کیا خیر کا کوئی ظاہری طور پر مادی وجود ہے؟ کیا شر کا ظاہری طور پر کوئی مادی وجود ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ ان کا ظاہری طور پر کوئی مادی وجود نہیں ہے۔ یہ دونوں اپنے اپنے مظاہر کو سامنے کھڑا کر کے لڑتے ہیں۔لڑ تو ذہن رہے ہوتے ہیں لیکن دیکھنے والے کو لگتا ہے کہ مہرے لڑ رہے ہیں۔فکر، تخیل یا سوچ کا کوئی مادی وجود نہیں ہوتا۔مہرے بنائے جاتے ہیں۔ باطل کچھ ذہنوں کو Capture کرتا ہے، شکار کرتا ہے اور ان سے اہل حق پر حملہ کرواتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسانوں میں کون سے لوگ اس سے مناسبت رکھتے ہیں۔

آپ کو پتہ ہے کہ باطل تو حرام کی قوت ہے، شیطان کی قوت ہے، اس لئے اس سے مناسبت رکھنے والے وہ لوگ بہترین مہرے ثابت ہوسکتے ہیں جن کی

پیدائش حرام کی ہو۔تو شران کو Capture کرتا ہے،ان کے ذہنوں پر تصرف کرتا ہے اوران کو میدان میں اُتارتا ہے،ان کو استعمال کرتا ہے۔

آپ دیکھیں یہ آن دی ریکارڈ (On the Record) بات ہے اور صاحبانِ مقتل نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، جب ان سب کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ سارے حرام زادے تھے۔ہم تو یہ بھی مانتے ہیں کہ جنھوں نے نصرت نہیں کی تھی وہ بھی حرام زادے تھے،لیکن یہ بات ہمارے عقیدے کی حد تک درست ہے،اسے ہم (On the Record) نہیں دکھا سکتے،لیکن یہ بات تو (On the Record) ہے اور آپ نے بھی کتابوں میں دیکھا ہوگا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے تحقیق کی ہے کہ وہ نو قاتل جو پامالی کیلئے نکلے تھے اور گھوڑوں پر سوار تھے، ان کے بارے میں میں نے ایک ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ وہ سب حرام زادے تھے (حوالہ کتاب اشقیاءِ فرات)۔

تو ثابت ہوا کہ شر کا ساتھ دینے والوں کی کچھ مناسبت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

میں عموماً اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ یہ جو مقتل کا عمل ہے،سب سے پہلے ذہن میں ہوتا ہے کیونکہ دنیا کا ہر عمل اور ہر کام خیال سے شروع ہوتا ہے اور خیال پر ہی جا کر ختم ہوتا ہے۔آپ کو خیال آیا کہ میں کھانا کھاؤں تو کھانا شروع کر دیا، پھر خیال آیا کہ اب بند کر دوں تو آپ نے کھانا بند کر دیا۔اس کا مطلب ہے جو

کام شروع ہوا خیال سے شروع ہوا اور ختم ہوا تو خیال پر ہی ختم ہوا تو یہی بات ہوتی ہے کہ اگر ذہنوں کو Capture کیا جائے تو اِس امر میں بھی مناسبت کا خیال رکھنا ضروری ہے

میں ایک مثال دیتا ہوں کہ جناب ہابیل اور قابیل کا واقعہ دیکھیں، اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ قابیل شر کے تصرف میں آ گیا، شر نے اس کو capture کیا، پھر اس کو قتل کے عمل کیلئے آگے بڑھایا، تو وہ قتل کا جو عمل ہے وہ ایک خیال سے شروع ہوا۔ پہلے اس کے سامنے دیوارحب اِلٰہی آئی، یعنی اللہ کے حکم نے راستہ روکا کہ یہ بری بات ہے، مت کرو۔ اب اس نے اس حکم اِلٰہی کو قتل کیا، یہی ہو رہا ہے ناں کہ ایک آدمی جب برائی کرتا ہے تو وہ شر کے تصرف میں چلا جاتا ہے اور سب سے پہلے حکم اِلٰہی مانع ہوتا ہے کہ کیا کر رہے ہو اس سے تو خالق نے منع کیا ہے، نہیں کرنا چاہیے لیکن شر کی قوت سب سے پہلے اس حکم اِلٰہی کو ختم کرتی ہے، اس کے بعد حکم معصوم سامنے آتا ہے کہ دیکھو اللہ کی تو نہیں مانی معصومینؑ سے تو محبت ومؤدت کا دعویٰ کرتے ہو، پھر بھی یہ کام کر رہے ہو تو شر کی قوت کہتی ہے کہ اس کا بھی Murder کر دو۔ پھر آگے معاشرہ آتا ہے، کہتا ہے دیکھو کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو، معاشرہ کیا کہے گا؟ اب وہ معاشرتی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ وہ شر کی قوت کہتی ہے کہ اس کو بھی گرا دو، معاشرہ میں سب کوئی فرشتے رہتے ہیں، اس کے بعد ملکی قوانین آ جاتے ہیں کہ اگر غلط کام کرو گے تو پولیس پکڑ

کر لے جائے گی۔آخری دیوارمن کے چوکیدار کی ہوتی ہےیعنی ضمیر کی۔تو ضمیر کا بھی قتل ہوتا ہے، کتنے قتل ہوتے ہیں اس کے بعد ایک برائی واقع ہوتی ہے۔
یعنی حب اِلٰہی کا قتل، حب معصوم کا قتل،ضمیر کی آواز اور معاشرتی قوانین کا قتل، اخلاقی وملکی قوانین کا قتل،ان سب کو قتل کرتا ہے تب جا کر ایک برائی ہوتی ہے،تو اس طرح کھیل ذہنوں سے شروع ہوتا ہے اور ذہنوں پر ہی ختم ہوتا ہے۔
اگرPositive والے لوگ اس قسم کی قوتیں حاصل کرلیں جوتخیلات پر کنٹرول کر سکیں تو انسانوں کو مثبت(Positive) بنایا جا سکتا ہے۔اس سے مثبت کام لیا جاسکتا ہے۔آج میرے کچھ نئے دوست آئے ہیں،ان کوInform کرنے کیلئے میں یہ عرض کردوں گا کہ اس دور میں دشمن سمجھ چکا ہے، اسلام دشمن قوتیں اس چیز کو سمجھ چکی ہیں کہ یہ دور روحانی جنگ(Spiritual War) کا دور ہے۔اب تبلیغ یا مناظرے کا دورنہیں ہے کہ ہم مناظرہ کریں گے،کسے سے جیتیں گے اور پھر ہم کچھ لوگوں کو اپنی طرف(Convert) کریں گے۔مناظرہ میں تو کچھ ایسی باتیں آجاتی ہیں کہ اب اگلے دن آدمی جیل میں ہوتا ہے۔اور کتاب میں بھی اگر ایسی کوئی بات کھل کر ہوگئی تو آدمی جیل میں اور کتاب ضبط۔کوئی بھی نان مسلم(Non-Muslim) پاکستان میں اپنی تبلیغ نہیں کرسکتا۔ یہودی تبلیغ نہیں کرسکتا،عیسائی نہیں کرسکتا۔دوسری طرف ان کو کھلا میدان ملا ہوا ہے اور انہوں نے یہی دوسرا راستہ اختیار کیا ہے کہ یہ جو سائیکوٹرانک ہتھیار

(Psychotronic weapons) انہوں نے حاصل کر لئے ہیں تو اس طرح انہوں نے ٹیلی پیتھی میسج (Telepathic Message) کو عام کیا ہے۔ یہ بڑے خطرناک ہتھیار (Weapons) ہیں۔اس میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان آرام سے میٹھی نیند سو رہا ہے ایک آدمی سومیل دور بیٹھا اس سوئے ہوئے آدمی کے ذہن میں نقب ڈال دیتا ہے، اس کے عقائد ونظریات کی فائلز (Files) کو کرپٹ (Corrupt) کر دیتا ہے اور اس کی سوچ بدل دیتا ہے۔ عیسائیت کے شکار دو تین شیعہ میرے سامنے آئے ہیں۔ وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ فلاں آدمی بڑا Active ہے، بڑا فعال ہے تو وہ اس فعال آدمی پر یہ ہتھیار استعمال کرتے ہیں، اس پر ذہنی اِرتکاز (Concentration) کرتے ہیں اور اس کے ذہن میں داخل ہو کر اس کے نظریات عقیدے اور سوچ و تقدس کی فائلوں کو کرپٹ کرتے ہیں۔ ایک بچے کے بارے میں میں جانتا ہوں۔ اس نے بہت دفاع (Resist) کیا۔ مگر انہوں نے اس کے دماغ کو اس طریقے سے ڈِسٹرب (Disturb) کیا کہ وہ پاگل ہو گیا۔ دو سال وہ پاگل رہا تو اس طرح وہ ذہنوں پر نقب ڈال رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں اس دور میں کیا کرنا چاہیے؟

میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ عیسائیت ہمارے دلوں میں اپنے لئے ایک نرم گوشہ (Softcorner) پیدا کر چکی ہے۔ اس کے بعد یہودیت ہے تو وہ بڑے

خطرناک طریقے سے ہمارے ساتھ کھیل رہی ہے۔ وہ ہمارے عقائد ونظریات کو بدلنے کی بجائے ہمارے اندر سیکس داخل کر رہی ہے، Sex Feed کر رہی ہے۔ ہمارے اندر جنسی خواہشات فیڈ کی جارہی ہیں۔ ہمارے جو لوگ Active ہیں، فعال ہیں، دوسروں کو متاثر کر سکتے ہیں یا جن کے قدموں کو چھونے والے کچھ لوگ موجود ہیں خصوصاً سادات تو ان کے ذہنوں میں جنسی خیالات وسیکس کو فیڈ کیا جارہا ہے تاکہ یہ لوگ کرپٹ ہو جائیں۔ اب اگر ایک معزز آدمی کے جنسی کام سامنے آجائیں تو اس کی کیا عزت رہے گی؟ اور پھر اس کے عقیدے کی بھی تو کوئی عزت نہیں رہے گی جو وہ لوگوں کو دیتا ہے۔ مثلاً ایک اچھا آدمی ہے، مسجد کا مولوی ہے، مذہب کے حوالے سے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں، اگر وہ آدمی بے عزت ہوگا تو اس کا پورا مذہب بے عزت ہو جائے گا۔ انہوں نے (یہودیت نے) یہ سوچا کہ یہ جو Active یا Effective لوگ ہیں مثلاً علماء ہیں، ذاکرین ہیں، مقررین ہیں، خطباء ہیں اور پھر سادات ہیں یا پھر Effective لوگوں میں سیاستدان ہیں غرض کہ کسی بھی پہلو سے متاثر کرنے والے جو لوگ ہیں ان پر سیکس کا اٹیک کیا جارہا ہے۔ ان کے ذہنوں میں جنسی خیالات فیڈ کئے جارہے ہیں۔ اس طرح ان کے سیکنڈلز سامنے آرہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہمارے بڑے بڑے علماء نے یونہی منت گھڑت سی شادیاں کرلی ہیں؟

باقاعدہ ہوش وحواس میں انہوں نے یہ کام کیا ہے؟ ان کے ذہنوں کو

(Capture) کیا گیا ہے۔ ان سے یہ کام عمداً کروایا گیا ہے تاکہ ان کا مذہب بدنام ہو، جب لیڈر ہی بدنام ہوگا تو پورے مذہب کا بیڑا غرق ہو جائے گا، لیکن ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ اس مذہب کے اندر بھی کچھ روحانی موجود ہیں جو تحفظ کر سکتے ہیں، اب سمجھ رہے ہیں ناں۔ تو آج مولا کی نصرت کا جو عمل ہے وہ ہمیں اس طریقے سے کرنا ہے کہ ہم وہ روحانی قوتیں حاصل کریں۔

ایک صاحب کہہ رہے ہیں جی یہ جو (Psychotonic weapons) ہیں یا یہ جو علوم ہیں، ہمیں ان کو حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے، یہ تو یہودیوں اور عیسائیوں کی چیزیں ہیں میں نے کہا کہ بالکل یہودیوں اور عیسائیوں کی چیزیں ہیں اور وہ اس پر روز افزوں ترقی (Advance) کر رہے ہیں لیکن وہ تو نیوکلئیر ٹیکنالوجی میں بھی آگے جا رہے ہیں۔ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، نیپام بم، Biological weapons اور پتہ نہیں کیا کیا بنا رہے ہیں تو کیا ہم اس لئے وہ ہتھیار نہیں بنائیں کہ وہ یہودیوں کے ہیں؟ جو ان کے پاس اسلحہ ہے جو ان کے پاس نیوکلئیر ٹیکنالوجی ہے، وہ ہمارے پاس بھی تو ہونا چاہیے۔

سب سے پہلے تو یہ چاہیے تھا کہ یہ چیز ہمارے پاس پہلے ہوتی اور وہ ہماری نقل کرتے۔ لیکن اب ہماری دفاعی پوزیشن بن گئی ہے اور یہ ہماری مجبوری ہوگئی ہے کہ ہم اپنے روحانی لوگ پیدا کریں یا بنائیں۔ انہوں نے باطنی قوتیں حاصل کی ہیں۔ وہ شیطان سے کمک لے رہے ہیں، شر سے قوت لے رہے ہیں تو کیا

ہم اپنے مولا سے قوت نہیں لے سکتے ؟ کیا ہم اپنے مولا کا تحفظ نہیں کر سکتے ؟ ان کے مشن کا تحفظ نہیں کر سکتے ؟ کل محترم اعجاز حسین کاظمی فرمارہے تھے کہ مولا نے فرمایا ہے ہماری نصرت کرو ورع و اجتہاد کے ذریعے۔ آپ فرمارہے تھے کہ دشمن یہ چاہتا ہے کہ برائی ہی برائی ہو، شر ہی شر ہو اور مالک پاک یہ چاہتے ہیں کہ خیر ہی خیر ہو، نیکی ہی نیکی ہو، رضائے اِلٰہی کا نفاذ ہو۔ اب اگر میں اپنے جسم پر رضائے اِلٰہی کا نفاذ کروں گا اس کی رضا پر اپنے آپ کو چلاؤں گا تو یہ بھی ایک طریقے سے مولا پاک کی نصرت ہے، ان کے مشن کا ساتھ دیا ہے ناں۔ تو اسی لئے ورع اور اجتہاد دونوں نصرت کے دائرے میں آتے ہیں، اسی طرح تزکیہ اور ریاضات بھی نصرت کے دائرہ میں آتے ہیں، ہمیں اس طریقے سے نصرت کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم روحانی قوتیں حاصل کریں اور ہمارا (Spiritual System) ان کی نسبت بہت پاورفل ہو۔

ان کے پاس جو بھی قوتیں ہیں وہ کوئی کامل چیز نہیں ہے کیونکہ شیطان کی تو ہر چیز دھوکہ ہے، فریب نظر ہے۔ جبکہ ہمارے پاس اصل چیز ہے، حق کی طاقت ہے تو ہم مولاؑ پاک سے یہ قوت کیوں نہ حاصل کریں؟

اس کیلئے ہمیں تیار رہونا ہے اور سادات کا تو یہ ورثہ ہے، اس لئے سادات کو اس میں سب سے پہلے آگے آنا چاہیے اور پھر مومنین کو۔ مجھے یہ عرض کرتے ہوئے بڑی کوفت محسوس ہو رہی ہے کہ جس طریقے سے آج خاندان سادات میں سیکس

کو فیڈ کیا جا رہا ہے۔ سادات کے جوانوں میں سیکس فیڈ کر کے برائی کی طرف لگا یا جا رہا ہے بچوں و بچیوں کے ذہنوں پر اٹیک کیا جا رہا ہے۔ مومنین و سادات کے مستورات پر اٹیک ہو رہا ہے اور ایسے واقعات کی (Ratio) میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ یہ ہمارے لئے عبرت کا مقام ہے، یہ سادات کی بچیوں کے غیر سادات کے ساتھ شادی کے واقعات ہو رہے ہیں تو یہ سب اِسی کے نتائج ہیں۔ پہلے انہوں نے کویت میں اپنا ایک مرکز بنایا تھا۔ اب کویت کے بعد انہوں نے حوزہ علمیہ میں اپنا مرکز بنا لیا ہے۔ یہ آغا جان بیٹھے ہوئے ہیں کل یہ بتا رہے تھے کہ کوئی آدمی یا کوئی امتی کسی سیدزادی سے عقد کر کے وہ نکاح فارم وہاں لے کر جائے تو اسے ایک لاکھ روپے (تومان) انعام ملے گا۔ پہلے یہ کویت میں رکھا گیا تھا اور آغا جان فرما رہے ہیں کہ اب حوزہ علمیہ میں بھی ایک لاکھ تومان دیا جاتا ہے، اگر کوئی امتی وہ فارم شو کرے کہ اس نے سیدزادی سے عقد کیا ہے۔ اب آپ سمجھ گئے کہ معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے، جو آدمی وہاں کا طالب علم ہے حوزہ علمیہ سے اس کو مذہب کا سرٹیفکیٹ بھی مل گیا، سند بھی مل گئی اور ایک لاکھ تومان کی سپورٹ بھی مل گئی تو کیا خیال ہے جو بے روزگاری کا شکار ہے وہ تو بھاگتا پھر رہا ہوگا کہ کوئی سید مجھے رشتہ دے دے۔ یہ (Pre planned system) پہلے کویت میں شروع ہوا اور پھر متحدہ عرب امارات میں پھیلا اور ایران میں پہلے چھپ چھپا کر ہوتا رہا لیکن اب ایران میں بھی کھلے بندوں ہو رہا ہے۔ اب آپ

www.khrooj.com

خود سوچیں کہ ان کو ایک لاکھ روپیہ جیب سے دینے کا کیا فائدہ ہے؟ انہیں اندیشہ ہے کہ خاندان سادات میں اگر پاکیزہ نسل پیدا ہوتی رہی تو ان کے اندر پاکیزہ خون موجود ہے، Quality موجود ہے۔ تھوڑی سی (Plugging) ہی کرنا ہے ناں، مولا سے رابطہ کرنا ہے تو ان کو قوت حاصل کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ اس لئے وہ خاندان سادات کی روحانیت اور تقدس کو (Damage) کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔

اس کا تحفظ ہم کیسے کر سکتے ہیں؟ وہ ہماری بچیوں کے ذہن میں سیکس فیڈ کرتے چلے جا رہے ہیں، جسے ہم کوئی سخت قانون بنا کر تو نہیں روک سکتے ہم اپنے گھروں میں سخت قانون نافذ کر دیں کہ ٹی وی بند کرو جی، یہ کام کرو جی، وہ کام نہ کرو جی وغیرہ وغیرہ

اس طرح اس چیز کو نہیں روکا جا سکتا۔ بلوچستان میں کاروکاری کا ایک قانون ہے کہ وہاں ایسی عورت کو شوٹ کر دیا جاتا ہے۔ اس کو بیچ بھی دیا جاتا ہے، اس کے باوجود وہاں یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں، نہیں رک سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے واقعات سخت قانون سے نہیں رک سکتے، باہر کی چوکیداری اِسے نہیں روک سکتی، من کے چوکیدار کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اس کو کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟

اس کیلئے ہم روحانی سگنلز (Signals) دینے کی صلاحیتیں حاصل کریں اور اس

کیلئے ہمیں سب سے پہلے یہ چاہیے کہ ہم ایسی قوتیں حاصل کریں جس سے ہم لوگوں کو اپنے مولا سے واصل کرسکیں۔ تاکہ ہمارے لوگوں کا، ہمارے نوجوان بچے، بچیوں کا مولا سے رابطہ رہے۔

آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ قرب کی قوت کا جو اثر ہے وہ بھی عظیم اثر ہے۔ مولا پاک سے قرب کی ایک منفرد تاثیر ہوتی ہے۔ بہت اثر ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں اگر آپ اپنا ہاتھ حرارت کے نزدیک لے جائیں تو وہ گرم ہو جائے گا اور اپنا ہاتھ برف سے متصل کر دیں تو وہ ہاتھ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ تو کیا اگر ہم مالک کے قرب میں جائیں گے تو ہمارے اندر وہ تقدس اور پاکیزگی پیدا نہیں ہوگی؟ اس دور میں ہمیں جس بات پر کام کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے احباب کو، اپنے دوستوں کو، اپنے اہل خانہ کو، اپنی بچیوں کو مولا کے قرب میں لے کر جائیں۔ سادات کی بچیوں کو مولا سے واصل ہونا چاہیے تاکہ وہ اِس حقیقت کا اِدراک کرسکیں کہ وہ کس خاندان کی بچیاں ہیں، اور انہیں یہ پتہ چلے کہ آپ اور میں ان کے وارث نہیں ہیں بلکہ وہ معصوم ہی ان کے وارث ہیں۔ اس طرح ان میں عزت نفس پیدا ہوگی، وہ اپنے آباؤ اجداد کو دیکھیں گی، اپنے خاندان کو دیکھیں گی تو ان کی سوچ میں تبدیلی آئے گی۔ ان کی ہر چیز میں تبدیلی آئے گی۔ اسی طریقے سے ہمیں مومنین کی بچیوں کو بھی یہ بتانا ہے کہ آپ بھی مولا کی بچیاں ہیں، انہیں بھی منفی عناصر سے بچانے کی ضرورت ہے اور یہ سب سے

بڑا جہاد ہے جس کیلیئے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ مومنین کی عزتیں اور عصمتیں بچ جائیں، ہمیں اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

میں نے دوستوں سے کہا ہے اور ٹیلی فون پر بھی گزارش کی ہے کہ آپ اس موضوع پر زور دے کر گفتگو کریں اور مستورات کے اندر پاکیزگی کا شعور پیدا کریں۔

انہیں اِس بات کا احساس دِلائیں اور بتائیں کہ مردوں کی آخری حد، مرد چاہے سیدزادہ اور کتنا ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو، خاندان پاک کے گھر کی دہلیز ہی ہے۔ دہلیز کے اندر تو ہم نہیں جا سکتے۔ اندر کی خدمات مستورات ہی نے کرنا ہیں۔ ہماری عورتیں چاہے امتی ہیں یا سادات کی، ان کو یہ شعور فراہم کرنے کی ضرورت ہے کہ پردہ داران تو حیدو رسالت صلواۃ اللہ علیھن کی خدمت آپ ہی نے کرنا ہے۔ اس کیلیئے اپنے آپ کو تیار کرو۔ اپنے آپ میں وہ تقدس پیدا کرو کہ وہاں کی ڈیوٹی کر سکو۔

کوئی باپ یہ ہی کہہ سکتا ہے کہ بیٹی میں تو در پاک تک ہی ڈیوٹی دے سکتا ہوں، اندر میری جگہ تم ہی ڈیوٹی دوگی۔ اب سمجھ گئے ناں۔ جب اس طریقے کی ایک سوچ پیدا ہوگی کہ باپ بیٹی سے کہے گا، بھائی بہن سے کہے گا کہ بہن دیکھو میں تو باہر کی ڈیوٹی کر سکتا ہوں جو اندرون پاک پردہ تطہیر کی نصرت ہے وہ تو تم نے ہی کرنا ہے۔

اور جب بچیوں میں یہ شعور پیدا ہو جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ ہمارے گھروں کے ماحول میں آیت تطہیر کی رحمت نازل ہو رہی ہو گی۔ اب سمجھ گئے ناں۔ تو ہمیں اس نہج پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

آج کا ہمارا جو اجتماع تھا وہ یہ تھا کہ جو بچے اس فیلڈ میں کام کر رہے ہیں، کچھ کو پروموٹ کرنا تھا، کچھ کا سلیبس بدلنا تھا، کچھ کے مسائل کہ جہاں جہاں وہ رکے ہوئے ہیں، رکاوٹوں یا مسائل کا جائزہ لے کر انہیں دور کرنا تھا۔ ان کے یہ کام کرنے کیلئے ہی ہم نے یہ اجتماع کیا تھا۔ آپ سب کو میں دوبارہ یہی بات کہہ رہا ہوں کہ اپنی اس جنگ میں کبھی پیچھے نہیں ہٹنا ہے۔ آپ سب کو اس روحانی جنگ یعنی اس (Spiritual war) کا مجاہد بننا ہے۔ منفی قوتیں جو حملہ آور ہو رہی ہیں تو ہمیں ہی اُن کا مضبوطی سے دفاع کرنا ہے۔

ایک مجاہد جو میدانِ جنگ میں جہاد کر رہا ہوتا ہے یا نصرت کر رہا ہوتا ہے تو اُس کے پاس تین ہی تو راستے ہوتے ہیں، چوتھا راستہ تو اس کے پاس ہوتا ہی نہیں ہے۔

پہلا راستہ ہے کہ وہ فاتح بن کر دشمن پر غالب آ جائے اور کامل فتح سے ہمکنار ہو، دوسرا راستہ ہے کہ وہ جہاد یا نصرتِ حجت وقت کرتے کرتے شہید ہو جائے، تیسرا راستہ ہے بے دست و پائی یعنی گرفتار کر لیا جائے۔ مجاہد کے راستے یہی ہوتے ہیں

کربلا میں جب ہم دیکھتے ہیں تو کچھ لوگ ہیں جو شہید ہوئے ہیں، کچھ نے فتح پائی

ہے، اور کچھ بے دست و پا ہو کر اسیر ہو کر شام گئے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے، تین ہی راستے ہیں اور چوتھا راستہ فرار کا ہے اور فرار تو جس جگہ بھی ہو وہ کفر ہے اور شرک ہے یہ قرآنِ کریم کا فیصلہ ہے۔ تو دشمن سے کبھی شکست تسلیم نہیں کرنا ہے، کبھی شکست نہیں ماننا۔ ہم ہزار مرتبہ ناکام ہو جائیں مگر ہم اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ ہم اپنے مقاصد میں انشاء اللہ کامیاب ہوں گے کیونکہ ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ شیطان طاقت ور ہے آج وہ پاورفل ہے۔ وہ ہمیں ہمارے ٹریک سے دھکا دے کر گرا دے گا، ہم پھر ٹریک پر آ جائیں گے۔ آپ نے کبھی بھی بددل یا (Disheart) نہیں ہونا ہے۔ جی جان لڑا کر اس میدان میں آنا ہے۔ شکست کبھی ذہن سے ماننا ہی نہیں ہے۔ یہ نہیں کہنا کہ میں اس کام کیلئے ان فٹ (Unfit) ہوں یا قابل نہیں ہوں یا یہ میں کر نہیں سکتا یا یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے، یہ سوچ فرار کی سوچ ہے کیونکہ آدمی اس وقت فرار ہوتا ہے جب یہ سمجھتا ہے کہ میں فتح نہیں پا سکتا یا میں جم کر لڑ نہیں سکتا تو وہ بھاگنے میں عافیت دیکھتا ہے، تو آپ نے میدان کو چھوڑنا نہیں ہے۔ یہ بات سمجھ رہے ہیں ناں آپ! تو اب اختتام پر میں یہ چاہوں گا کہ اختتامی دعا سے پہلے ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی زیارت پڑھیں گے اور یہ زیارت قبلہ علامہ اعجاز حسین کاظمی صاحب پڑھائیں گے۔

www.khrooj.com

اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَـا امَـام صَـاحِبَ العَصرِ وَالزَّمانؑ عج، اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا شَـرِيكَ القُرآنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا حُجَّةُ اللّٰهِ الظَاهِرِ وَ الفُرقَان، اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا اِمَامَ الاِنسِ وَالجَانِّ، اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا قَاطِعَ الكُفر وَالطُغيَان، اَلسَّلَامُ عَـلَيكَ يَـا دَافِـعُ الـظُـلـم وَالعُدوَان، اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا وَلِی اللّٰه، اَلسَّلَامُ عَـلَيكَ يَـا حُـجَّةُ الـلّٰـه، اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا اَيُّهَاالمَنصُور، اَلسَّلَامُ عَـلَيكَ وَ رَحـمَةُ الـلّٰـه وَ بَـركَـاتِهٖ۔ عَجلَ اللّٰه تَبَارَك وَتَعالیٰ ظَهُورِكَ وَ سَهلَ اللّٰه تَعالیٰ مَخرِجَكَ وَجعَلنَا مِن اَعوَانِكَ وَ اَنصَارِكَ

اللّٰهُمَّ صَلے عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَ آلِ مُحَمَّدٍؐ وَعَجِّل فَرَجَ آلِ مُحَمَّدٍؐ۔

دعا

ہمارا مقصد و مدعا تو یہ دعا ہی ہے جو ہم سب نے مل کر اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو کرنا ہے کہ ہم یہ جو کچھ کر رہے ہیں ان کے پاک گھر کی آبادی کیلئے کر رہے ہیں۔ آلِ عباؑ علیہم السلام کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے ظہور کیلئے ہمیں یہ دعا و نصرت کرنا ہے۔ معظّمہ کائنات صلواۃ اللہ علیہا کے پاک گھر کی آبادی اور مظلومین اولین و آخرین کے انتقام کیلئے یہ دعا و نصرت کرنا ہے۔ اگر ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی نصرت کر رہے ہیں تو ہم شہنشاہ کربلا کی نصرت کر رہے ہیں۔ تو ہماری ساری نصرتیں اور ہمارا سب کچھ اس پاک گھر کی آبادی کیلئے ہے کہ صدیوں کے مصائب کا خاتمہ ہوں اور اِس

گھر اطہر میں کبھی نہ ختم ہونے والی ابدی اور دائمی خوشیاں آئیں۔ہم مل کر دعا کریں کہ اب ہمارے وہ شہنشاہ جلدی تشریف لائیں جو اپنے ناصرین کے انتظار میں ہیں، وہ نصرت طلب کر رہے ہیں، زبان حال سے بھی نصرت طلب کر رہے ہیں اور زبان قال سے بھی۔آئیں ہم ان کی سلامتی اور ظہور کی دعا کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَـا اَلـلّٰـه یَـا اَللّٰه یا اَللّٰه یَا اَللّٰه یَا اَللّٰه وَحدكَ وَحدكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اَنتَ المَنَّان بَدیعُ السَمٰوَات وَالاَرض وَ ذُوالجَلال وَالاِکرَام()

لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ الرحمَنِ الرَّحِیم وَ صَلَی اللّٰه عَلیٰ مُحَمَّدؐ وَ آلهٖ اَجمَعِین

یَـا هُـوَ یَـا مَن هُوَ لَا هُوَ اِلَّا هُوَ الحَیَّ القَیوم وَ اَن تُصلی عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّد وَعَجل فَرَجَهُم()

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلـلّٰهُـمَّ کُـنْ لِـوَلِیّكَ الْـحُـجَّةِ ابْنِ الْحَسَنْ عَلَیْهِ السَّلَامْ صَلَوٰتُكَ عَلَیْهِ وَ عَلیٰ آبائِهٖ طَاهِرِیْنَ فِیْ هَذِهِ السَّاعَةِ وَ فِیْ کُلّ سَاعَةٍ مّنْ سَاعَاتِ الَّیْلِ وَ الـنَّهَارْ وَلِیاً وَّحَافِظاً وَّ قَائِداً وَّ نَاصِراً وَّ دَلِیلاً وَّعَیناً حَتّیٰ تُسْکِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعاً وَ تُمَتّعَهٗ فِیْهَا طَوِیلاً ﴿﴾

یَـا رَبَّ مُـحَـمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدؐ وَ عَجّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدؐ ﴿آمین یارب العالمین﴾

یاھوالوھاب الخبیر العلیم

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك و صلوات اللہ علیك

القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی مطبوعات

تالیفات وتصنیفات

السیّد مخدوم محمد جعفر الزمان نقوی البخاری

(1) انتصارِ مظلوم [اردو مسدس نظمیں]

(2) عرفانِ حجتؑ

شہنشاہ معظم کے اسم حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی شرح پر چودہ خطبات

(3) کنٹھا المعروف قلندر نامہ [فقر کے موضوع پہ سرائیکی مسدس]

(4) عصمت السیدات

سیدزادی کا کسی غیر سید سے عقد ہرگز جائز نہیں ہے،

اس کے متعلق نا قابل تردید دلائل، ثبوت اور حقائق

(5) گستاخیاں [سادات عظام کے موضوع پہ اصلاحی نظمیں]

(6) طریق المنتظرین

حقوق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور فرائض مومنین پر ایک جامع کتاب

(7) دعائے تعجیل فرج

(8) امتیاز العالین عن انواع العالمین

(9) معدن العصمت فی سیرت ام القائمؑ الحجۃ صلواۃ اللہ علیہا

www.khrooj.com

(10) اسرارالعبدیات یعنی عملی روحانیات

(11) افکارالمنتظرین [غوامض الٰہیات پر خطبات]

(12) The Last Reformer of the World

دنیا کے تمام مذاہب میں آخری دور میں ایک آنے والی ذات کا تصور

(13) باادب بامراد

(14) عرفانیے [مدحیہ اردو نظموں قطعات ور باعیات کا مجموعہ]

(15) شرح دعائے عہد

(16) انصارِولایت عصر

کربلا نے ہمیں انصار سازی کا کیا درس دیا ہے؟

(17) مجالس المنتظرین فی مقتل المظلومین پانچ جلدیں، اُردو، سرائیکی

محققانہ مجالس، ایک تاریخ، ایک جغرافیہ، ایک روضہ نگاری

جو ہزاروں کتابوں سے بے نیاز کردیں

(18) اسماءالقائم 4 جلدیں

امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے اسماء مبارکہ پر خطبات

(19) دین نصرت

(20) مصباحِ شیعت [شیعیت کے اصول وفروع پر جامع کتاب]

(21) وحدانیت مطلقہ

[امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے بارے میں مولا امیرؑالمومنین کے چالیس فرامین]

www.khrooj.com

(22) کرچیاں [اردو قطعات، رباعیات، سلام]

(23) کشکول

السید محمد باقر الزمان نقوی المعروف ببلہ سائیں کا سرائیکی مجموعہ کلام

(24) کاروانِ ادعیہ...... بارگاہِ امام عصرؑ میں استغاثے اور دعاؤں کا سرائیکی مجموعہ

(25) موعود الرسلؑ دنیا کے تمام مذاہب میں آخری دور میں ایک آنے والی ذات کا تصور

(26) محسنین اسلام عقد محسنہ اسلام صلوات اللہ علیہا کے موضوع پر جامع کتاب

(27) داغ ماتم فن نوحہ نگاری (4 جلدیں)

(28) عرفانِ امامت

(29) ہیلاں (سرائیکی مسدس)

(30) صحیفہ نصرت (اردو مسدس نظمیں)

(31) کنوزِ قصائد (قصائد پاک و عارفانہ کلام)

(32) لذتِ درد سرائیکی بند ڈوہڑے

(33) زر پارے (اقوال و آرٹیکلز)

(34) آہیں (غزلیات)

(35) دہکتے احساس (اردو نظمیں)

(36) گوہر روحانیات (روحانیت پہ مبنی لیکچرز)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

www.khrooj.com

مصنف ادیم نقوی

(37) محسن عالم

(38) اہل البیتؑ

(39) خونِ ناحق

(40) مشعلِ نور

(41) ہل من ناصر ینصر نا

(42) جاہلیت کی موت

(43) مدح اولیاء

(44) راہِ ارم

(45) مجالس الصادقین

(46) الحسینؑ والبکاء

مصنف ابوالفارق واسطی

(47) تعلیم الاسلام

(48) جامع الانوار

(49) انوارالایقان

مصنف ابومنصور

(50) القرآن ....مترجم

www.khrooj.com

(51) تعلیم بذریعہ ادعیاء معصومینؑ

(52) عرفان

(53) حقائق واسرار

(54) دعائے ابوحمزہ ثمالی

(55) امت منقاد

(56) جادہ منزل

(57) نشانِ منزل

(58) ''سرِ خودی'' (علامہ اقبال کے اشعار کی تشریح)

مصنف شبیر بلگرامی

(59) سورۃ فجر اور کربلا

(60) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن حکیم کے متعلق غیر مسلم مشاہیر کی آراء

(61) غم حسینؑ اور تزکیہ نفس

(62) مکتوب غم

(63) Grief Purifies The Self

(64) Beacon Light

(ادیم نقوی کی الہامی نظم ''مشعل نور'' کا انگریزی ترجمہ)

www.khrooj.com

(65) Glories of Belief

(ادیم نقوی کی معرکۃ الآراء کتاب ''انوارایقان'' کا انگریزی ترجمہ)

(66) The First Word of Islam

(ادیم نقوی کی کتاب ''اسلام کا پہلا کلمہ'')

مصنفہ عذرا مسعود

(67) رموز

مصنف حکیم سید محمود گیلانی

(68) ایلی علیہ السلام

مترجم لیفٹیننٹ کرنل (ر) مظفر علی ہمدانی

(69) ''پھر حضرت علی آئے'' یہ ترجمہ ہے ڈی۔ایف۔کراکا کی کتاب Then Came Hazrat Ali کے دو ابواب 19،21 کا ہے اور اسی مصنف کے ایک مضمون کا بھی جو بمبئی کے انگریزی جریدے ''کرنٹ'' 23 ستمبر 1976ء کی اشاعت میں ''علی عظیم کے روضہ نجف میں آج بھی معجزے ہوتے ہیں'' کی سرخی کے تحت شائع ہوا

......☆......

www.khrooj.com